1812

چودہ سو سالہ جشن ولادت
امام حسین علیہ السلام

ولائے حسین علیہ السلام

ناشر: امامیہ پبلیکیشنز (پاکستان)

بسلسلۂ جشن چودہ سو سالہ یوم ولادت رہبرِ حُرّیت وصداقت

امامِ حُسینؑ علیہ السلام

(۱۴۰۴ھ — ۱۹۸۴ء)

NAJAFI BOOK LIBRARY
Managed by Masoomeen Welfare Trust (R)
Shop No. 11, M.L. Heights,
Mirza Kaleej Baig Road,
Soldier Bazar, Karachi-74400, Pakistan.

یوم الحسین علیہ السلام

مجموعۂ تقاریر ومقالہ جات بین الملّی یوم الحسینؑ منعقدہ ۱۹۵۵ء لاہور

ناشر: امامیہ پبلیکیشنز (پاکستان)

۱۷- نور چیمبرز، گنپت روڈ لاہور نمبر ۲ - فون: ۳۲۵۱۵۳

نـــام کتـاب   ۰=۰=۰=۰=۰=۰   یــوم الحسؑـین

بـارِ اول   ۰=۰=۰=۰=۰=۰   مئی ۱۹۸۳ء

تـعــــداد   ۰=۰=۰=۰=۰=۰   ۱۱۰۰

نــاشـــر   ۰=۰=۰=۰=۰=۰   امامیہ پبلیکیشنز لاہور

مطبــــع   ۰=۰=۰=۰=۰=۰   شــرکت پــریس

قیمـــــت   ۰=۰=۰=۰=۰=۰   =/۲۰ روپے پاکستانی

بشکــــــریہ ہفت روزہ "رضـــا کـــار" لاہــــــــور

NAJAFI BOOK LIBRARY * MASOOMEEN WELFARE TRUST (R) *
Shop No 11, Haidery
M. I. Kaiser
Mirza Road,
Haig Bazar
Soldier Bazar,
Karachi
Acc No. 1812 Date 7/9/89
Section.................................Status..........
D.D. Class...
NAJAFI BOOK LIBRARY

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امامیہ آرگنائزیشن پاکستان

کی جانب سے

قارئین کرام کو امام حسین علیہ السّلام

کا چودہ سو سالہ جشنِ ولادت مبارک ہو

فہرست

عرض ناشر

پیش لفظ

عرض حال

خطبۂ افتتاحیہ
(از جناب مشتاق احمد گورمانی گورنر صوبہ پنجاب)

خطبۂ استقبالیہ
(از مظفر علی قزلباش)

تقریر شہادت حسینؑ کا فلسفہ
(از الحاج بابا خلیل احمد صاحب)

تقریر حسینؑ بین الاقوامی شخصیت
(از علامہ علاؤ الدین صدیقی)

خطبۂ صدارت
(از خلیفہ شجاع الدین سپیکر پنجاب اسمبلی)

تقریر ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر
(از پنڈت ویاس دیو)

تقریر ہمارے ہیں حسینؑ
(از شرمی سوامی)

تقریر امام حسینؑ اور سنت نبویؐ
(از صاحبزادہ فیض الحسن)

خطبۂ صدارت
(از جسٹس محمد خورشید زماں)

تقریر مفہوم شہادت
(از مولانا صبغۃ اللہ)

تقریر شہادت حسینؑ میں تلقین حق
(از جناب منشی گوپی ناتھ)

تقریر سیاست حاضرہ کا روشن پہلو
(از مولانا سید قلب عباس)

تقریر اسوۂ حسینیؑ کے انفرادی اور اجتماعی پہلو
(از جسٹس ایس - اے - رحمان)

تقریر حسینؑ کا تعارف
(از مولانا اظہر حسن زیدی)

تقریر اسوہ حسینیؑ
(از قاضی احسان احمد)

خطبۂ صدارت (از میاں محمد افضل حسین)

تقریر امام حسینؑ نے مشیروں کا کہنا کیوں نہ مانا
(از مولانا سید علی نقی نقوی) ۱۳۲

تقریر درس کربلا
(از ڈاکٹر سید محمود)

تقریر حسینیتؑ کیا ہے
(سردار گیانی)

خطبۂ صدارت (از راجہ غضفر علی خان)

تقریر سید الشہداءؑ کی عالمگیر شخصیت
(از مرزا احمد علی صاحب)

تقریر حسینیؑ تعلیم بین الاقوامی مسائل کا حل ہے
(از ابن حسن جارچوی)

خطبۂ صدارت (از مولانا سید قلب حسین)

تقریر یادِ حسینؑ
(از مولانا جمال میاں)

تقریر اسلام کی عملی تعلیم کا کامل ترین نمونہ
(از مولانا محمد لقاء علی)

عرضِ ناشر

خوش نصیب ہیں اِس دور کے انسان کہ جنہیں رہبر حریت و صداقت ، وارثِ تہذیبِ انسانی ، امام ابرار حضرت امام حسینؑ کا چودہ سو سالہ جشنِ ولادت منانے کی سعادت حاصل ہوئی ۔

سید شہداء امام حسینؑ کی ذات بابرکات وہ شخصیت ہیں کہ جہاں دنیا کے ہر مکتبہ فکر کا انسان اپنا سر جھکاتا ہوانظر آتا ہے اور ہر اِنسان یہ کہتا ہوا نظر آتا ہے ۔ کہ حسینؑ میرا ہے ۔ یقیناً حسینؑ سب کے ہیں حسینؑ نے صرف اسلام ہی کو دندہ و تابندہ نہیں کیا بلکہ حسینؑ تو محسنِ انسانیت ہیں حسینؑ نے تو پوری انسانیت کو ظالم کے خلاف ٹکڑانے کا حوصلہ بخشا ہے ۔ حسینؑ نے تو انسانیت کو آزادی سے رہنے کا درس دیا ہے ۔ اسی حسینؑ کو گلہائے عقیدت پیش کرنے کیلئے ۱۹۵۵ء میں لاہور میں ایک سہ روزہ بین الاقوامی کانفرنس منعقد ہوئی ۔ کہ جس میں دنیا کے تمام مکاتبِ فکر کے لوگوں نے شرکت کی سعادت حاصل کی ۔

زیر نظر کتاب اسی کانفرنس میں کی گئی تقاریر کا مجموعہ ہے ۔ کہ جسے امامیہ پبلیکیشنز نے "رضا کار" لاہور کے تعاون سے قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے ۔ ہمیں امید ہے کہ امام حریت کے چودہ سو سالہ جشن ولادت کی خوشی میں ہمارا یہ حقیر سا تحفہ آپ قبول فرما کر شکریہ کا موقع دیں گے ۔ خداوندِ تعالی ہمیں توفیق دے کہ ہم اس مرکزِ اتحاد و یگانگت کے پرچم تلے جمع ہو جائیں اور اپنے تمام اختلافات کو اس ذاتِ مقدس کے صدقہ میں بھول جائیں"آمین ثمہ آمین" ۔

آپکی آراء کا منتظر

ادارہ

امامیہ پبلیکیشنز

پیش لفظ

احترام عظمت اسلام اور سید الشہداء علیہ السلام

خدا کی دین، اور بندے کا حوصلہ دیکھنا ہو تو امام حسین علیہ السلام کو دیکھا جائے، وہ عظمت وجلالت جو محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارزانی ہوئی تھی، وہ بلندی کردار جس پر لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنا کی سند ہے۔ اپنی تمام تر رعنائیوں، جلالتوں اور عالمگیر شہرتوں کے ساتھ انہیں کے فرزندوں کو ملیں یہ عظمت یابی فقط رسمی میراث یا خاندانی امتیاز ہی نہیں بلکہ خونِ جگر، خون گلو، خونِ اولاد اور محنتِ جانفزا کی لالہ کاری اور رضائے الہی کی جاودان بخشی بھی شریک ہے یہی وجہ ہے دونوں عظمتوں میں ۔ ع: ۔ ابتدا سے انتہا تک ایک رنگ و آب ہے

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری حیات مبارک وفتار وگفتار کی عظمتوں کے لحاظ سے چاردانگ عالم سے خراج عقیدت حاصل کر رہی ہے، سروش غیب کا یہ اعلان فضاؤں کی وسعتوں میں گونج رہا ہے ۔ ع : ۔

محمد عربی کابروئے ہر دو سرا است
کسے کہ خاک درش نیست خاک برسر او

وہ نبی آخر الزماں جس نے گھر میں رہ کر بے گھروں کی سی زندگی بسر کی، گھر چھوڑ کر مصیبتوں، قربانیوں اور مضحکوں کے دلدوز مناظر دیکھے ۔ لیکن ابولہب، ابوجہل، ابوسفیان جیسے طاغوتوں کے سامنے گردن جھکانا خلاف فرض ومنصب سمجھا لا الہ الا اللہ کہنے اور کہلوانے کے لئے، ساتھ کے کھیلے، گود کے پالے، جان نثار احباب کو موت کے منہ میں دے دیا ۔ خود زخم کھائے موت سے کھیلے، آخر حق کو فتح اور دین کا پرچار انہیں ہاتھوں سے ہوا، جنہیں قلم کرنے کی سعی ناکام دشمنوں کو رسوا کر گئی ۔

واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون

۱۱ ھجری سے لے کر آج ۱۳۸۰ھ تک یہ نور پھیلتا، چھاتا اور اور چمکتا ھی جا رھا ھے۔ ھر صاحبِ ھوش، ھر صاحب خبر، مورخ، ادیب مفکر اور مصلح جب نام نامی اور کارنامہ گرامی سنتا ھے فوراً ادب وعقیدت کی پیشانی جھکا کر کہتا ھے

سجدہ ریزی آستانے پر ترے ھے ھمارے واسطے صد افتخار

افتخار کا یہ تصور رسول اسلام کے بعد اسی شان، اسی انداز اور اسی یکسانیت کیساتھ صرف امام حسین علیہ السلام کے مداحان عالم اپنے لئے مخصوص کر چکے ھیں۔ مسلمان بحیثیت کلمہ گو ھونے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انکے بعد مخصوص مخدومین سے جو عقیدت مذھبی اور ارادت قلبی رکھتے ھیں اسکے لحاظ سے شاید امام حسین علیہ السلام کے ساتھ اور نام بھی لئیے جا سکیں۔ لیکن بین الاقوامی اسٹیج سے عظمت اسلام ورسولِ خدا کے اعلانات میں جو اھمیت امام حسینؑ کو دی جاتی ھے وہ کسی اور کے لئے نہیں۔

امام حسینؑ کی عظمت کا یہ عالم فخر کائناتؐ ناناھی کے عہد سے شروع ھو گیا تھا۔ محمد عربیؐ نے مدح کی۔ لب وگلو کو چوما۔ علی مرتضیٰؑ نے مدح کی۔ سروسینہ پر بٹھایا۔ حسن مجتبیٰؑ نے مدح کی، قوت بازو، سکون دل کا سبب بنایا۔ سیدہ عالمؑ نے مدح کی، جھک جھک کر پیشانی ورخسار کے بوسے لئے ___ اللہ اللہ اتنے ثناخواں کسے ملے ھوں گے؟

اللہ ومحمدؐ وعلیؑ مدح کناں شبیرؑ تری شان جلالت کے نثار

رومن امپائر کا قصیدہ خوان گبن ھو یا عوام کا محبوب گاندھی۔ بانیء اسلام کا پرستار ابن عباس ھو یا یزید کا دربار نشین زیدبن ارقم، مذھب کے اختلافی رحجانات سے بالاتر ھو کر کہتے ھیں: ۔

کیا صرف مسلمان کے پیارے ھیں حسینؑ
چرخ نوع بشر کے تارے ھیں حسینؑ

انسان کو بیدار تو ھو لینے دو
ھر قوم پکارے گی ھمارے ھیں حسینؑ

پاکستان کا قیام ھی حسینؑ کے نام سے ھوا ـ بانیء پاکستان فدائے حسینؑ اور عوام وخواص امام مظلومؑ کو رھنمائے امت ماننے والے ھیں ـ ایام محرم میں امام حسین علیہ السّلام کا سوگ جس انداز سے منایا جاتا، اور ان کی یادگار میں جو اھتمام کیاجاتا ھے وہ بجائے خود ایک حقیقت ھے ـ

ایک بات بعض حلقوں میں گشت کرتی رھتی ھے ، لوگ کہتے ھیں ـــــ شیعہ پروپیگنڈہ کرتے ھیں ـــــ یہ بات اس حد تک توصحیح ھے کہ ھم سینہ زنی کرتے ھیں، جلوس نکالتے ھیں، گھر کی موت سے ھزار درجہ زیادہ غم کرتے ھیں ، بہت ذیادہ روتے ھیں، لیکن معترض یاد رکھیں ـ کہ ھم ان کی وجہ سے جسطرح رونا چاھتے ھیں، جس طرح جلوس عزا نکالنا چاھتے ھیں، نہیں نکالتے ـ ھمارا دل تو یہ چاھتا ھے ـ کہ روز یہ غم منائیں اور روزانہ یہ جلوس نکالیں، چنانچہ بہت سے مقامات پر روزانہ جلوس نکلتے ھیں ـ

پروپیگنڈہ اگر حقیقت کے لئے ھے تو کون سا جرم ھے ؟ اس پروپیگنڈہ میں اسلام، حقائق توحید، اصول دین، حقوق انسانیت، حمایت حق، مخالفت باطل، ظالم سے نفرت اور مظلوم سے محبت کا اعلان ھوتا ھے ـ کیا ان چیزوں کی حمایت پروپیگنڈہ ھے ؟

"پروپیگنڈہ یعنی حسنیت کا پرچار" وہ طریقہ ھے جسے اکابر امت نے اپنایا، مشاھیر عالم نے وطیرہ بنایا اور ھم اسے اپنا جزو زندگی بنا چکے، ھماری تاریخ کا آغاز غم حسین علیہ السّلام ھے ـ یہی علامت ھے ، اسی غم نے ھمیں جان نثاری،جراءت ، فداکاری صداقت شعاری اور خدا پرستی سے سر شار کر رکھا ھے ـ

محرم کی مجلسیں، یاد تعلیماتِ آلِ محمد علیہ السّلام کے دن ھیں ـ ان دنوں میں غم حسین علیہ السّلام کی برکت سے قرآن و حدیث اور حقائق اسلام سنے سنائے جاتے ھیں ـ یہ دن حسینی شیدائیوں کے لئے مخصوص ھیں ـ ان دنوں میں مسلمان اور غیر مسلم دونوں ھدیہ ھائے خلوص، اور نزرانہ ھائے عقیدت ، آنسوؤں کے موتی اور آھوں کے تحفے بارگاہِ نبوت میں پیش کر کے ان کے نواسے کا پرسہ دیتے ھیں لیکن اسی کے ساتھ ایک طبقہ ، انسانیت شناس افراد ،

آدمیت دوست ، مفکر ، شہید اعظم کے کارنامہ شہادت پر تاریخ نفسیات ، فلسفے اور قرآن ودین کی روشنی میں .... بحث بھی کرتے ھیں ــ اور اپنے تاثرات و زاویہ ھائے نظرسے بحث وفکر کے نتائج ظاھر کر کے گمراہ انسان، حقیقت فراموش بنی آدم کو درس بصیرت و عرفان دیتے ھیں ــ

امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا تھا :ــ

انابن علی الحسین آل ھاشم — کفانی بھذا مفخراً حین افخر
وجدی رسول اللّٰہ اکرم من مشی — ونحن سراج اللّٰہ فی الخلق یزھر
وفاطمۃ اُمی سلالۃ احمد — وعمیی یدعی ذا الجناحین جعفر
وفیناکتاب اللّٰہ انزل صادقا — وفینا الھدی و الوحی ولخیر یذکر
ونحن ولاۃ الارض نسقی ولاتنا — بکاس رسول اللّٰہ مالیس ینکر
وشیعتنا فی الناس اکرم شیعۃ — ومبغضنا یوم القیمۃ یخسر

میں ھاشم کے بہترین فرزند علیؑ کا بیٹا ھوں ، جو فخر کے موقع پر میرے فخر کیلئے کافی ھے ــ زمین پر چلنے والوں میں سب سے زیادہ معزز رسول خدؐا میرے نانا ، اور ھم دنیا میں منارہء نور سراج اللّٰہ ـــــ خانوادہ رسولؐ کی فاطمہ زھرا علیہ السّلام میری ماں ، اور "ذوجناحین" جعفر طیّارؑ میرے عم محترم ھیں قرآن مجید صدق و حق کے ساتھ ھمارے گھر میں نازل ھوا ــ ھدایت ووحی ھمارے یہاں آئی ـــــ خوبیاں ھی تو بیان کی جاتی ھیں ــ ھم زمین کے والی ھیں ـــــ ناقابل رد پیالہ ھائے رسالت مآبؐ سے ھم اپنے دوستوں کو سیراب کریں گے ــ

ھمارے چاھنے والے دنیا کے دوستوں میں سب سے زیادہ معزز ، اور ھمارے دشمن قیامت کے دن نقصان اٹھائیں گے ــ

" نحن ولاۃ الارض" ـــــ ھم زمین کے مختار ھیں ، ھمارے گھر میں قرآن مجید نازل ھوا ــ ھمارے دوست معزز ھیں ـــــ تینوں باتیں اس قدر وزنی اور صحیح ھیں ــ کہ دنیا کو نہ طاقت انکار ھے ، نہ گنجائش بحث ، قرآن کی حمایت زمین کی ولایت اور دوستوں کی عزت کا احساس ھی تھا کہ جس نے سید الشھداء علیہ السّلام کو بے چین کردیا

اور اس بے چینی کا اثر تھا کہ صاحب دل حسین اور ان کے اقدامات کو سراہنے پر مجبور ہو گیا ۔ مشرق ومغرب میں جہاں بھی کوئی مسلمان ہے ۔ جہاں بھی آل محمد علیہ السّلام کے نام لیوا آباد ہیں ۔ جہاں بھی تاریخ اسلام کے واقف کار ہیں وہاں امام حسین علیہ السّلام کے نام اور کام کا چرچا ہوتا ہےہمارے ملک میں ہندو ،مسلمان ، سکھ ، عیسائی ، جین ، بدھ ،شودر اور لامذہب ، رہنمایان قوم ، رہبران ملت اکابر علم وحکمت سب کے سب عظمت سید الشہدا علیہ السّلام کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں ان لوگوں نے واقعہ ٔ کربلا میں تحفظ حرّیت اصول انسانیت ، خدمت اخلاق وصداقت ، زندگانی اسلام اور حیات آفرینی مذہب ، کے مختلف فائدوں تک رسائی حاصل کی ہے ۔ علامہ اقبال ۔ قائداعظم ۔ گاندھی ۔ جواہرلال جیسے لیڈروں سے لے کر علماء اسلام کے مشاہیر تک نے کربلا کو شمع راہ انسانیت بتایا ہے دنیا مان چکی ہے ۔ اور سارے زمانے کا قول ہے ۔

"حسین علیہ السّلام نے انسانیت واسلام وخدا پرستی کو زندہ جاوید حقیقت سمجھانے کیلئے جو قربانیاں پیش کی ہیں وہ رہتی دنیا تک انسان کے لئے سبق آموزوبصیرت افروز ہیں "

افریقہ ، انڈونیشیا ، مصر ، ایران وعراق ، ہندوستان اور پاکستان میں عمومی احتماعات ، مختلف الخیال مختلف عقیدوں کے افراد بارہا جمع ہو کر عظمت حسین علیہ السّلام پر تقریر وتحریر کے ذریعے اپنے خیالات ظاہر کرتے رہتے ہیں ۔ ان نشری تقریروں ، محفوظ تحریروں اور پر مغز مقالوں میں سے پچیس ، تبس تقریروں کا پیش نظر مجموعہ ایک تاریخی یادگار اور کار آمد ومہتم بالشان تحفہ ہے ۔

مقررین وخطباء کے ملفوظات میں قانون کے ماہرین ، سیاسیات کے مردان راہ ، تاریخ وفلسفہ اسلامیات کے علماء کے نتائج بحث ونظر ہیں ۔ یہ تقریریں خطابت وبیان کی بہترین و

منتخب یادگاریں ہیں - پاک وہند کے منتخب زعماء کے افکار پڑھیے اور پھر غور فرمایئے ۔ کہ امام حسین علیہ السّلام نے کیسے کیسے دل ودماغ وضع فرمائے ہیں -

ظاہر ہے ہندو مسلمان ، سنی ، شیعہ ، جج اور مجتہد ، خطیب اور مفکرؔ ، سیاست دان اور گوشہ نشین حضرات کے نقطہ ھائے نظر ، انداز بحث ، طریق استدلال ، استخراج ، نتائج یکساں نہیں ہو سکتے رنگارنگ مکاتب خیال کے افراد ایک موضوع پر رائے نہیں دے سکتے اس لئے ہمیں یا آپ کو اختلاف ہونے کا سوال ہی نہیں -

لیکن اصل معاملہ ہے "حسینیت و اہمیت و عظمت شہادت" کا تو اس سلسلے میں سب متفق الخیال ہیں - اور متحدہ العقیدہ ہیں -

ان تقاریر کا پس منظر : -

اپریل ۱۹۵۵ء ، شعبان ۱۳۷۴ ھ میں اہل لاہور نے "شہید اعظم" کی یاد میں "یوم الحسین علیہ السّلام" کے نام سے مسلسل چند احتماعات کئے تھے - ان پر شکوہ جلسوں میں ہندوپاک کے نامورو اکابر ملک وملت نے شریک ہو کر اپنے جذبات حسینیت بیان کئے نواب مظفر علی خان صاحب قزلباش کے خطبہ استقبالیہ کے بعد نواب مشتاق احمد صاحب گورمانی کا افتتاحیہ خطبہ اسی تقریب کا آغازتھا گورمانی صاحب اس وقت یہاں کے گورنر تھے - اس لئے ان کی تقریر خاصی اہمیت رکھتی ہے -

"امام حسین علیہ السّلام کی عظیم ترین قربانی بنی نوع انسان کے لئے باعث فخر ہے"

یہ عنوان مطالعہ ونظر ، انداز گفتگو اور پیام کے لحاظ سے بڑے رفیع خیالات کا حامل ہے - انہوں نے اپنی تقریر کے آغاز میں کہا -

"مجھے خوشی ہے کہ موجودہ مجالس میں آپ نے صرف مسلمانوں کو نہیں بلکہ غیر مسلموں کو بھی شرکت کی دعوت دی ہے تاکہ وہ اس عظیم انسانی کارنامے کی یاد اکھٹا ہو کر منائیں اور

اس بطل حرّیت وصداقت کی خدمت میں خراج تحسین پیش کریں
جس نے انسانی آزادی اور حق وصداقت کی بنیادوں کو مستحکم
کیا ۔ حضرت امام حسین علیہ السّلام کی قربانی ایک ایسا
واقعہ ہے جسکی نظیر تاریخ انسانی میں نہیں ملتی ۔
میں یہ الفاظ محض جذباتی طور پر نہیں کہہ رہا ہوں ...."

یہ گہرا تاثر اس عظمت کا نتیجہ ہے جو روز روشن کیطرح
عیاں ہے ۔ اس میں پروپیگنڈے کی بے جانی ، کے بجائے مطالعہ وفکر
کا حقیقت مندانہ اظہار ہے ۔ یہ جملے کسی شاعر کے نہیں ایک حاکم
کے الفاظ ہیں ، جسکا اس وقت عوام سے حاکمانہ رشتہ تھا ۔ جو بات
کہنے میں آزاد اور اظہار خیالات میں کسی کا پابند نہ تھا ۔
انہوں نے اس دعوے پر مضبوط دلیلیں مہیا کی ہیں اور کہا : ۔

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی قربانی ۔ حضرت مسیح علیہ
السّلام کی قربانی. اس قسم کی مثالیں ہیں ۔ مگر حضت امام
حسین علیہ السّلام کی قربانی اس لحاظ سے ان دوبڑی انسانی
قربانیوں پر فوقیت رکھتی ہے کہ ان کی قربانیاں گو رضائے
حق کے لئے تھیں ۔ لیکن ان کے مخالفین کے عمل کا نتیجہ
تھیں اور حضرت سید الشہداء علیہ السّلام کی قربانی بالارادہ
تھی ۔ وہ یہ جانتے تھے کہ وہ اور ان کے محدود ساتھی
اعداء کے لشکر کثیر کا مقابلہ نہیں کر سکتے ۔ لیکن بقول
حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللّہ علیہ

سر داد ونداد دست در دست یزید حقّا کہ بنائے لا الہ است حسینؑ

انہوں نے باطل کے سامنے سر جھکانے کے بجائے اپنی تمام
دنیاوی متاع ، مال و اولاد اور جان کو اعلائے کلمۃ الحق کی
خاطر قربان کر دیا ۔

اس عظیم الشان قربانی کا عظیم اور ممتاز پہلو یہ ہے کہ
حضرت امام حسین علیہ السّلام کی قربانی انفرادی قربانی نہ تھی
بلکہ آپ کی قربانی جماعتی حیثیت رکھتی ہے ۔

جناب خلیفہ شجاع الدین مرحوم سابق اسپیکر لیجسلیٹو اسمبلی پنجاب ، ویاس دیو مصرا صاحب بار ایٹ لاء دھلی ، جسٹس محمد خورشید زمان صاحب ـ منشی گوپی ناتھ امن صاحب سابق وزیر صوبہ دھلی ـ جسٹس ایس ، اے رحمان صاحب ـ جناب میاں محمد افضل صاحب سابق وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی ـ جناب ڈاکٹر سید محمود صاحب مرحوم سابق وزیر خزانہ ھندوستان ـ الحاج سید بابا خلیل احمد صاحب بنارس ـ علامہ علاؤ الدین صاحب صدیقی صدر شعبہ اسلامیات پنجاب یونیورسٹی ـ جناب صاحبزادہ سید فیض الحسن صاحب سجادہ نشین آلومہار ـ قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادی ـ مولانا جمال میاں صاحب فرنگی محلی کے علاوہ سردار گیانی گور مکھ سنگھ صاحب مسافر ایم ، پی صدر صوبہ کانگرس کمیٹی ـ سوامی کلجگ آنند صدر اچھوت لیگ ڈھاکہ کی تقریریں شیعہ علماء وزعماء کی تقریروں سے کم وزنی نہیں ھیں ـ ان سب حضرات نے میاں مشتاق احمد صاحب کے خیالات کو مختلف طریقوں سے دھرایا ھے ـ

شیعہ خطباء ، زعماء وعلماء کا تو کہنا ھی کیا ، ان کی ھر تقریر میں زور بیان ، غلط فہمیوں کا ازالہ ، مخلصانہ گہرائی عقیدت مندانہ ووالہانہ جزبات کا شباب ھے ـ یہ تقریریں مقررین کے لئے نمونہ کا کام بھی دے سکتی ھیں اور مضمون و تقریر کے لئے مواد کی حیثیت سے عموماً استعمال میں آ سکتی ھیں ـ

یہ سب تقریریں اسی زمانے میں محفوظ کرلی گئی تھیں ۔ یوم الحسین علیہ السلام کمیٹی لاھور کی درخواست پر مولانا ابن حسن صاحب نجفی نے پوری احتیاط ومحنت سے سب کچھ مرتب فرمایا کتابت وطباعت ھوئی ـ لیکن بعض مجبوریوں کی بناء پر اشاعت ملتوی کر دی گئی ـ

"رضا کار" کے محترم ایڈیٹر جناب محمد صدیق صاحب بی، اے نے اب کے محرم کے موقعہ پر اھتمام کے ساتھ اس مجموئے کو اشاعت کے لئے منتخب فرما کر ایک برمحل اقدام کیا ھے ـ جس کے لئے وہ قوم کے بہترین شکریوں کے مستحق ھیں فقط : ـ

مولانا سید مرتضے حسین

صدر الافاضل لاھور

عرضِ حال

"یوم حسین علیہ السّلام" کے عظیم اجتماعات، طرز و معیار کے اعتبار سے یقیناً آپ اپنی نظیر تھے ...... لیکن ان ہمہ گیر جلسوں کی کارروائی اگر عصری طریقوں سے منضبط نہ ہوتی تو افادیت محدود ہو کر رہ جاتی۔

شکر ہے کہ "حسین ڈے" کے بالغ نظر کار پردازوں نے جہاں ہر اچھے پہلو پر نگاہ رکھی۔ وہاں اس مفید اقدام میں بھی اپنی مثالی سلیقہ مندی کا مظاہرہ کیا ــــ خداوندعالم ان کے نیک توجیقات میں مزید اضافہ فرمائے۔

پھر نشر و اشاعت کا اہتمام سب سے بڑا فریضہ تھا۔ چنانچہ اس جانب بھی پوری توجہ دی گئی اور اس کام کیلئے "قرعہ فال" میرے نام نکلا۔

اب میں تھا اور میری دقتیں۔ یعنی ایک طرف دانشوروں کا متاع فکر اور دوسری سمت تدوین کا دشوارگذار مرحلہ ــــ دشوار گذار اس لئے کہ میرے سامنے تقریریں تھیں، تحریریں نہیں تھیں ــــ اور خطاب کو کتاب کے سانچے میں ڈھالنا کھیل نہیں۔

اس مجموعہ ذکر و عقیدت کے مطالعہ سے شہیدِ اعظم حضرت امام حسین علیہ السّلام کی حیات طیبہ اور حضور کے ابدی کارناموں کا تقریباً ہر گوشہ آنکھوں کے آگے آجاتا ہے پڑھنے والوں کو ورق ورق میں "گلشنِ تربیت" سے لیکر "میدانِ شہادت" تک تمام منازل، جملہ مراحل سبط نبی صلعم کے کل اقدامات اور ان کے مجموعی تاثرات کو ذہن نشین کرانے کی بہترین کوشش نظر آئیں گی مگر ع :- بیاں اپنا اپنا زباں اپنی اپنی

کہنے سننے والے حضرات مختلف ممالک، مختلف طبایع، طبقات اور مختلف مکاتب خیال سے تعلق رکھتے تھے۔ لہذا تنوع فکر کو ایک قدرتی امر تصور کرنا چاہیے۔ البتہ نظری مغائرت کے باوجود "وحدتِ مقصد" قابلِ فخر حد تک نمایاں ہے ــــ

اور کیوں نہ ہو ؟ مرکز اتحاد جذب وکشش کی غیر متناہی کائنات "حسینیّتؑ" ہے اور پھر یہ بھی مسلم ہے کہ ع :-

حقیقت ابدی ہے مقام شبیری

اسی لئے ہر سلجھی ہوئی طبیعت ادھر آتی ہے اور ہر سنبھلے ہوئے مزاج کو رجوع ہونا پڑتا ہے .... ہاں حسین

ع:- بڑا ہے نام ترا اور بڑی تری سرکار

خطباء کی کاوشوں کو جتنا بھی سراہا جائے کم ہے - ایک معیاری معرض سخن میں جس حسن تکلم کی توقع کی جاسکتی ہے وہ پورے شباب پر ہے - تحقیق کے جلوے اپنی بہاریں دکھاتے ہیں اور محبت ووابستگی کے تو دریا اُمنڈتے معلوم ہوتے ہیں -

اس سلسلہ میں راقم الحروف نے جو خدمت انجام دی ہے وہ صرف یہ کہ "تقریر کو تحریر" کا جامہ پہنا دیا ہے - مگر قدو قامت وضع قطع اور خدوخال کا پورا پورا لحاظ رکھا ہے - اگرچہ کہیں کہیں معمولی سا تصرّف بھی کیا ہے لیکن صاحب مقال کے منشاء و مراد کی صیانت کو مقدم رکھا ہے - نیز ہر مقرر کے ذہنی رجحاناتِ بیان کی انفرادیت اور زبان کی خصوصتیں بھی محفوظ ہیں علاوہ ازیں جہاں کہیں بھی ترمیم و اضافے کی ضرورت پیش آئی ہے وہاں نہ صرف یہ کہ کامل دیانتداری سے کام لیا گیا ہے بلکہ فن کے تقاضے بھی پورے کئے گئے ہیں - اور اس عنوان سے کہ اصل و وصل میں امتیاز مشکل -

اس منزل پر یہ اعث افلازم ہے کہ "حسینؑ ڈے" کے بین الملکی اجتماعات میں پاک وہند کے ممتاز شعرا نے بھی حصّہ لیا تھا - مگر افسوس کہ ان کے جواہر پارے نہیں ملے - نیز سب سے زیادہ قلق اس بات کا ہے کہ امیر ملّت گرامی جناب مہا راجہ صاحب محمود آباد مدظلہ العالی کا شاہکار مسدّس بھی زینت تالیف نہ ہو سکا - اور یہ احساس بھی کہ بعض وجوہ کی بناء پر فاضل پروفیسر مسٹر پرش کا مقالہ "The Secrifice of Imam Hussain" بھی شامل نہیں کیا جارہا

نیز حرفِ آخر کے طور پر ایک اہم گذارش یہ کہ ان اوراق کی ترتیب وتدوین کی حد تک تو مجھے ذمہ وار سمجھنا چاہئے لیکن تمام اجزاء سے میرا اتفاق ضروری نہیں - والسّلام

خادم العلم

(مولانا) ابن حسن نجفی

خطبۂ افتتاحیہ

امام حسین علیہ السّلام کی عظیم ترین قربانی بنی نوعِ انسان کیلئے باعثِ فخر ہے

فضیلت مآب جناب مشتاق احمد صاحب گورمانی —— گورنر صوبہ پنجاب
صاحبِ صدر ارکانِ انجمن و حضرات : —

میں بہ صمیمِ قلب آپ حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے ان مجالس کے افتتاح کی دعوت دی ہے۔ اس مقدس تقریب میں شرکت اپنے لئے باعثِ سعادت سمجھتا ہوں۔

تیرہ سو برس سے مسلمان جناب سیّد الشہداء علیہ السّلام کی عدیم المثال قربانی کی یاد مناتے چلے آئے ہیں۔ قدیمی دستور کے مطابق ان کا نیا سال بارگاہِ امامت میں خراج عقیدت پیش کرنے سے شروع ہوتا ہے۔ محرم الحرام میں مجالس عزا منعقد کی جاتی ہیں اور اِن مجالس میں واقعاتِ شہادت اور مناقب آل محمد علیہ السّلام بیان کئے جاتے ہیں اور محبانِ اہلبیت بارگاہِ امامت میں اپنے آنسوؤں کا نذرانہ پیش کرتے ہیں اور ان سے اپنے دل کو صیقل کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام کی عظیم الشان قربانی محض مسلمانوں کے لئے ہی نہیں بلکہ تمام عالم انسانی کے لئے ایک قابلِ فخر و موجب ہدایت واقعہ ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ موجودہ مجالس میں آپ نے صرف مسلمانوں کو ہی نہیں بلکہ غیر مسلموں کو بھی شرکت کی دعوت دی ہے تاکہ وہ اس عظیم انسانی کارنامے کی یاد اکٹھے ہو کر منائیں۔ اور اس بطلِ حریّت وصداقت کی خدمت میں خراج تحسین پیش کریں۔ جس نے انسانی آزادی اور حق وصداقت کی بنیادوں کو مستحکم کیا۔ حضرت امام حسین علیہ السّلام کی قربانی ایک ایسا واقعہ ہے۔ جس کی نظیر تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔ میں یہ الفاظ محض جذباتی طور پر نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ ایک حقیقت کا اظہار کر رہا ہوں۔ ہر ذی حیات کا یہ ایک فطری تقاضا ہے کہ وہ اپنی بقائے حیات کے لئے باقی سب چیزوں کو قربان کر دے لیکن انسان اور دیگر جانداروں میں فرق یہ ہے

کہ انسان کا تصوّر زندگی محض مادی زندگی تک محدود نہیں ہوتا۔ ایک انسان کی زندگی مرکب ہے مادیت اور روحانیت کا ۔ ایک انسان کی زندگی عالمِ وجود میں آنے سے اور اس سے کوچ کرنے تک محض دن گننے کے لئے نہیں ہوتی بلکہ اس کی دنیاوی زندگی آنے والی مستقل زندگی کا پیش خیمہ ہوا کرتی ہے اور اس آنے والی زندگی پر اعتقاد رکھنا مسلمان کا ایمان ہے اور یہ وہ اعتقاد ہے جس کے ماتحت فطرت کی قدروں کو قائم رکھنے اور بلند کرنے کی خاطر اپنی مستقل اور آنے والی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے اور رضا جوئی حق اور اپنی آئندہ زندگی کو درجۂ ارتقاء کے بلند مدارج تک پہنچانے کیلئے اس دنیاوی زندگی جیسی متاع عزیز کو بھی قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتا ۔ دنیا کی عظیم شخصتیں جنھوں نے رضائے حق اور قانون فطرت کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے اس قسم کی قربانیاں پیش کی ہیں ۔ وہ آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے مشعل ہدایت کا کام دیتی ہیں ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی ، حضرت مسیح علیہ السلام کی قربانی ، اس قسم کی مثالیں ہیں ۔ مگر حضرت امام حسین علیہ السّلام کی قربانی اس لحاظ سے ان دو بڑی انسانی قربانیوں پر فوقیت رکھتی ہے ۔ کہ ان کی قربانیاں گو رضائے حق کے لئے تھیں لیکن اُن کے مخالفین کے عمل کا نتیجہ تھیں اور حضرت سید الشہداء علیہ السّلام کی قربانی بالارادہ تھی ۔ وہ یہ جانتے تھے کہ وہ اور ان کے محدود ساتھی اعدا کے لشکر کثیر کا مقابلہ نہیں کر سکتے ۔ لیکن بقول حضرت خواجہ معین الدّین چشتی رحمۃ اللّٰہ علیہ :-

سر داد ونداد دست در دست یزید — حقّا کہ بنائے لا الٰہ است حسین

انہوں نے باطل کے سامنے سر جھکانے کے بجائے اپنی تمام دنیاوی متاع ، مال و اولاد اور جان کو اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر قربان کر دیا ۔

اس عظیم الشان قربانی کا عظیم اور ممتاز پہلو یہ ہے کہ

حضرت امام حسین علیہ السّلام کی قربانی محض انفرادی قربانی نہ تھی بلکہ آپ کی قربانی جماعتی حیثیت رکھتی ہے ـ حضرت امام حسین علیہ السّلام اور ان کے ساتھیوں کی شہادت اس چیز پر روشنی ڈالتی ہے کہ ان کی تعلیم وتربیت کے زیر اثر ان کے سب ساتھی اس جذبہ ٔ ایثار میں رنگے ہوئے تھے ـ اور انہوں نے اپنے امام کی امامت میں صلواۃ شہادت ادا کی ـ حضرت سید الشہداء علیہ السّلام کی یادگار منانے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم ان اصولوں کی پیروی کرنے کا عہد کر لیں جن کو استوار کرنے کیلئے آپ نے قربانی دی تھی ـ حضرت سید الشہداء علیہ السّلام نے اس عظیم الشان قربانی سے انسانیت کو ارتقاء کے بلند ترین منازل تک پہنچا دیا ـ انسانیت کا یہی وہ بلند مرتبہ تھا ـ جس کی تصدیق واعتراف میں فرشتوں کو حکم ہوا تھا ـ کہ آدم علیہ السّلام کو سجدہ کریں ـ اس موضوع پر میں جتنا کہوں اتنا کم ہے لیکن وقت اور پروگرام کے لحاظ سے میں اپنی معروضات ختم کرتا ہوں اور مجالس حسین علیہ السّلام کے اس سلسلے کے افتتاح کا اعلان کرتا ہوں

خطبۂ استقبالیہ

امام حسین علیہ السّلام تمام دنیائے انسانیت کا سرمایۂ مشترک ہیں

عالیجناب مظفّر علی خاں صاحب قزلباش۔ صدر مجلس استقبالیہ۔

فضیلت مآب گورنر پنجاب، حضرات علمائے کرام اور برادران ملّت السّلام علیکم :-

مجھے بیحد مسرت ہے کہ میں اس مقدس تقریب میں آپ حضرات کا خیر مقدم کر رہا ہوں۔ حضرت امام حسین علیہ السّلام نے جو عظیم قربانی انسانیت کو بچانے کے لئے کربلا کے میدان میں پیش کی ہے۔ اس کی مثال تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے یوں تو دنیا میں لاکھوں انسان حق کی حمایت میں آغوشِ احل سے ہمکنار ہوئے لیکن جس انداز کے ساتھ کربلا کے مجاہد اکبر نے راہِ حق میں جان دی ہے اس کی نظیر ملنا ناممکن ہے۔ حسین علیہ السّلام کی قربانی نے نوع انسانی کو یہ سبق دیا ہے کہ جب باطل اپنے پورے کرّوفر کے ساتھ حق کے مقابلے میں صف آراء ہو جائے تو ایک حق پرست انسان کا یہ فرض ہے کہ وہ مادی اسباب اور قلت وکثرت کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے میدان عمل میں نکل آئے اور اس وقت تک پیچھے نہ ہٹے جب تک کہ باطل کے سر کو اپنے قدموں پر جھکا نہ لے۔

حسین نے بلا امتیاز مذہب وملّت کربلا میں یہ درس دیا ہے کہ جب کسی شخص کو اپنے نصب العین کی سچائی اور اصول کی صداقت کا کامل یقین ہو جائے تو اس راہ میں اگر اُسے گھربار لٹانا پڑے، بچے کٹوانے پڑیں۔ حتی کہ اس سے بھی بڑی قربانی دینا پڑے۔ سب کچھ گوارا کرے مگر اپنے نصب العین سے دست بردار نہ ہو۔

حسینؑ کی یاد منانے کا سب سے بڑا مقصد یہی ہے کہ ہم ان کی تعلیمات پر چلکر انسانیت کی خدمت کر سکیں۔ جس طرح آفتاب کی شعاعیں کسی خاص خطّۂ ارض کیلئے مخصوص نہیں ہوتیں

بلکہ کائنات کے ذرّے ذرّے کو منور کرتی ہیں اسی طرح کسی شہیدکی قربانی کسی خاص گروہ ، فرقے یا قوم کیلئے مخصوص نہیں ہوتی ۔

حضرت امام حسین علیہ السّلام بھی کسی ایک فرقے یا قوم تک محدود نہیں بلکہ وہ تمام بنی نوع انسان کا سرمایۂ مشترک ہیں اگر ان کی قربانی سے مسلمان سبق حاصل کر سکتے ہیں تو غیر مسلم بھی اسی طرح استفادہ کر سکتے ہیں ۔ حسین ڈے کے اجتماعات کا مقصد یہی ہے کہ مسلم وغیر مسلم ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر کربلا کے اس "انٹرنیشنل ہیرو" کی خدمت میں خراج عقیدت پیش کریں تاکہ ہم میں خیر سگالی اور محبت ورواداری کے جذبات پیدا ہو سکیں ۔ کربلا کے میدان میں حسینؑ نے کسی غیر مسلم گروہ کے مقابلہ میں صف آرائی نہیں کی تھی اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ غیر مسلم حسینؑ سے بیگانگی کا مظاہرہ کریں بلکہ حسینؑ نے اپنی ہی قوم کے ایک بدکردار بادشاہ کے خلاف علم جہاد بلند کیا تھا ۔ یزید اسلام میں جو برائیاں پیدا کرنا چاہتا تھا اُسے روکنے کیلئے حسینؑ نے اتنی بڑی قربانی پیش کی ۔ اس تاریک زمانے میں حسینؑ کی قربانی ایک روشنی کا ستون ہے ایک منارۂ ہدایت ہے مجھے توقع ہے کہ جن پاکیزہ مقاصد کے ماتحت یہ مقدس اور مبارک اجتماعات منعقد کئے جارہے ہیں ان میں ہمیں کامیابی حاصل ہو گی ۔ آخر میں ایک مرتبہ پھر آپ حضرات کا دلی خیر مقدم کرتا ہوں اور خصوصیت کیساتھ فضیلت مآب گورنر پنجاب ، ہز ایکسیلینسی راجہ غضنفر علی ہز ایکسیلینسی سفیر کبیر دولت ایران ۔ ہز ایکسیلینسی گورنر سندھ آنریبل جسٹس الیس ، اے رحمان ۔ آنریبل خلیفہ شجاع الدین سپیکر پنجاب لیجسلیٹو اسمبلی کا سپاس گذار ہوں کہ ان حضرات نے میری ناچیز درخواست کو شرف قبول بخش کر اس اجلاس کی شان کو بڑھایا سب سے زیادہ قابل شکریہ امیر ملّت راجہ امیر احمد خاں صاحب والی محمودہ آباد ہیں جو دور و دراز سفر طے کر کے عراق سے اس مقدس اجتماع میں شریک ہوئے ۔ خداوند تعالےٰ اپنے حبیبؐ کے صدقے میں آپکو جزائے خیر عطا فرمائے ۔

شہادت حسین علیہ السّلام کا فلسفہ

(الحاج سیدبابا خلیل احمد صاحب بنارسی)

بسم اللہ الرّحمن الرحیم :- تعاونو اعلےالبرو التقوی ولا تعاونو علےالاثم و العدوان ۔

جناب صدر میرے بزرگو ، اور عزیزو :-

میں بہت مسرور ہوں ۔ کہ "یوم الحسین" کے سلسلہ میں مجھے حاضری کی سعادت میسّر آئی ۔ ارکانِ انجمن کا شکر گذار ہوں ۔ کہ ان کی یاد آوری کا یہ نتیجہ ہے کہ میں بھی اس جلسہ کی شرکت کا فخر حاصل کر سکا ۔

ابھی آپ نے میرے فاضل پیشرو کی زبانی شہادت کے مقاصد اور نتائج پر ایک بصیرت افروز تقریر سنی ۔ صرف ایک پہلو اس کا جو آپ کے سامنے نہیں آسکا ۔ میں اس پر تھوڑی سی روشنی ڈالنا چاھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اس پیکرِتسلیم ورضانے جو قربانی پیش کی آخر اس قربانی کی غرض وغایت یا شہادت حسین کا فلسفہ کیا ہے ؟ علمائے اسلام کا اتفاق ہے کہ تمام نبیوں کو جس قدر کمالات الگ الگ عطا فرمائے گئے تھے جیسے آدم اور حضرت داؤد علیہم السّلام کو خلافت ، حضرت سلیمان علیہ السّلام کو حکومت ، حضرت یوسف علیہ السّلام کو حُسن، حضرت ابراھیم علیہ السّلام کو خلت ، حضرت موسی علیہ السّلام کو کلام ، حضرت نوح علیہ السّلام کو شکر اور حضرت یونس علیہ السّلام کو عبادت ۔ یہ تمام کے تمام کمالات اور خوبیاں ہمارے آقا حضرت محمدرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یکجائی حیثیت سے عطا ہوئے اور یہ ہی نہیں بلکہ اور بھی خوبیاں اور کمالات تھے ۔ جو اللہ تعالے نے آپؐ کو عنائت فرمائے ۔ اور کسی دوسرے نبی کو وہ مرحمت نہیں فرمائے گئے ۔ لیکن ایک بات جو ظاھری نگاھوں سے حضوؐر میں نہیں دیکھی جاتی وہ شہادت تھی اور بقولِ علماء

ولکن بقی لہ کمال لم یحصل لہ بنفسہ وھی شہادۃ "۔ کہ ایک خوبی یا کمال بچ گیا تھا ۔ جو بذات خود حضورؐ کو حاصل نہیں کو حاصل نہیں ہوا اور وہ کمال شہادت تھا ۔ یہ کیوں؟ اسکا جواب یہ ہے کہ اگر حضورؐ کسی جنگ میں شہید ہو جاتے تو کفار کو طعن کا موقعہ ملتا اور دین کے اندر ایک قسم کا ضعف و اختلال واقع ہو جاتا اور اگر ظاہر کے بجائے پوشیدہ طور پر آپ کو شہادت عطا کی جاتی تو اس کا تذکرہ نہ ہوتا اور یہ شہادت مشہور نہ ہوتی اور پھر یہ شہادت شہادتِ کاملہ بھی نہ قرار پاتی ۔ اس لئے کہ بقول علمائے اسلام کمالِ شہادت یہ ہے "فان تمام الشہادۃ ان یقتل رحل فی الغربۃ و الکوبتہ" کہ پہلا نشان کمال شہادت کاملہ کا یہ ہے کہ (شہید اپنے وطن سے دور جا کر شہید ہو اور اس حالت میں ہو کہ وہ بے یارو مددگار اور ہر قسم کی مصیبت میں گرفتار ہو ۔ یعنی اسکی آنکھوں کے سامنے تمام اعزّہ اور رشتہ دار شہادت پائیں نیز یہ کہ اسکی شہادت کے بعد مال بھی لوٹا جائے اور اسکی بیویوں اور یتیم بچوں کی گرفتاری بھی عمل میں آئے ۔ اور یہ سب کیوں؟ اسلئے کہ "کل ذالک فی ذات اللّٰہ" کہ اس سے محض اللّٰہ کی رضاوخوشنودی حاصل کی جائے ۔) پس اس تفصیل سے ظاہر ہوا کہ شہادت کی دو قسمیں ہیں ۔

(۱) پوشیدہ شہادت جسے شہادتِ سری یا خفی کہتے ہیں ۔

(۲) شہادتِ ظاہری جس میں اسکا اعلان و شہرت لازمی ہے ۔

حضور سرور کائناتؐ کو تمام کمالات جو اللّٰہ تعالےٰ نے کامل جامعیت کے ساتھ عطا فرمائے تھے ۔ ان میں سے بس ایک یہی کمال باقی رہ گیا تھا ۔ جو آپ کو بظاہر حاصل نہ ہو سکا اسکی وجہ یہ تھی کہ آپؐ کا وجود اقدس ایک تھا اور شہادتیں دو تھیں ۔ خفی اور جلی ۔ بنابریں پروردگار عالم نے اس غرض و غائت کو پورا کرنے کیلئے کہ ہمارے حضورؐ کو یہ کمال طور پر حاصل ہو جائے اپنے محبوبؐ کے سراپا اور حضورؐ کے پیکر اقدس کے دو ٹکڑے کیے ۔ ان دو ٹکڑوں سے رسولؐ اللّٰہ کے پیکر کے ایک حصہ کا نام "حسؑن رکھا اور اس وجود اقدسؑ کے دوسرے ٹکڑے کا

نام "حسینؑ" ۔ چنانچہ تمام احادیث میں وارد ہے کہ ۔ الحسن کان اشبہ برسول اشبہ برسول اللہ ما بین الصدر الی الراس" کہ حضرت حسنؑ رسول اللہ کے سینہ سے لے کر سر اقدس تک بالکل مشابہ حضور تھے ۔"والحسین اشبہ ربسول اللہ ماکان اسفل ذلک" اور حسین رسول اللہ کے سینے سے لیکر پیر تک بالک مشابہ تھے ۔ گویا اگر یہ ٹکڑے الگ الگ کر دیئے جائیں تو ایک کا نام حسنؑ اور ایک کا نام "حسینؑ" ہو گا ۔ اور اگر دونوں حصوں کو ایک کر دیا جائے تو نہ "حسنؑ" باقی رہیں گے اور نہ "حسینؑ" ۔ بلکہ سراپائے محمدؐ ہو گا ۔

پس اس کمالِ عظیم کو اپنے رسول کی ذات میں شامل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان دو تصویروں کو بنایا تھا ۔ وہ تصویر جو سر سے لے کر سینہ تک تھی اس کو وہ شہادت عطا کی جسے شہادتِ سرّی یا خفی کہتے ہیں اور وہ تصویر جو سینے سے پیر تک مشابہ رسول تھی اُسے وہ شہادت عطا کی ، جسے شہادتِ جلی کہتے ہیں ۔ اب چونکہ یہ دونوں شہزادے ایک جگہ پر سراپائے حضورؐ نظر آتے ہیں ۔ اس لئے ان دونوں کی شہادت کا مقصد "حسنؑ و حسینؑ" کی شہادت نہ تھا ۔ بلکہ خود حضور سرورِ کائناتؐ کی شہادت تھا

چنانچہ جب سر اقدس حضرت امام حسینؑ نیزہ پر بلند دمشق کو لے جایا جا رہا تھا تو اچانک ایک صحابی زید بن ارقم کی نظر اس پر پڑی ۔ آپ بے ساختہ بول اٹھے ۔اے فرزندِ رسول آج دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے سر کو دشمن لئے جا رہا ہے ۔ اس سے تازہ خون ٹپک رہا ہے ۔ ان ظالموں نے اس حقیقت کو سمجھا ہی نہیں ۔ انہوں نے آپکو شہید نہیں کیا بلکہ خدا کے محبوب محمدؐ کو شہید کیا ہے ۔

بہر حال عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کی شہادت خود سرورِ کائنات کی شہادت ہے ۔ علمائے کرام کا اتفاق ہے کہ شہادت سید الشہداؑ کی شہرت قبل شہادت ہی ہو چکی تھی اس لئے خود رسول اکرم پہلے ہی آگاہ فرما چکے تھے ۔

خود رسول اکرمؐ پہلے ہی آگاہ فرما چکے تھے۔

ایک دفعہ حضرت علی علیہ السلام جنگِ صفین کو جا رہے تھے کہ آپ نے ارشاد فرمایا ۔ ذکرِ حسین علیہ السلام کو قدرت نے وہ شہرت دی ہے کہ اگر کوئی طاقت اس کو روکنا چاہے تو نہیں روک سکتی کیونکہ قدرت نے اس کو خود مشہور کیا ہے اور خود اس کا ذکر کیا ہے ۔ روزِ عاشورہ کربلا میں آسمان سے ندائیں آنے لگیں ۔ آسمان سے خون کی بارش ہوئی ۔ تا آنکہ مٹی خون میں تبدیل ہوگئی اور تمام شہداء کی لاشوں کی حفاظت جنگل کے درندوں نے کی ۔ ان امور سے ظاہر ہے کہ یہ وہ ذکر ہے جس کو یہ مصداق " ورفعنا لک ذکرک " خداتعالیٰ نے بلند کیا ہے ۔ پھر اسے کون روک سکتا ہے ۔ (اب رہ گئی یہ بات کہ سید الشہداءؑ کی شہادت کا ذکر صرف قرآن میں ہے یا حدیث میں ہوا ہے ۔ نہیں بلکہ یہ شہادت وہ سرِ عظیم ہے جس کا ذکر تورات اور دیدوں تک میں موجود ہے ۔ ایک حوالہ تورات کا پیش کرتا ہوں خدا کے نبی فرماتے ہیں " کہ اللہ پاک نے یروشلم کے شمال (عراق) میں دریائے فرات کے کنارے ایک قربانی مقرر کر رکھی ہے " اسی طرح دید میں لکھا ہے کہ " اللہ کے ایک نبی جن کا نام ابراہیم ہے ان کے ایک محبوب ہونگے ۔ ابراہیم کے محبوب کا ایک محبوب ہو گا ۔ جو اپنی قربانی کے ذریعہ حق وصداقت کو زندہ جاوید کر دے گا")

حسینؑ کی شخصیت بین الاقوامی شخصیت ہے

علامہ علاؤالدّین صاحب صدیقی صدر شعبہ علوم اسلامیہ
(پنجاب یونیورسٹی لاہور)

" نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم -" رَبِّ اشرَح لِی صَدرِی وَیَسِّر لِی أمرِی وَاحلُل عُقدَۃً مِن لِسانِی یَفقَهُو قَولِی "

صدر گرامی قدر ومعزز حضرات ـــــ اگرچہ میری طبیعت ناساز تھی لیکن حاضر ہو گیا اور صرف اس لئے کہ ان بابرکت اجتماعات میں شرکت کی سعادت حاصل ہو جائے ـــــ آج کے اجتماعات کے متعلق اعلان کیا گیا ہے - کہ یہ بین الاقوامی نوعیت کے ہیں - یہ اصطلاح دنیا میں کچھ اس طرح مرغوب و مقبول ہو گئی ہے کہ بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ جو امور "بین الاقوامی" نہیں ہوتے - لوگ انہیں بھی بین الاقوامی کہنے لگتے ہیں - لوگوں کا خیال ہے کہ یہ جلسے تو حضرت امام حسین علیہ السّلام کی یاد منانے کے لئے منعقد کئے گئے ہیں اور ان سے صرف شیعہ حضرات ہی کو دلچسپی ہے مگر آج ان جلسوں کو بین الاقوامی اجتماعات کا نام دے دیا گیا ہے - لہذا میں اسی موضوع کے سلسلہ میں کچھ عرض کروں گا کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام کی شخصیت فی الواقع ایک بین الاقوامی شخصیت تھی - اور یہ جلسہ بین الاقوامی حیثیت رکھتا ہے -

میرے نزدیک حضرت امام حسین علیہ السّلام کا اسوۂ حسنہ کم از کم دو اعتبار سے بین الاقوامی حیثیت رکھتا ہے - ایک تو تاریخی اعتبار سے اور دوسرے نصالعین کے اعتبار سے چنانچہ تاریخ عالم کے لحاظ سے آپکی شخصیت ایسی بین الاقوامی حیثیت کی مالک ہے کہ آپ کا ذکر مسلسل طور پر ہزار ہا سال کی تاریخ پر چھایا ہوا ہے اور اس کا دائرہ ملکوں ، قوموں اور زمانوں تک پھیلا ہوا ہے -

یہ عظیم واقعہ شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام کم و بیش حضرت ابراہیم علیہ السلام تک تو بلا کسی اختلاف اور کسی شبہ کے گنجائش کے لیے جایا جا سکتا ہے اور **اگر** نصب العین حیات کے اعتبار سے دیکھا جائے۔ تو انسانی علم جہاں تک تصوّر کر سکتا ہے تمام انسانی تاریخ حضرت امام حسین علیہ السلام کے تذکرہ سے بھری پڑی ہے

کلامِ الٰہی کی رو سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو "جد الانبیاء" کہا گیا ہے مگر تاریخی روشنی میں اگر دیکھا جائے۔ تو معلوم ہو گا کہ آپ اقوام عالم کے بھی جدِامجد ہیں اور آپ کو وہ مقام بلند عطا ہوا ہے کہ دنیا کے سب سے بڑے تین مذاہب کے ماننے والے ان اقوام سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو آپ کی اولاد اور نسل سے ہیں۔

(۱) بنی اسرائیل یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے ہیں اور جن کا مذہب یہودیت کہلاتا ہے۔

(۲) حضرت مسیح بن مریمؑ ۔ حضرت ابراہیمؑ کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں آپ کے پیروؤں کا دین مسحیت کہلاتا ہے۔

(۳) آپ کے فرزند حضرت اسمعٰیلؑ کی اولاد میں سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مبعوث ہوئے اور آپکے دین کو اسلام کہا جاتا ہے۔

ان ہرسہ مذاہب کی تاریخ جس مقصود اور نصب العین سے وابستہ ہے اُس کا گہرا تعلق حضرت امام حسین علیہ السلام کی سیرت پاک میں پایا جاتا ہے۔

تاریخ ابراہیمیؑ کو اگر تحقیقاتِ علمی کی روشنی میں دیکھا جائے تو اس کے سِرے ایک طرف مشرق اور دوسری طرف مغرب سے متصل ہوتے ہیں۔

آپ کلدانیوں کے اس زمانے میں تشریف لائے جب یہ لوگ بت پرست تھے ہاتھوں سے خود ہی بت تراشتے تھے۔ پھر خود ہی ان کو

پوجنے لگتے تھے ۔ اس زمانے میں حضرت ابراھیم کو توحید الٰہی کا علمبردار بنا کر اللہ تعالےٰ کی طرف سے بھیجا جاتا ھے دنیا میں خدا کے حکم کو لے کر وطن عزیز سے باھر جانا پڑتا ھے "ذھاب اِلیٰ اللہ" کی اتنی بھتر مثال اس شانِ رفیع کے ساتھ تاریخ میں کسی اور ھستی کی نہیں ملتی ۔ آپ نے مخالف قبیلوں اور قوموں میں حق کی تبلیغ فرمائی —— آپ کی دو ازدواج محترم تھیں ۔ حضرت سارہؑ جو آپ ھی کے خاندان سے تھیں ۔ دوسری اھلیہ محترمہ مصر کے شاھی خاندان سے تھیں ۔ جن کا نام ھاجرہ تھا ۔ حساب ابراھیم کی پہلی بیوی سے کوئی اولاد نہ ھوئی اور حضرت ھاجرہؑ سے حضرت اسمٰعیلؑ پیدا ھوئے اس کے بعد آپ کی دعا سے پہلی بیوی یعنی حضرت سارہؑ سے حضرت اسحٰاقؑ علیہ السّلام پیدا ھوئے ۔

ھزار ھا سال کی تاریخ ان ھی دو حضرات یعنی حضرت اسحٰاقؑ اور حضرت اسمعیل علیھم السّلام کی اولاد سے وابستہ ھے ۔ تورات و انجیل اس زمانے کی تاریخ بیان کرتی ھیں ۔ اور یہ نوشتے آج تک اگرچہ منسوخ وتبدیل شدہ صورت ھی میں سہی ، موجود ھیں ۔ تورات شاھد ھے کہ خدا نے بشارت دی کہ اے ابراھیم • میں اسمٰعیلؑ کی اولاد کو برکت دوں گا اور ھاجرہ کیطرح سارہؑ کی اولاد کو بھی برکت دونگا بڑے بڑے علمائے اسرائیل اور اقوام یورپ تورات کی اس گتھی کو نہ سلجھا سکے ۔ وہ کہتے ھیں کہ ساری برکتیں اولاد اسحاق علیہ السّلام سے وابستہ ھیں مگر یہ بات تاریخی طور سے آج بھی چھپائی نہیں جا سکتی کہ ان کی اپنی کتاب تاریخ تورات میں حضرت اسمعیل علیہ السّلام کی برکتوں کا ذکر بھی خاص طور پر کیا گیا ھے ۔

سوال یہ ھے کہ بقول مسیحوں کے اگر یہ برکتیں اسحاق علیہ السّلام تک محدود نہ تھیں ۔ تو حضرت اسمعیل علیہ السّلام کی اولاد میں ان برکتوں کا وارث سوائے جدِ حسین سید الانبیاء محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کون ھے ؟ ان کے وارث وھی ھیں جن کا کتاب تورات باب ۱۸ کی آیت ۱۶ تا ۱۸ میں اسطرح بیانؑ

کہ "خداوند سینا سے آیا اور فاران کی چوٹیوں پر چمکا" اب تاریخ یہ حقیقت کس طرح چھپا سکتی ہے ۔ اور کیونکر تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ اسرائیلی اقوام و قبائل حضرت اسحاق علیہ السّلام و جناب موسیٰ علیہ السّلام سے تو برکتوں کے متعلق سمجھیں ۔ لیکن جس نے فاران پر طلوع فرمایا ۔ محض تعصب اور ضد کی بناء پر اسکی برکتوں کو ماننے میں تامل کیا جائے ۔

لیکن تاریخی تحقیق خاموش نہیں رہنے دیگی ۔ اللہ تعالے کا نور جو نور ھدایت بنکر چمکا ۔ مختلف حالتوں ، ملکوں اور زمانوں سے گذرتا ہوا وادئ سینا سے اس بین الملل اور بین الزمن شخصیت کی صورت میں ظہور پذیر ھوا جسے سید الانام حضرت محمد مصطفے علیہ الصلواۃ والسلام کہا جاتا ہے اور جن کے دامن رسالت اور آغوش نبوت میں سیدنا حضرت امام حسین علیہ السّلام نے پرورش پائی ۔ جن کے اسوۂ ایثار اور شان شہادت نے اقوام عالم کو درس حیات سکھایا جس طرح حضرت ابراھیم علیہ السّلام اور ان کی اولاد ملکوں ، قوموں اور زمانوں کی تاریخ پر چھائی ھوئی ہے ۔ اسی طرح حضرت امام علیہ السّلام کی شخصیت معراج تسلیم ابراھیمی کی حیثیت سے اقوام عالم پر چھائی ھوئی ہے ۔ آپ کے جدّ اعلے حضرت ابراھیم علیہ السّلام کی بین الاقوامی شخصیت کے تذکرہ میں ان کی فرمانبرداری اور للّٰہیت کی شان کے سلسلہ میں قرآنِ پاک اس طرح فرمارھا ہے ۔ "اِذقَالَ لَہٗ رَبُّہٗ اَسلم قال اَسلمت لِرَبِّ العَالمین " جب اس کے رب نے فرمایا ۔ میرے حکم وفرمان کے سامنے جھک جا ۔ تو ابراھیم نے عرض کی بیشک میں جھک گیا ۔ اور اطاعت کرنے والا بن گیا اس کے فرمان کی جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے ۔ یہی اسوہ تسلیم ورضا تھا ۔ جس کے لئیے ان کی شان میں اللہ تعالے نے فرمایا "اِنی جَاعِلُکَ لِلناس اماماً" میں نے تجھے بنی نوع انسان کا امام بنادیا ۔ ایک لفظ اسلام سے حضرت ابراھیم کی روح اور امامت کی صلاحیتوں کو واضح کر دیا گیا اسلام کے لغوی معنی "گردن نہادن" ھیں مرادیہ ہے کہ حضرت ابراھیم علیہ السّلام کی ذات نے خدا کے احکام کے سامنے اپنی گردن جھکا دی ۔

یہ [illegible] ورثہ میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی اولاد کو عطا ہوا ہے ۔ آپ کو اللّٰہ تعالےٰ کی طرف سے اپنے بیٹے اسمٰعیلؑ کی قربانی کا حکم ہوتا ہے بڑھاپے کی اولاد حضرت اسمٰعیلؑ کی طرف حضرت ابراہیمؑ دیکھتے ہیں اور زندگی کی آرزؤں کا چراغ اپنے ہاتھوں گل کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں ۔ اور فرماتے ہیں ۔ بیٹا قادر مطلق کا حکم ہے ۔ کہ تجھے اس کی راہ میں ذبح کردوں ۔ حکم ملتے ہی بیٹا آمادہ اطاعت ہو جاتا ہے ۔ مگر تعبیر خواب کو درجہء یقین پر لانے کے لئے دوبارہ پھر اشارہء ربانی ہوا ۔ اکلوتے بیٹے کی قربانی کا اسی سے مشورہ کرتے ہیں باپ بھی نبی ہے اور بیٹا بھی نبی ۔ جوان بیٹے نے بوڑھے باپ کو جو جواب دیا ۔ قرآن آج تک اس کا گواہ ہے ۔ "یا ابت افعل ما تومر ستجد نی انشاءاللّٰہ من الصّابرین" ۔ ابا جان کر گزریئے ۔ جس کا امر آپ کے رب نے دیا ہے انشاءاللّٰہ آپ مجھے صابرین سے پائیں گے ۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام چھُری تیز کرتے ہیں ۔ بیٹے کی آنکھوں پر پٹی باندھتے ہیں بیٹے کی مشکیں کستے ہیں تاکہ محبت پدری اس راستے میں حائل نہ ہو ۔ اللّٰہ کی تدبیر نے جسے تقدیر کہتے ہیں ۔ ابراہیم علیہ السلام کی اٹھائی ہوئی چھُری اور حضرت اسمعیل علیہ السلام کی جھکائی ہوئی گردن کو دیکھا ۔ لیکن کوئی بتائے کہ اس عظیم الشان آزمائش کی تکمیل کا وہی دن تھا ؟ نہیں ۔ بلکہ "وفدیناہ بذبح عظیم" فرما کر قدرت نے اس قربانی کو خاص وقت کے لئے اٹھالیا اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے بیٹے اسمٰعیلؑ کو بچا لیا اور اس کے بدلہ میں ایک بڑی بھاری ذبح کی تیاری شروع کر دی ۔ جسے قرآن نے دوسرے مختلف پیرا ؤں سے "بین الاقوامی" تاریخی باپ کے بین الاقوامی تاریخی بیٹے کی شہادت کی شکل میں محفوظ کردیا ۔

حضرت امام حسین علیہ السّلام کی شہادت کو صرف .... واقعہ کربلا تک محدود نہیں کیا جاسکتا اس کا ذکر کتاب تورات میں

افرینش عالم سے چلا آرہا ہے ـ یہ تاریخ نور محمدیؐ کی پیدائش کے وقت سے شروع ہوئی ـ یہی تاریخ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو امام الناس بناتی ہے ـ گردن نہادن کی تعلیم کی تکمیل کا وعدہ پورا کرتی ہوئی اولاد اسمعیل میں پہنچی ـ

قرآن مجید دنیا کی سب سے آخری اور مکمل الہامی کتاب اور ہر لحاظ سے محفوظ ہے جو ہمیشہ تک اسی طرح قانون دین الٰہی کے طور پر موجود رہے گی ـ اس کا دعوی ہے ـ "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا" ـ آج میں نے تمہارے دین یا طریق حیات کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے اسلام یعنی رضائے ربانی کے سامنے جھک جانے کو تمہارا دین قرار دیا ـ

اسلام کے معنی گردن نہادن کے ہیں ـ آپ حضرت محمدؐ رسول اللّٰہ حسین علیہ السّلام کے نانا کی ساری تاریخ دیکھیں ـ یہ تاریخ تمام کی تمام گردن نہادن کی تاریخ ہے ـ اسلام کی تکمیل اگر فرمانبرداری کی تکمیل ہے تو حضرت کا اسوۂ حسنہ اسلام یعنی اطاعت ربانی کی مکمل تصویر ہے ـــــ اسلام ایک تحریک ہے ایک Movement ہے ـ جو زمانہ بہ زمانہ بڑھی اور نبی اکرم صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "الجہاد ماض الی یوم القیامۃ" حق کی خاطر لڑنا قیامت تک کے لئے جاری رکھاگیا ہے ، اور یہی .... وہ نشان ہے ـ جو مسلسل رواں اور ہر دم دواں ـ آپ کے دین کی تکمیل کا نشان رہے گا ـ

یہی وجہ ہے کہ ہم جنگ بدر ، جنگ احزاب اور دیگر غزوات میں اسلام کی تحریک کو مسلسل رواں دواں دیکھتے ہیں ـ جس میں حق کے نام پر زندہ رہنے اور پھر قربان ہونے کی تعلیم دی جاتی ہے ـ آپؐ اور آپؐ کے ساتھی ہر وقت راہ خدا پر اعانت حق کیلئے تیار رہتے ہیں اور سرور دو عالمؐ کے دین کو قائم رکھنے کیلئے

جب ضرورت پڑتی ہے تو اسی وقت جہاد فی سبیل اللّٰہ سامنے آجاتا ہے لیکن جبکہ باطل سے ٹکرانا کامل طور پر ذاتِ رسول پاکؐ کے اسوہ ٔ حسنہ میں پایا جاتا ہے ۔ تو کیا وجہ ہے کہ آپؐ کی ذات سے شہادت کا مظاہرہ نہیں کرایا جاتا ۔ صرف اس لیئے کہ یہ امر اولادِ رسولؐ یعنی حضرت امام حسین علیہ السّلام کی ذات پر مکمل کرنا موقوف ہو چکا تھا ۔

کافر اگر حضور کو شہید کر دیتے تو کفر اسلام کے مقابل آ کھڑا ہوتا اور کفر کی طاقت تھی نہیں کہ وہ اسلام کو مٹا سکتا اس لئے اللّٰہ نے ارشاد فرمایا ۔" انا اعطینک الکوثر فصل لربک ونحر انّ شانئک ھو الابتر ۔ کفار نے حضور کو طعنہ دیا تھا ۔ کہ آپ کا سلسلہ اولاد اور دین اسلام جلد ختم ہو جائے گا ۔ کیونکہ حضور کے کوئی لڑکا نہ تھا ۔ جس سے نسل باقی رہ سکتی ۔ کفر کی زبان سے یہ اسلام کو چیلنج تھا ۔ جس کا جواب سورہ ٔ مذکورہ میں اللّٰہ تعالیٰ نے دیا ۔ کافر حضور کو یہ چیلنج دے رہے ہیں کہ آپ کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا ۔ لیکن خدا آپ کو کوثر کا وعدہ دے کر بشارت دیتا ہے کہ قلیل نہیں بلکہ آپ کا سلسلہ کثیر ہو جائے گا ۔ تمام مفسرین کا راجح قول "کوثر" کی تفسیر میں یہ ہے لفظِ کوثر میں بحیثیت بیان تمام قسم کی خیر وبھلائی جمع کر دی گئی ہے اے سچے نبی ۔ ہر قسم کی بھلائیاں کوثر کی صورت میں آپؐ کو عطا کر دی گئی ہیں ۔ لوگ کہہ رہے ہیں کہ آپؐ کی نسل کا سلسلہ منقطع اور قلیل ہو جائے گا میں کہتا ہوں کہ وہ قیامت تک برابر بڑھتا ہی چلا جائے گا ۔ رہے کہنے والے دشمن تو ان کے متعلق ہمارا حکم ہو چکا ہے" انّ شانئک ھو الابتر " ۔ عربی زبان میں ابتر دُم بریدہ جانور کو کہتے ہیں اور شائد وہی بگڑا ہوا لفظ ہماری زبان میں "اونرا" ہے ۔

خدا نے فرمایا کہ حضورؐ کا نام بلکہ آپؐ کی بھلائیوں اور برکتوں کا سلسلہ بکثرت ابد الآباد تک رہے گا ۔ مگر دشمنِ رسول کا نام مٹ جائے گا ۔ اور ان کے سلسلے بھی ختم ہو جائیں گے ۔

اگر آپ کے کسی مشتاق کو ایسی زندگیٔ جاوید درکار ہو تو اس کے حصول کے دو اصول مقرر کئے ہیں ۔" فصل لربک وانحر" اپنے پروردگار کے واسطے اس کی صلواۃ کو قائم کرنا (۲) اپنے پروردگار کے واسطے قربانی دینا ۔

جب تک مسلمان صلواۃ کی شیرازہ بندی کرتے رہیں گے اور قربانی وایثار کے جذبہ سے سرشار رہیں گے ۔ ان کے دشمن مٹتے چلے جائیں گے ۔ اور ان کا مقصد ودین پھیلتا چلا جائے گا ۔ دشمن کو اس کے تمام سامان حرب اور اسباب ضرب کے ساتھ تب ہی ختم کیا جا سکتا ہے ۔ جبکہ ان کے مقابل تم میں صلواۃ بھی اور ایثار بھی ہو ۔ اور کربلا کے میدان میں اسی لئے یہی دونوں چیزیں صلواۃ اور ایثاردشمن کے تمام سامان لشکر کے مقابل آئیں ...... حضرت امام حسین علیہ السّلام کی صلواۃ اور ایثار کا یہ کرشمہ ہے کہ دشمن کا لشکر اور اس کے ہر قسم کے حربے ناکام رہے ۔

آئیے تاریخ اقوام عالم وامم عالم اٹھا کر دیکھئے کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام کی بین الاقوامی ہستی نے کس طرح میدان کربلا میں حق وباطل کے درمیان تمیز کرائی ۔ فرزندِ رسولؐ مجسمۂ ایمان ، کوثر کی تفسیر کا مصداق اور خیر کثیر کا وارث ، نشانِ حق ایک طرف اور فرعونی قوت کا مظہر دوسری طرف ۔ **کس** کا نام اور سلسلہ باقی اور کثیر ہے ؟ اور کس دشمن کا آج کوئی نام لیوا بھی باقی نہیں رہا اور اس کا سلسلۂ اولاد بھی ختم ہو گیا ۔ "اِنّ شانئک ھو الابتر " کا مصداق کون ہوا اور "اِنّا اَعطیناکَ الکوثرَ" **کس** کا زندہ نشان قرار پایا ؟

میں دوبارہ اس تفصیل میں نہیں جاتا ۔ جو حضرت امام حسین علیہ السّلام کی سیرت پاک کے سلسلہ میں جناب ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین صاحب نے ارشاد فرمائی ۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ نبیؐ کی گود میں پرورش پانے والا حسینؑ اور نبوت کے کندھوں پر سوار ہونے والا حسینؑ آغوش نبوت میں بیٹھ کر زندگی کے عروج و زوال کو سمجھا ہوا حسینؑ جس کی آنکھوں کے سامنے نانا کے دین کو چار چاند لگے اور پھر ایک ایسا وقت آگیا کہ نانا کے دین کی کیفیت یہ ہو گئی کہ اس کا ساتھ

دینے والا کوئی باقی نہیں ـ ایسا سخت وقت کہ حسین کے چاروں طرف دشمن ہی دشمن پائے جاتے ہیں ـ مشیروں اور قریبی عزیزوں کے مشورہ کے باوجود وہ اس خطرے کو قبول کرتے ہیں کیونکہ وہ اس کا راز سمجھے ہوئے تھے کہ اب اسلام پر وہ وقت آگیا ہے کہ اگر میں نے قربانی پیش نہ کی تو نانا کا دین مٹ جائے گا ـ

دنیائے شہادت کے تذکرہ میں حضرت اسحاق علیہ السلام اور ان کی اولاد میں حضرت مسیح علیہ السلام کو بھی شہید کی حیثیت سے پیش کیا جاتا ہے ـ مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ شہید نہیں ہوئے ـ قربانی کے گھاٹ چڑھے تو سہی مگر قربان ہوئے نہیں بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق ان کے ماننے والوں کی ریسرچ یہ ہے کہ غالباً وہ مصلوب بھی نہیں ہوئے ـ اور ہم یقین کی حد تک اس امر کو سمجھتے ہیں کہ نہ وہ قتل ہوئے نہ سولی پر مرے ـ اور انجیل کا حوالہ ہے کہ دشمنوں نے زور پکڑا تو حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی صلیب اٹھا لی اور یروشلم میں **۱۲** اسٹیشن یعنی مقامات پر وہ سولی کو اٹھاتے نظر آتے ہیں ـ مگر عیسائیوں کے پاس اس سوال کا جواب نہیں ہے کہ بقول ان کے حضرت مسیح صلیب گاہ تک چلتے ہوئے راستے میں پریشان نظر آتے ہیں گویا آپ کو شہادت کی طرف لے جایا جارہا تھا اور آپ قبول نہ کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ "اے خدا ـ اگر تیری مرضی یہی ہے تو مجھے انکار نہیں" (الخ) نیز اگرچہ ہمارے عقیدہ اسلامی کے مطابق ایک نبی کا یہ فرمان کبھی ہو ہی نہیں سکتا ـ مگر باعتقاد تاریخ عیسائیت جس مسیح کو شہید اعظم کا لقب دیا جاتا ہے ـ اس کے الفاظ بالتصریح منقول چلے آرہے ہیں

"ایلی ایلی لم سبقتنی" کہ اے خدا ـ اے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا ـ

کیا یہ واقعہ ظاہر نہیں کرتا کہ مذکورہ شہید اعظم کی یہ شہادت اس کی قبول کردہ نہ تھی ـ مگر امام حسین علیہ السلام کی

شہادت وہ شہادتِ عظمی تھی جو اُن کی خود قبول کردہ تھی اور بلا کسی خوف اور خطر اور جھجک کے قبول کردہ تھی -

اسلام کے کھیت کی آبیاری کے واسطے جس تیاری کا اظہار حضرت امام حسینؑ اپنی شہادت میں فرماتے ہیں - اسے بھی دیکھئے اور جنگوں میں جو تیاریاں اور سازشیں دشمن کرتے ہیں - انپر بھی غور فرمائیں - اکیلا حسینؑ اور اسکے لشکر کے طور پر جو فوج تیار ہوتی ہے - وہ اسکے خاندان اور معصوم اولاد کی فوج ہے - آپکو وہ فوج یا لشکر درکار نہ تھا - جس کے پاس تلوار، توپ اور تفنگ ہو ـــــ گویا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ "وَفَدَیْنٰہُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ" کی تفسیر لکھنے جا رہے ہیں - انہیں اپنے ننھے بچے تک کو بچانا مقصود نہ تھا - بلکہ اسے بھی شہادت گاہ میں لے جا رہے تھے - آپکی زندگی ایک کامیاب زندگی تھی - آپکو کسی قسم کے تعیش یا اقتدار کی ضرورت نہ تھی - حضرت امام حسینؑ جو اس شہادت کے راز سے خوب واقف تھے - گردن جھکائے مقدس قربان گاہ کی طرف اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کے لئے جا رہے تھے جو لشکر لے کر لڑائی لڑنے جاتے ہیں - وہ فوج میں اضافہ کرتے ہیں - ہر قسم کے ہتھیار سے مسلح ہوتے ہیں اور تعداد بڑھاتے ہیں - لیکن آپ برعکس اسکے گھٹا رہے ہیں اور ساتھیوں کو کہہ رہے ہیں کہ میں مرنے جا رہا ہوں -- تم سب سے جسے جانا ہو وہ چلا جائے - حالانکہ چاہیے یہ تھا کہ امامؑ بھی اور ساتھی لیتے - انکی ڈھارس باندھتے - لیکن آپ نے وہ نمونہ پیش کیا کہ رہتی دنیا تک قائم رہے گا -

حضرت امام حسینؑ کو فتح کے دنیاوی و ظاہری اسباب درکار نہ تھے بلکہ آپ کے پیش نظر ایک مقصد عظیم تھا - آپ اپنے لئے نہیں بلکہ اسلام کے لئے فتح حاصل کرنے جا رہے تھے - آپنے فرمایا "ساتھیو تقدیر کا نوشتہ پورا ہو رہا ہے مرنے کے لئے جا رہا ہوں - اسلام کیلئے زندگی کو قربان کرتا ہوں کہ کہیں عشرت کوشیوں ، تعیش پسندیوں اور اقتدار کے نشہ سے اسلام کا چراغ گل نہ ہوجائے"-

گویا اس میدان جہاد میں آپ ایسے بڑھ رہے تھے جیسے سورۂ کوثر کی آیت " فصل لربک وانحر " کی تفسیر لکھی جارہی ہو ۔آپ اس میں صلوۃ کا سبق خون سے لکھ رہے تھے ۔

آج مسلمان ان کے غم یا یاد میں ماتم کرنے لگتے ہیں تو تمام نمازیں قضا ہوجاتی ہیں ۔ مگر وہ سرکٹاتے وقت علی الاعلان عملاً نماز کو قائم کر کے دکھا رہے تھے ۔ اور قوم کو اس نماز کے پڑھنے کی دعوت دے رہے تھے ۔ کہ دیکھو نمازیں یوں ادا کی جاتی ہیں ۔

بین الاقوامی حسینؑ تمام قوموں اور فرقوں کا حسینؑ ہے وہ شیعوں کا حسینؑ ہی نہیں یا سنیوں کا حسینؑ ہی نہیں بلکہ وہ کل کے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اللہ کا حسینؑ ہے اور کل دین کے ماننے والوں کا مشترکہ حسینؑ ہے ۔

آپ نے تمام کو دعوت دی کہ میں پیغام قرآن کی روشنی میں سب رکاوٹوں کو دور کرنا چاہتا ہوں مجھے فسق وفجوروظلم کا خاتمہ کرنا ہے ۔ میرے ہاتھوں اس دین کا بول بالا ہو گا ۔ وہ دین جو میرے ناناؐ کا دین ہے ۔ پس آؤ شہادت حاصل کرو ۔ اور نماز کو قائم کرو ۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ حب ایک بار ایران سے مشہور خطیب علامہ فلسفی لاہور تشریف لائے تھے اور امامبارہ گامے شاہ میں انہوں نے تقریر فرمائی تھی ۔ میں بھی اس تقریر میں موجود تھا ۔ انہوں نے اس وقت کشمیر کا ذکر فرماتے ہوئے یہ فقرہ کہا کہ " اگر مجھے فرصت ہوتی تو حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا ذکر ہر جگہ جا کر کرتا اور دنیا دیکھتی کہ کس طرح کشمیر آزاد نہیں ہوتا "

آج حضرت امام حسین علیہ السّلام کے مشن کی تبلیغ کی اشد ضرورت ہے ۔ حقیقی وارثِ نبوت ، فانی تخت وتاج کے مالکوں کے مقابلہ میں کھڑا ہے ۔ اور انتہائی قربانی کے ساتھ حضورِ خدا میں سر جھکا رہا ہے ۔ فریضہء صلواۃ ادا کرتا ہے ۔ جو اسلام کے ارکان میں سے اہم ترین اور اعلےٰ ترین رکن ہے ۔ اور ابراہیم علیہ السّلام کی ہدایت "گردن نہادن" کی عملی اور حقیقی تفسیر ہو رہی ہے ۔

سربسجود ہونا تو مجازی صلواۃ تھی ۔ جسے دنیا والے دیکھ رہے تھے ۔ لیکن حقیقی صلواۃ تو زندگی کی متاع عزیز کو اس کے لئے قربان کرنا تھا ۔ آپ نے صلواۃ کے ظاہری مفہوم کے ساتھ اس کے حقیقی مفہوم کو بھی عیاں کر دیا ۔

سر مبارک امام حسین علیہ السّلام کا تن سے جدا ہونا تھا کہ سورہء کوثر کے دو حصّے ہو گئے ۔ ایک حصہ سے صلواۃ ادا فرمائی اور دوسرے حصّے سے "وَانحَر" کا عملی نمونہ پیش کیا اور سورہ کے تیسرے حصّے کو تاریخ عالم نے پورا کر دکھایا ۔

اِنّا شَانِئکَ ھُوَالاَبتَر اے رسولِ مکرمؐ • تیرے لائحہ عمل کا مقابلہ کرنے والا نہ اپنا نام و نشان زندہ رکھ سکے گا ۔ اور نہ اپنے مقصد کو قائم رکھتا ہوا زندگی جاوید حاصل کر سکے گا ۔

بغیر کسی اختلاف کے آج یہ جلسہء عظیم اہلسنت ، حضرات شیعہ اور دوسرے مکاتب خیال کا "بین الاقوامی" جلسہ ہے ۔ مگر کوئی ہے کہ جو یزید کی مدح کرنے والا ہو یا ہے کوئی ,جو کہے کہ وہ یزید کی اولاد سے ہے ۔ لیکن دوسری طرف حضرت امام حسینؑ کی اولاد یعنی ساداتِ کرام واجب التکریم والاحترام نہایت فخر کے ساتھ ظاہر کر سکتے ہیں کہ وہ اولاد حسینؑ ہیں اور اُن کے ماننے والے ہیں ۔ اولاد حسینؑ اور اولاد حسنؑ کو عظمت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے مگر یزید کی اولاد سے کوئی اگر ہو بھی تو اُسے جرأت نہیں کہ یہ کہہ سکے ۔ کہ میں یزید کی اولاد سے ہوں ۔ چہ جائیکہ اس کا مقصد اور کام یا نام بھی خیر کے الفاظ کے ساتھ لیا جائے ۔

حضرات ــ یہ ذکر حضرت امام حسین علیہ السّلام کا اعجاز ہے کہ میں نے نقاہت کے باوجود آپ کا اتنا وقت لیا اور آپ نے کمال اطمینان کے ساتھ میرے معروضات سماعت فرمائے ــ ہاں سلسلہ بیان میں وقت کے اس اہم ترین مسئلہ کی جانب بھی توجہ دلاتا چلوں تاکہ اس کا حل اسوۂ امام حسین علیہ السّلام میں تلاش کیا جائے ــ یہ مسئلہ ہمسایہ ملک افغانستان اور پاکستان کا نزاع ہے ــ دیکھئے سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السّلام کی بین الاقوامی شخصیت اور بین الاقوامی حیثیت ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ دشمنانِ حق کے سامنے حق کو غالب کرنے کے لئے کس طرح ڈٹ جانا چاہئے ــ مگر افسوس ــ دشمن نے اس صورت سے سازش کی کہ بجائے دشمن کے دوستوں کو ہمارے خلاف ابھار کر کھڑا کر دیا ہے ــ آج ہم اگر اس سبق کو یاد کر لیں ــ جو حضرت امام حسین علیہ السّلام نے ہم کو دیا ہے ــ اور ان کی شہادت کی یاد تازہ کر لیں ــ تو حق کامیاب ہو گا ــ اور باطل ذلیل وخوار ہوجائے گا ــ

مگر افسوس ہے ــ کہ جس دین محمدؐ کے مبلغ اعظم حسینؑ نے قربانی کے اعلیٰ ترین اصول کو پیش کیا تھا ــ اسے بھلا کر مسلمان دنیا میں ذلیل وخوار ہو گیا ہے ــ حقیقت یہ ہے کہ ظاہری تخت وتاج یا ملک و زمین کوئی شے نہیں ہیں ــ حضرت امام حسین علیہ السّلام کے مدنظر حقیقی مقصد حیات صرف اسلام کی سربلندی تھی ــ یزید کو فانی سلطنت کا نشہ تھا ــ مگر حضرت امام حسین علیہ السّلام کو ایمان وایقان کی فتح کا سرور تھا ــ

آپ کو کوئی ایسا شہید نہ ملے گا ــ جس کے سر کو جدا کردیا ہو ــ لاش کہیں رہ گئی ہو ، سر کہیں لے جایا گیا ہو ــ مگر حضرت امام حسین علیہ السّلام کا سر مبارک وہ سر ہے ــ جو میدانِ کربلا سے کوفہ، کوفہ سے دمشق نیزہ پر بلند تلاوتِ قرآن کرتا نظر آتا ہے ــ تاکہ ان کے سر اقدس کو دیکھ کر دنیا والے حضرت امام حسین علیہ السّلام کی منزلت پہچان لیں ــ اگر اس واقعہ سے پہلے ان کو معلوم نہیں ہوا تھا ــ تو آج پہچان لیں ــ

اس سر نے وادیوں میں اور راستوں میں قرآن پڑھ پڑھ کے بتایا کہ سیدھے راستے پر آجاؤ ۔ حضرت امام حسین علیہ السّلام کے والد بزرگوار کے وقت لوگوں نے قرآن کو نیزوں پر چڑھایا تھا ۔ مگر آج آپ کے سر مبارک کو نیزوں پر چڑھایا گیا ۔ تاکہ حقیقت قرآن کی تفسیر اسوۂ حسین سے کی جائے کہ تم میں ایک اور اکیلا ھی سہی ۔ لیکن حق کی طرف دعوت دے رہا ھے ۔ کہ فرقوں اور نسلی اختلافات کو ختم کر دو ۔ اس شیعہ ، سُنّی اختلاف کو فنا کر دو ۔ اور حسینی پیغام کو زندہ کرو ۔

ایام محرم میں صرف سبیل تک یاد کا قصّہ محدود نہ کیا جائے ۔ بلکہ اس حقیقت کی اشاعت ھو کہ آپ دنیا بھر کے لئے سبیل حق تھے ۔ آپ نے ساری زندگی دنیا کو راہِ حق پر لانے کے لئے ایثار وقربانی میں بسر کی تھی ۔ اور ھر طرح کی مصیبتیں برداشت فرمائی تھیں ۔ مگر افسوس دنیا نے اسلام کو نہ سمجھا نتیجۃً "ظہر الفسادُ فی البرّو البحر بما کسبت ایدی النّاس" کے مصداق خشکی ، تری ، مشرق اور مغرب میں فساد برپا ھے ۔ مگر میدان کربلا کے شہسوار کو ماننے والے اٹھیں اور اس فساد کو امن سے بدلنے کی کوشش کریں ۔ حضرت امام حسین علیہ السّلام نے توپ اور تفنگ سے لڑائی نہیں لڑی ۔ پاکستان کو حضرت امام حسین علیہ السّلام کی شہادت سے ایک نئی زندگی کا مقام ملتا ھے ۔

مادی حدود ملکی یا زمینی دائرے بدل سکتے ھیں ، مٹ سکتے ھیں ۔ مگر اسلام کا نام قرآن کا پیام نہ کبھی بدل سکتا ھے نہ مٹ سکتا ھے ۔ کیا یزید کا فانی تخت وتاج قائم رہا ؟ مگر حضرت امام حسین علیہ السّلام کا سر مبارک اگرچہ کاٹ لیا گیا ۔ لیکن یزید اس سر سے بیعت نہ کرا سکا ۔ یزیدیت کا تخت تو چھینا جا سکتا ھے ۔ لیکن حسینیّت کا تاج کوئی نہیں چھین سکتا ۔ کیونکہ یہ تاج سربلندئ دین اسلام کا تاج تھا ۔

حضرت امام حسین علیہ السّلام نے یہ شہادت پیش کر کے اسلام کو زندہ کر دکھایا اور یزید کو یزیدیت کو موت کے گھاٹ ہمیشہ کے لئے اتار دیا ۔ اس مقابلہ میں دین کو فتح حاصل ہوئی اور لادینی اقتدار کو شکست ۔ یہی وجہ ہے کہ آج فتح کا سہرا شاہی تاج کا طرّہ حضرت امام حسین علیہ السّلام کے سر مبارک رہا ۔ اسی لئے حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللّٰہ علیہ نے کہا اور پکار کر کہا کہ یزید کو بادشاہ سمجھنے والو بادشاہ یزید نہ تھا ۔ بلکہ حضرت امام حسین علیہ السّلام بادشاہ تھے ۔

شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ
دین است حسینؑ دین پناہ است حسینؑ
سرداد نہ داد دست در دست یزید
حقّا کہ بنائے لا الہ است حسینؑ

حضرت خواجہ ء اجمیری رحمۃ اللّٰہ علیہ سے پوچھو ۔ کہ تخت شاہی کا مالک کون تھا ۔ تاج شاہی کس کے سر پر تھا ۔ تو جواب ملے گا ۔ کہ اسلام کا عروج شاہی حضرت امام حسین علیہ السّلام کو ملا ۔ اسلام کے نقطہ ء نظر سے بادشاہ وہ ہے جسے اسلام تسلیم کر لے اسلام کی بادشاہت اور ہے اور دنیا کی بادشاہت اور ہے ۔ اسلام حضرت امام حسین علیہ السّلام کی وجہ سے زندہ ہوا مادی اسباب فانی ہیں ۔ اخلاق روحانیت کردار تہذیب تمدن اور سیاست کا تاجدار امام حسینؑ ہے ۔ اور یزید کی سیرت کردار یا زندگی کا کوئی سبق یاد کرنے کے قابل بلکہ اس لائق بھی نہیں کہ مسلمان اسے زبان پر لا سکے ۔ لیکن حضرت امام حسین علیہ السّلام مجسم سبق تھے ۔ ایسا سبق جسے زکر کرنا واجب ۔ ہاں تھے اور ہیں ۔ نام زور ، جبر و تشدّد ، فریب اور ڈپلومیسی کے ذریعہ حکومت قائم تو کی جا سکتی ہے لیکن منوائی نہیں جا سکتی ۔

دنیائے انسانیت میں امام حسین علیہ السّلام کی ذات اور شخصیت سے انسان کے واسطے جہاں اور سبق ہیں وہاں اربابِ

عروج کے لئے بھی یا صاحبانِ اقتدار کے لئے بھی اسرارریاست اور رموزِ حکومت کے بیسیوں سبق ہیں -

اگر اخلاق کی بلندئ کردار کا عروج زندہ جاوید نام کی ضرورت ہے - تو اسوۂ حسینؑ اختیار کیا جائے - ورنہ یزید کی طرح بادشاہت کے ہوتے ہوئے بھی مٹ جانا ممکن ہے - دوسرا سبق آپ سے اقوام عالم کو ملتا ہے -

مسلمانوں خوب سمجھ لو - امام حسین علیہ السلام کسی فرقے کے کسی خاص قوم کے حسینؑ نہ تھے - حضرت امام حسین علیہ السّلام قرآن کی جان بلکہ ناطق قرآن' خدا کی ھدایت کے روشن مینار ہیں آپ کا نور آفتاب کے نور کی طرح سب کے لئے ہے ہر قوم اور ہر فرقہ کی ھدایت مشترکہ طور پر آپ سے وابستہ ہے -

امام حسین علیہ السّلام دنیا کی تمام قوموں اور تمام تہذیب یافتہ ملکوں کے واسطے سبق ہیں - کھلی ھدایت ہیں اور نمونہ عمل ہیں -

مشرق و مغرب کے رہنے والو - اگر تم حق کے پیرو یا ساتھی ہو - حق پر قائم ہو - تو ابدی کامیابی تم کو مل سکتی ہے خدا اور اس کی امداد تمہارے شامل حال ہو سکتی ہے - یاد رکھو کہ حق کے داعئ اعظم حضرت امام حسین علیہ السّلام کا پیغام یہ ہے کہ باطل کے مقابلہ میں حق بن کر آئیں گے - تو باطل مٹ کر رہے گا - اور باطل مٹنے کے لئے ہی ہے -

خداوندا - ہم کو توفیق دے - کہ ہم اسرار اسلام کو، حقائق دینی کو، اسوۂ حسینؑ اور شہادت حسینؑ کی روشنی میں سمجھیں اور اس پر عمل پیرا ہوں - "آمین یاربنّا آمین"

خطبہ ؛ صدارت عزت مآب خلیفہ شجاع الدّین صاحب(سپیکر لیجسلیٹو اسمبلی پنجاب :

" حسینؑ انسانیت کے محسنِ اعظم ہیں "

بسم اللّٰہ الرحمن الرّحیم ـ "نحمدہ نصلّے علیٰ رسولہ الکریمؐ

جناب فضیلت مآب گورنر صاحب ـ صاحب صدر مجلس استقبالیہ ، خواتین و حضرات ـ السّلام علیکم :ـ

آج کے اجتماع کا بنیادی مقصد بالوضاحت بیان ہو چکا ہے. اور اس باب میں مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ـ جناب سید الشہدا حضرت امام حسینؑ کی حیات طیبّہ کے مختلف پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالی جائے گی اور سانحہ کربلا کا بھی ذکر ہو گا ـ جناب خیر الانام علیہ الصلواۃ والسّلام کی رحلت کو ابھی پچاس سال ھی ہوئے تھے ـ کہ یہ المناک حادثہ پیش آیا اور خاندانِ نبوّت کے چشم و چراغ اپنے کنبے کے چوبیس افراد اور دوسرے جان نثار رفقا کے ساتھ یزید کے عہدِ حکومت میں ان سنگدل انسانوں کے ہاتھوں شہید ہوئے ـ جو اسلام کے نام لیوا تھے ـ اس درد ناک حادثہ کی تفصیلات بڑی جگر خراش ہیں اور ان کو بالتفصیل بیان کرنے کے لئے بہت وقت درکار ہے ـ لیکن اسکی اصل ماہیت سمجھنے میں مدد ملے گی اگر اس کا تاریخی پسِ منظر مختصراً پیش کر دیا جائے ـ

بنو ہاشم اور بنو امیّہ کی رقابت تو ایام جاہلیت میں بھی موجود تھی ـ ظہورِ اسلام کے بعد اس رقابت نے مخالفت کی شکل اختیار کر لی اور حضرت عثمان کے عہدِ خلافت میں یہ نمایاں ہو گئی ـ ان کے والیوں میں سے سب سے زیادہ ممتاز اور ہوشیار امیر معاویہ تھا ـ پہلے صرف دمشق کا ضلع اس کے پاس تھا ـ مگر جب شام اور فلسطین کے دوسرے اضلاع کے والی یکے بعد دیگرے فوت ہو گئے تو رفتہ رفتہ شام کا سارا علاقہ اس کی ولایت میں آگیا ـ چالاکی سے اسنے نے اپنے حامیوں کی ایک بڑی جماعت پیدا کر لی اور لوگوں کے دلوں میں اِس کی اتنی قدرومنزلت بڑھ گئی ـ کہ

جب حضرت عثمان کی شہادت کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کو شام کی ولایت سے برطرف کرنا چاہا ۔ تو کامیاب نہ ہو سکے ۔ وہ اس حد تک وہاں اپنے قدم جما چکے تھے کہ جب حضرت علیؑ نے ان کو بیعت کرنے کیلئے لکھا ۔ تو کئی ماہ تک انہوں نے جواب ھی نہ دیا ۔ بالآخر حضرت علیؑ کو یقین ہو گیا ۔ کہ امیر معاویہ سرتابی پر آمادہ ھیں ۔ بنا بریں آپؑ نے تادیبی کاروائی شروع کر دی اور صفین کے مقام پر کئی ماہ تک برسرِ پیکار رھے ۔ اس جنگ وجدل کا بھی کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا اور امیر معاویہ شام کے ملک میں بدستور حکمران رہا ۔

حالات نے پلٹا کھایا ۔ خلافت راشدہ کا دور ختم ہو گیا بنو امیّہ کی حکومت قائم ہو گئی ۔ اور امیر معاویہ مسندِ خلافت پر بیٹھا ۔ جب ان کے پاؤں جم گئے تو انہوں نے اپنی زندگی میں ھی اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین مقرر کرنا چاہا ۔ چنانچہ ان کے ایماء پر کوفہ اور بصرہ کے والیوں نے اس تجویز کے حق میں رائے عامہ پیدا کرنی شروع کی ۔ لیکن اسلامی خلافت کو ایک موروثی سلطنت میں تبدیل کرنا ایک ایسا اقدام تھا ۔ جس سے عوام الناس میں ھیجان پیدا ہونا ایک قدرتی امر تھا ۔ یزید نے تخت سلطنت پر بیٹھنے کے بعد جناب امامؑ سے بیعت لینے کی کوشش جاری رکھی ۔ دوسری جانب اھل عراق یزید کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے اور امام کو سینکڑوں خطوط بھیج کر اپنی حمایت اور طرفداری کا یقین دلایا ۔ اور دعوت دی کہ آپ تشریف لائیے ہم آپ کا ساتھ دیں گے ۔ آپ نے اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو اھل کوفہ سے بیعت لینے کے لئے بھیجا اور خود بھی سفر کی تیاری شروع کر دی ۔ مگر دوستوں اور عزیزوں نے یک زبان ہو کر اس سفر کی شدید مخالفت کی ۔ جو لوگ اس وقت مکہ معظمہ میں موجود نہ تھے ۔ انہوں نے اس مضمون کے خط ارسال کئے ۔ حتی کہ جب روانگی کا وقت قریب آیا ۔ تو حضرت ابن عباس دوڑے ہوئے آئے اور بصد منت کہا "اے ابن عم ۔ میں خاموش رہنا چاھتا تھا

مگر خاموش رہا نہیں جاتا ۔ میں آپکی ہلاکت اور بربادی دیکھ رہا ہوں ۔ عراق والے بڑے دغاباز ہیں ۔ ان کے قریب بھی نہ جایئے " ۔ لیکن امام حسینؑ نے جواب دیا ۔" اے ابن عم ۔ میں جانتا ہوں ۔ تم میرے خیرخواہ ہو ۔ لیکن اب میں عزم کر چکا ہوں "

مکہ سے آپ عراق روانہ ہو گئے ۔ منزل صفاح پر فرزدق نامی شاعر سے ملاقات ہوئی ۔ آپ نے پوچھا "تیرے پیچھے لوگوں کا کیا حال ہے "؟۔ اس نے جواب دیا ۔ ان کے دل آپ کے ساتھ ہیں ۔ مگر تلواریں بنی امیّہ کے ساتھ ہیں "آپ نے فرمایا سچ کہتا ہے ۔ اب معاملہ اللّٰہ ہی کے ہاتھ میں ہے ۔ وہ جو چاہتا ہے ۔ وہی ہوتا ہے "۔ یہ کہا اور آگے بڑھ گئے ۔

اگلی منزل پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ مسلم بن عقیل کو کوفہ میں یزید کے گورنر عبیداللّٰہ بن زیاد نے قتل کرادیا اور کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی ۔ آپ نے سنا تو بار بار انّا للّٰہ وانا الیہ راجعون پڑھنا شروع کر دیا ۔ بعض ساتھیوں نے کہا "اب بھی وقت ہے ۔ ہم آپ کے اور اہلبیت کے معاملہ میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتے ہیں ۔ للّٰہ یہیں سے لوٹ چلیئے ۔ کوفہ میں آپ کا کوئی ایک بھی طرفدار اور مددگار نہیں ۔ سب آپ کے خلاف کھڑے ہو جائیں گے ۔

اس پر آپ نے سب لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا "اے لوگوں ہمیں نہایت دہشتناک خبریں پہنچی ہیں ۔ عراق والوں نے بیوفائی کی کوفہ میں ہمارا کوئی مددگار نہیں ۔ جو ہمارا ساتھ چھوڑنا چاہے چھوڑ دے ہم ہرگز خفا نہ ہونگے ۔"

لوگ دائیں بائیں بکھرنے شروع ہو گئے ۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ کے ساتھ صرف وہی لوگ رہ گئے جو مکہ سے چلے تھے ۔

قادسیہ سے آگے بڑھے تو عبیداللّٰہ بن زیاد کا فرستادہ حُربن یزید ایک ہزار فوج کے ساتھ نمودار ہوا ۔ اسے حکم تھا

کہ حضرت امام حسین کے ساتھ برابر لگا رہے اور اس وقت تک پیچھا نہ چھوڑے ۔ جب تک انہیں عبید اللہ بن زیاد کے روبرو نہ پہنچا دے ـــــ اس طرح یہ قافلہ چلتا رہا راستے میں جابجا حضرت امام حسین لوگوں سے خطاب کرتے رہے ۔ ایک جگہ پر تقریر فرمائی "معاملہ کی جو صورت ہو گئی ہے ۔۔تم دیکھ رہے ہو ۔ دنیا نے اپنا رنگ بدل لیا ۔ منہ پھیر لیا ۔ نیکی سے خالی ہو گئی ۔ ذرا سی تلچھٹ باقی ہے ۔۔ حقیر سی زندگی رہ گئی ہے ہولناکی نے احاطہ کر لیا ہے ۔ افسوس ۔ تم دیکھتے نہیں کہ حق پسِ پشت ڈال دیا گیا ہے ۔ باطل پر اعلانیہ عمل کیا جا رہا ہے ۔ کوئی نہیں جو اس کا ہاتھ پکڑے ۔ وقت آگیا ہے کہ مومن حق کی راہ میں بقائے الٰہی کی خواہش کرے ۔ میں شہادت ہی کی موت چاہتا ہوں ۔ ظالموں کے ساتھ زندہ رہنا بجائے خود ایک جرم ہے

حضرت امام حسینؑ کے اس اعلان میں کربلا کے واقعہ ہائلہ کا تاریخی پس منظر پایا جاتا ہے ۔ اس شہیدِ اعظم نے کس سادگی سے اپنا موقف بیان کر دیا ۔ وہ تاج و تخت کے لئے تو نہیں نکلے انہیں بقائے حق کی آرزو ہے ۔۔ وہ یکسوئی سے شہادت کا مقصد لیے کر آئے ہیں ۔ اور اعلائے حق کے لئے اپنی جان قربان کرنے کو تیار ہیں ۔

جب کربلا میں ورود ہوا ۔ تو دوسرے دن عمر بن سعد بن وقاص چار ہزار فوج لے کر آن پہنچا ۔ اس کی خواہش تھی کہ یہ معاملہ کسی طرح رفع دفع ہو جائے ۔ چنانچہ اس نے آتے ہی حضرت امام حسینؑ کے پاس قاصد بھیجا اور دریافت کیا ۔ کہ آپ کیوں تشریف لائے ہیں ۔

آپ نے جواب دیا " تمہارے اس شہر کے لوگوں نے ہی مجھے بلایا تھا ۔ اب وہ مجھے ناپسند کرتے ہیں تو میں لوٹ جانے کو تیار ہوں"۔

عمر بن سعدلعہ اس جواب سے بہت خوش ہوا ۔ فوراً ابن زیادلعہ کو

اطلاع دی - لیکن ابن زیاد نے کہہ بھیجا - کہ پہلے حسینؑ اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ یزید کی بیعت کریں - بعد میں دیکھا جائے گا - اس کے ساتھ ہی یہ تاکید بھی کر دی کہ حسینؑ اور ان کے ساتھیوں تک پانی نہ پہنچنے پائے -

اس کے بعد بھی چند ملاقاتیں ہوئیں - اور امام حسینؑ نے تین متبادل صورتیں پیش کیں -

(۱) - مجھے وہیں لوٹ جانے دو - جہاں سے میں آیا ہوں -
(۲) - مجھے خود یزید سے اپنا معاملہ طے کرلینے دو -
(۳) - مجھے مسلمانوں کی سرحد پر بھیج دو - وہاں کے لوگوں پر جو گذرتی ہے وہی مجھ پر بھی گذرنے دو -

عمربن سعد نے بہت کوشش کی - کہ ان تینوں شرطوں میں سے کوئی ایک قبول کر لی جائے لیکن شمرذی الجوشن نے مخالفت کی - بالآخر اسی کی رائے مقبول ہوئی -

اس کے بعد وہ سب کچھ ہوا - جس کی یاد اب بھی تیرہ صدیاں گزرنے کے باوجود انسان کے رونگٹے کھڑے کر دیتی ہے - لیکن حضرت امام حسینؑ کی بلندیٔ کردار ملاحظہ ہو - مقابلہ کی پہلی رات اپنے گنے چنے ساتھیوں سے فرماتے ہیں -

"کل میرا اور ان کا فیصلہ ہو جائے گا - میری رائے ہے کہ تم خاموشی سے رات کے اندھیرے میں اِدھر اُدھر نکل جاؤ - میں خوشی سے تمہیں رخصت کرتا ہوں -"

اور جب وفادار ساتھی ساتھ چھوڑنے پر رضا مند نہیں ہوتے تو قربانِ گاہِ تسلیم ورضا پر اپنی آنکھوں کے سامنے سب کی قربانی پیش کرتے ہیں - ایک ایک کر کے اپنے پیاروں کو ذبح ہوتے اور عورتوں اور بچوں کو لاوارث ہوتے دیکھتے ہیں - جوان بیٹے کو اپنے سامنے راہیٔ ملک بقا کرتے ہیں - شیرخوار پیاس سے بلکتے بچے کو اپنے ہاتھوں پر تیر ظلم وبربریت سے نخچیر پاتے ہیں -

مگر بایں ہمہ راہِ حق و صداقت میں جو پیمانِ صبر و استقامت باندھا تھا ۔ اس کو ایک لمحہ کے لئے بھی متزلزل نہیں ہونے دیتے ۔ حق کی راہ میں جس قدر مصائب پیش آتے ہیں ۔ سب کو صبر و شکر کے ساتھ برداشت کرتے ہیں ۔ اور آخر کار اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دیتے ہیں ۔ "اِنّا للّٰہ و اِنّا الیہ راجعون" ۔ حضرت امام حسینؑ کی شہادت کا المیّہ اپنی نوعیت، اسباب اور نتائج کے اعتبار سے دنیا کا ایسا المیّہ ہے ۔ جس کی تاریخ کے اوراق میں کوئی دوسری مثال نہیں ۔ امیر معاویہ کے بعد یزید کی تخت نشینی نہ صرف اسلام کے نظام اور خلافت راشدہ کی اسلامی روایات کے بالکل خلاف تھی بلکہ خود یزید کے اعمال اور اس کا کردار اسلامی نقطۂ نظر سے اُسے مسلمانوں پر حکمرانی کرنے کا حق نہ دیتا تھا ۔ فی الحقیقت یہ حق و صداقت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ایک عظیم الشان انسانی قربانی تھی ۔ مدعیان اسلام کے لئے یہ ایک اسوۂ حسنہ اور صبر و استقامت کی ایک کامل ترین مثال پیش کرتی ہے ۔ یادگار حسینؑ منانے کا بہترین طریق یہ ہے کہ ان کی حیات طیبّہ سے جو اسباق حاصل ہوتے ہیں ان پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے ۔ اور واقعات شہادت کو اسرارِ شریعت اسلامیہ کا سرچشمہ بنایا جائے ۔

حضرات ۔ سیدنا امام حسینؑ کی تربیت بچپنے سے ہی حضور نبی کریم علیہ الصلواۃ والسّلام کے ہاتھوں ہوئی تھی ۔ اس لئے خصائل رسالتؐ میں سے کوئی خصلت ایسی نہ تھی ۔ جس سے آپ متصف نہ ہوں آنحضورؐ کے اسوۂ حسنہ پر جناب امام حسینؑ اس اہتمام سے قائم تھے ۔ کہ عین اُس وقت بھی جب موت سامنے کھڑی دکھائی دے رہی تھی ۔ آپ نے اس سے سر مو تجاوز نہ کیا ۔

کربلا کے ان تاریخی واقعات کو سامنے رکھئے ۔ اور اندازہ کیجئے ۔ کہ حق کے لئے قربانی کا سبق دینے والا ہر قربانی کی دشوار سے دشوار اور زیادہ سے زیادہ دل شگاف مثال بیک وقت پیش کر دینا چاہتا ہے تاکہ دنیا پر واضح ہو جائے ۔ کہ سید الشہداء نے جو راہ اختیار کی ہے ۔ اس میں کوئی قربانی ایسی نہیں جو نہ پیش کی جائے ۔

قدرت کو شاید اس سبق کی وضاحت مقصود تھی ۔ کہ حضرت امام حسینؑ کی شہادت آنے والی نسلوں کے لئے ایک کامل نمونہ ہو گی ۔ اس لئے جبرو استبداد کی مخالف قوتوں نے اپنی بے دردی اور سنگدلی کا دلخراش مظاہرہ کیا ۔ بظاہر ناکام مگر انسانیت کی سب سے بڑی کامیابی سے سرفراز ، بے یارومددگار انسانوں کے سر کاٹے گئے ۔ ان کی لاشیں روندی گیئں ۔ ان کی خواتین کے سروں سے چادریں اُتاری گیئں ۔ ان کے خیمے جلا دیئے گئے ۔ انہیں رسیوں سے باندھا گیا اور ان کو طوق پہنائے گئے ۔

غرض کہ ناکامی اور بے آسرا ہونے کی ہر ممکن شکل کا ظہور عمل میں آیا ۔ تا کہ حق پرستی کا سب سے مؤثر سبق انسانیت کے ذہن نشین ہو جائے ۔ حق کا ساتھ اس وقت دینا جب کامیابی متوقع ہو ۔ کچھ دشوار نہیں ۔ ہاں سچائی کے راستے میں چلتے ہوئے ناکامیوں اور دل شکستگیوں کو سینے سے لگا لینا اور اس کی آخری فتح پر ایمان رکھنا حق کی حقیقی قوت کو آشکارا کرتا ہے ۔

یہی سید الشہداءؑ کی عظمت ہے اور یہی شہادتِ حسینؑ کا ماحصل اسی سے حسینؑ انسانیت کے محسنِ اعظم ہیں اور ان کی شہادت تاریخ انسانیت کا ایک سنہری ورق ۔

حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ نے اس حقیقت کو ان زندہ جاوید اشعار میں ظاہر کیا ۔

شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ دین است حسینؑ دین پناہ است حسینؑ
سردار نداددست دردست یزید حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؑ

آیئے دعا کریں ۔ کہ اللہ تبارک وتعالے سب مسلمانوں کو اتباع سنت حسینؑ کی توفیق عنائت فرمائے ۔ آمین

ذلّت کی زندگی سے عزّت کی موت بہتر

(جناب پنڈت ویاس دیو صاحب مصر ابار ایٹ لاء ـــ دہلی)

دوستو ـ خوشی ہے کہ آج یہاں میں آپ کے درمیان ہوں اور آپ نے مجھے یہ عزت بخشی کہ میں بھی اظہارِ عقیدت کر سکوں ـ ابھی ابھی میرا تعارف کراتے ہوئے جو کچھ میرے متعلق کہا گیا ہے ـ وہ بایں لحاظ تو غلط نہیں کہ مہمان کی قدر افزائی یا تعریف صحیح چیز ہے ـ لیکن یہ ضرور ہے کہ کہاں میں اور کہاں حضرت امام حسین علیہ السّلام کی ثناء وصفت ـ بہر حال تھوڑی سی دیر میں جو ممکن ہو گا آپکی خدمت میں عرض کروں گا ـ میری تقریر کا عنوان جناب امام عالی مقام کا یہ قول ہے ذلت کی زندگی سے عزّت کی موت بہتر ہے ـ

یہی قول ہے جس پر شروع سے دنیا چلی اور آخر تک برابر چلتی رہے گی ـ لیکن یہ بڑا اہم سوال ہے کہ عزت کیا ہے اور ذلت کیا چیز ہے ؟ـ

عام دنیا والوں کے نزدیک عزت والا وہ ہے ـ جو صاحب جاہ وجلال ہو ـ مال وزر رکھتا ہو ـ اور شان وشوکت کا مالک ہو ـ دنیا کے لوگ ان چیزوں کو عزت کا نام دیتے ہیں ـ اور ان کا نظریہ یہ ہے کہ بغیر ان چیزوں کے عزت حاصل نہیں ہو سکتی ـ لیکن انسان کی یہ غلطی ہے ـ کہ وہ مادی چیزوں کو عزت کا نام دیتا ہے ـ درحقیقت عزت وہ ہے ـ جو خداوندتعالے خود کسی کو دیتا ہے ـ ایک شخص مالدار ہے ـ لیکن خداوندتعالے نے اگر اسے عزت نہیں دی تو وہ یقیناً خوار ہے ـ دنیا میں بھی اور مرنے کے بعد بھی ـ لہذا اب آیئے اور اس قول کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے دیکھئے کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام نے اپنی ذندگی کس طرح گذاری ؟ـ

ابتدا سے لیکر آج تک زندگی کا مقصد اس قول کے مطابق حاصل کیا جاتا رہا ہے ـ اگر عزت صرف مال وزر سے ہوتی تو جناب رسولِ خدا صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم بڑے بڑے محل بنا لیتے

دولت جمع کرتے ۔ لیکن آپ دیکھیں گے کہ وہاں محض انسان کی دی ہوئی عزت ، عزت نہیں کہلاتی ۔ کفار نے حضورؐ پر کوڑا کرکٹ ڈالا ۔ ہر قسم کا ظلم روا کیا ۔ مگر آپ کی عزت میں کچھ فرق نہ آیا ۔ بلکہ وقار میں اور اضافہ ہو گیا ۔ عزت وہ تھی جو خدا نے عطا کی تھی ۔

حضرت علی علیہ السلام کو لیجئے ۔ جب بھی بیت المال میں کچھ پونجی جمع ہوتی ۔ تو اپنے غلام سے کہتے جاؤ ۔ سب غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم کر آؤ اور آپ خود ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتے ۔ اور جب غلام سب کچھ تقسیم کر آتا اور اطلاع ملتی تو آپ خدا کا شکر ادا کرتے ۔

مال وزر کی ان کی نگاہ میں بس اتنی ہی قدر تھی کہ وہ بھرے مجمع میں جاتے اور راہِ خدا میں صرف کر دیتے اور خدا سے مغفرت کے طالب ہوتے ۔ ان کے لئے یہی چیز باعثِ عزت تھی ۔

اس لئے رسولِ خدا نے ان لوگوں کو ہمیشہ یہی دعوت دی کہ وہ اس راہِ مستقیم پر چلیں تاکہ نجات حاصل کریں اور مرنے کے بعد ان کی عزت خداتعالےٰ کی نظر میں قائم ہو ۔ آپ نے اپنے اخلاق وکردار سے ہدایت کی ۔ آپ نے راہِ حق پر چلنے کے لئے ہر وقت لبیک کہا ۔ اور بتایا ۔ کہ خلق کو کس راستہ پر چلنا چاہیئے ۔ لوگ جب حق وباطل کے سمجھنے میں فیصلہ نہ کر سکے اور معلوم کرنا چاہا کہ کون سے احباب اُن کے ساتھ چلیں ۔ آپ نے فرمایا جو وقتِ ضرورت خون اور پسینہ ایک کردیں ۔

رسولِ خدا کی آنکھ بند ہوتے ہی طرح طرح کے مصائب آپڑتے ہیں ۔ وہ مسجد جس میں خانۂ خدا ہونے کے سبب پناہ ملا کرتی تھی اس میں حضرت علی کو شہید کر دیا جاتا ہے ۔

حضرت امام حسن علیہ السلام نے تمام جاہ وریاست حکومت و سلطنت کو ٹھکراتے ہوئے لڑائی کا خاتمہ کر دیا اور صلح سے امن کو قائم کیا ۔ نیز بتایا کہ لوگ جب تک سیدھے راستے پر

نہ چلیں گے خدا ان کو عزت نہ دے گا ۔

امن قائم کرنے کے لئے امام حسن علیہ السلام نے صلح کی ۔ باوجود اس کے آپ کو زہر دے کر شہید کر دیا گیا ۔ اور دنیا کو کھلم کھلا نہ معلوم ہو سکا ۔ کہ اس فعل کا مرتکب کون تھا ۔ اتنی بڑی بات آئی گئی ہو گئی ۔

بعض لوگوں کا خیال ہے ۔ کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام نے حکومت ، تخت اور تاج حاصل کرنے کی خاطر جنگ کی خواهش کی یہ خیال قطعاً درست نہیں ۔ آپ امن کا پیغام دینے آئے تھے ۔ لڑائی کرنا کسی حال نہیں بھی آپ کو پسند نہ تھا ۔

بعد شہادت حضرت امام حسن علیہ السّلام ان کے جنازہ پر تیر برسائے گئے ۔ اب کوئی بتائے کہ اگر امام حسینؑ لڑائی کرنا چاهتے تو کیا یہ واقعہ وجہ نزاع نہ ہو سکتا تھا ۔ لیکن حضرت امام حسین علیہ السّلام نے نہ اس وقت لڑائی کی اور نہ جب معاویہ نے صلح کی شرائط کی خلاف ورزی کی تھی ۔ اس وقت بھی امام خاموش رہے ۔ کچھ حضرات فرماتے ہیں ۔ کہ اگر امام حسین علیہ السّلام جنگ کے لئے نہیں گئے تھے ۔ تو جب آپکو معلوم تھا کہ جہاں جا رہے ہیں وہاں قتل ہو جائیں گے ۔ تو پھر جان بوجھ کر کیوں گئے ؟ جب جانتے تھے کہ بادشاہ وقت مخالف ہے ۔ اور وہ چاہتا ہے کہ ان کو قتل کر دے جس طرح ان کے بھائی اور والد کو شہید کیا گیا تو پھر آپ نے یہ راہ کیوں اختیار کی ایسی جانب کیوں نہ نکل گئے ۔ جہاں جان بچتی اور امن و امان حاصل ہو جاتا ؟ ان اعتراضات کا جواب اتنا ہی کافی ہے کہ آپ ایسی موت مرنا چاہتے تھے ۔ کہ جس کا علم ہر ایک کو ہو جائے ۔ کہ کس نے ظلم کیا ۔ کیونکہ اس سے پہلے آپ کے والد بزرگوار حضرت علی علیہ السّلام کو شہید کیا گیا ۔ اور یہ بھی آج تک معلوم نہ ہو سکا کہ اس سازش میں کس کا ہاتھ تھا ؟ اور اسی طرح آپکے بھائی حضرت امام حسن علیہ السّلام کو زہر دے کر شہید کیا گیا اور اس کا بھی سراغ نہ مل سکا ۔

امام حسین علیہ السلام نے دنیا پر یہ واضح کر دیا ۔ کہ ان کا قاتل کون ہے ۔ دنیا اب ان کے قاتل کو قیامت تک بھی نہ چھپا سکے گی ۔ دوسری لڑائیوں میں عام طور پر وہ لوگ جاتے ہیں جو مالِ غنیمت کے طالب ہوتے ہیں ۔ اور جہاں مال وغیرہ کی امید نہ ہو ۔ بھاگ جاتے ہیں ۔ لیکن آپ نے اپنے ایسے اصحاب منتخب کئے کہ جو محض رضائے خداوندی کے منتظر تھے ۔ اور اپنی جانوں کو راہِ حق میں دینے کو تیار تھے ۔ اور اپنا خون پسینہ بہانے کے لئے آئے تھے ۔۔ اور وہ جانتے تھے کہ ہم راہِ مستقیم پر ہیں ۔

دنیا لڑائی لڑنے کے لئے فوج کو بھرتی کرتی ہے کبھی اس کو لالچ دیا جاتا ہے ۔ کبھی خوف دلایا جاتا ہے ۔ اور اس طرح فوج بڑھائی جاتی ہے ۔ لیکن .... حضرت امام حسین علیہ السلام کی فوج کی اور نوعیت ہے ۔ ان میں بچے بھی ہیں ، عورتیں بھی ہیں بوڑھے بھی ۔ جوان بھی ہیں اور ان کو ساتھ لے کر یہ میدان کربلا کی طرف جاتے ہیں ۔ اور ہر منزل پر کہتے ہیں ۔" میں مرنے کے لئے جا رہا ہوں اور اب واپس نہ آؤں گا ۔ تم میں سے جسے واپس جانا ہے واپس ہوجائے ورنہ تمہاری **جان** بھی جائے گی ۔ مگر ساتھی بھی جانتے تھے کہ عزت کدھر ہے اور ذلت کدھر ہے وہ حکومت کا لالچ نہیں رکھتے تھے مال غنیمت کی حرص نہیں رکھتے تھے وہ حقیقی عزت کے طالب بن کر امام کے ہمراہ تھے ۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کو ایک جگہ جب تنگ کیا جاتا تھا تو وہ دوسری جگہ اور پھر اسی طرح مختلف مقامات پر منتقل ہوتے رہے ۔ یا یوں کہیئے کہ اپنا مقتل بدلتے رہے ۔ وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ خاموشی سے اپنے باپ اور بھائی کی طرح شہید ہوں اور دنیا قاتلوں پر انگشت نمائی نہ کر سکے ۔

یہ ایک کہانی تھی جو لکھی جا رہی تھی ۔ لوگ حسین علیہ السلام کے دلی مقصد اور نتیجہ تک پہنچ چکے تھے ۔ کہانی کو پورا کرنے کے لئے حضرت امام حسین علیہ السلام آئے اور ظاہر کر دیا کہ کون حق پر ہے کون باطل پر ۔ کون صحیح راستہ پر ہے اور کون غلط

راستہ پر ہے - یہی وجہ تھی کہ آپ نے فریضۂ حج کی ادائیگی کو چھوڑ دیا - لیکن جو لوگ حج کرنے کو جارہے تھے - وہ صحیح راستہ سے یقیناً ناواقف تھے - ورنہ امام کا ساتھ دیتے -

لوگ کہتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام سیاست نہ جانتے تھے - ہماری سیاست یہ ہے کہ مکر کیا جائے ، فریب دیا جائے - دھوکہ بازی سے کام لیا جائے - اور امام عالی مقام ان تمام برائیوں اور اس قسم کی سیاست کو بُرا جانتے تھے - حضرت امام حسین علیہ السلام زبردست سیاست دان تھے - وہ اپنے مقصد میں برابر ہر قدم پر کامیاب ہوتے جارہے تھے - آپ کی سیاست کیا تھی ؟ یہ کہ حق اور باطل میں ہمیشہ کے لئے فرق کر دیا جائے - حق والوں کو ہمیشہ مصائب پہنچے ہیں اور باطل والوں کو راحتیں ملیں -

اس کے برعکس دشمن کی سیاست کیا تھی ؟ یزید امام سے بیعت طلب کرتا ہے تاکہ اسے سند مل جائے اور وہ جسے حلال کہے حلال قرار دیا جائے اور جسے وہ حرام قرار دے حرام شمار ہو - اور اس راہ میں جو سدِ راہ بنے اُسے ہٹا دیا جائے - لہذا اس نے حکم دیا - کہ امام سے بیعت طلب کی جائے - اور اگر وہ منظور نہ کریں تو پھر ان کو قتل کردیا جائے اور اس طرح وہ اپنی خود ساختہ شریعت کے مطابق حکومت کر سکے -

اس مرحلہ پر اس دینوی سیاست کو حضرت امام حسین علیہ السلام خوب جانتے تھے - آپ اپنے ساتھیوں سمیت بڑھ رہے تھے - پوچھا گیا - کہاں جارہے ہیں ؟ آپ نے فرمایا لوگوں نے بلایا ہے کہ وہ حق کا ساتھ دیں گے اور فسق وفجور کو چھوڑ دیں گے -

اگر امام حسین علیہ السلام اس دعوت کو قبول نہ فرماتے تو لوگ کہتے کہ اچھے امام تھے - آپ کو متواتر خطوط بھیجے جا رہے تھے اور درخواست کی جارہی تھی کہ اپنے نانا کے دین کو پھیلائیں اور فتنہ ہونے دیں - مگر وہ اپنی جان کو بچانے کی فکر میں رہے - **امام** جانتے تھے کہ راہِ حق کیا ہے اور اس پر چلنے کیلئے

ہمارے ہیں حسین (علیہ السّلام)

(شری سوامی کلجگانند ـ صدر اچھوت لیگ ڈھاکہ)

جناب صدر ـ بزرگو اور بھائیو ـ

ہم خوش ہیں کہ اچھوت لوگ جو اس ملک کے اصلی باشندے تھے یزیدیوں کی بڑی کوشش کے باوجود مٹ نہ سکے ـ اور یہ صدقہ حضرت امام علیہ السّلام کا ہے ـ یہی وجہ ہے کہ ہم امام حسین علیہ السّلام کے بلند مقام کو سمجھتے ہیں پرکھتے ہیں اور ان کی قدر کرتے ہیں

حضرت امام حسین علیہ السّلام اچھوتوں اور مظلوموں پر سے مظلومیت کو ختم کرنا چاہتے تھے ـ آپ کی خواہش تھی ـ کہ پسماندہ لوگوں کو اٹھا کر بلند مقام پر پہنچا دیں ـ ایک زمانہ میں ہمارے لئے کنوں سے پانی بھرنا بند تھا ـ دنیا ہم کو طرح طرح کی تکالیف پہنچاتی تھی ـ ہم کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتی تھی ـ اور ناپسند کرتی تھی ـ ہم مظلوم ہیں اور اسی لئے حضرت امام عالی مقام کی مظلومیت کی قدر کرتے ہیں اور ان کی مظلومیت کی داستان اور ان کے ذکر کو غور سے سنتے ، سمجھتے اور پرکھتے ہیں ـ

حضرت امام حسین علیہ السّلام کو ہمارے ملک سے بڑی محبت تھی جب دشمن نے ان پر پانی بند کردیا ـ اور ہر طرح کا سامانِ راحت چھین لیا تو آپ نے فرمایا کہ ہم تم سے لڑنا نہیں چاہتے ـ ہم ہر طرح سے امن قائم کرنا چاہتے ہیں ـ تم ہمارا راستہ چھوڑ دو ـ ہم ہندوستان چلے جائیں گے ـ اور وہاں جا کر اپنی زندگی خدا کا نام بلند کرنے اور اسلام کا چرچا کرنے میں گذاریں گے ـ

آپ اس زمانے میں جب خود آفت میں مبتلا تھے ـ ہم کو نہ بھولے ـ پس ہم بھی آپ کو کسی طرح نہیں بھول سکتے ـ اور رہتی دنیا تک آپ کی یاد ہمارے دلوں میں قائم رہے گی ـ

آج اس بین الاقوامی جلسہ میں ہمیں جو دعوت دی گئی ہے ـ

یہ بڑی مبارک کوشش ھے - تمام فرقوں کو حضرت امام حسین علیہ السلام کے آستانے سے قریب تر کرنے کی کوشش لائق صد تحسین ھے اور اس لحاظ سے دعوت دینے والوں کی جتنی بھی قدر کی جائے کم ھے -

آج دنیا کے بڑے بڑے ملک اور حکومتیں امن کی دعوت دے رھی ھیں - سب سے زیادہ امریکہ امن کا چرچا کرنا چاھتا ھے لیکن اس کو پتہ ھے - قرآن نے ۱۴ سو سال پہلے دنیا والوں کو خوشخبری دی تھی -"رب المشرقین و المغربین" کہ مشرقوں اور مغربوں کا مالک ایک ھی رب ھے - اور کربلا میں امام حسین علیہ السّلام نے اسی کی تفسیر فرمائی تھی - پس امام کے پیغام کو امریکہ اگر اپنا لے تو دنیا میں امن و امان قائم ھو سکتا ھے اور ھر طرح کی بے چینی دور ھو سکتی ھے -

حضرت امام عالی مقامؑ نے دنیا والوں کو پکارا (۱) اے دنیا والو - زمین کا مالک خدا ھے (۲) تمام انسان بھائی بھائی اور آپس میں برابر ھیں (۳) انصاف کے راستے پر تم سب قائم رھو - ظالم کے ظلم کا مقابلہ اس قدر کرو کہ اس کے ظلم کے تختے ھمیشہ کے واسطے الٹ کے رکھ دو - یہی وہ مشن ھے جو آپ نے دنیا میں امن وسلامتی پھیلانے کے واسطے جاری فرمایا -

آپ کی تعلیم ھے - کہ انصاف کے راستے پر ڈٹ جاؤ -- آج دنیا پھر ظلم واستبداد میں مبتلا ھے - ذرا دیکھئے تو کہ وہ قوم ، وہ لوگ جو جوتے بنا کر دیں - کہ تمہارے پیروں میں کنکر نہ چبھیں - وہ گندے ، ذلیل - اور حضور اونچے - وہ جو غلاظت اٹھاتے ھیں اور آپ کی صفائی کرتے ھیں وہ نیچے اور آپ اونچے ؟ کپڑا بنا کر دینے والے آپ کی نظروں میں نیچے اور خود اونچے - یاد رکھیئے کہ جب حضرت علیؑ بادشاہ ھو گئے - تب بھی آپ نے اپنی زندگی کے تمام کام خود اپنے ھاتھ سے کئے تاکہ کسی کام کو لوگ حقیر یا ذلیل نہ سمجھیں - آپ اس وقت مجبوری کی حالت

میں تھے ؟ بلکہ تخت وتاج کے مالک تھے ۔ رسولؐ کے وارث اعظم تھے ۔ لیکن آپ نے مزدوری کاکام کیا ۔ مالی کاکام انجام دیا یہودیوں کے پاس جا کر کھیتی باڑی کاکام کیا ۔ تاکہ ہم زیادہ سے زیادہ کام کریں اور مزدوری پوری لیں ۔ ع :۔ کھری مزدوری چوکھاکام ۔۔ بہر حال آپ کا یہ عمل مزدوروں اور محنتیوں کے لئے ہدایت تھی ۔ کہ وہ کام کرے چوکھے کرے اور سرمایہ دار یا کام کرانے والے اس کی مزدوری زیادہ سے زیادہ دیں ۔

پس دنیا میں جب تک علیؑ کی گورنمنٹ نہ ہو گی ۔ امن وانصاف قائم نہیں ہو سکتا ۔ آج بدی کے مٹانے کے واسطے جیل کی سزا رکھی گئی ہے ۔ حالانکہ جیل خانہ بدکرداروں کے لئے ایک قسم کا ٹریننگ سنٹر ہے ۔ آج کل کے جیل خانہ میں سے ایک ڈاکو قاتل بن کر نکلتا ہے ۔ حضرت علی علیہ السّلام کی حکومت میں آزادی تھی جیل خانہ نہ تھا ۔ آزادی بھی وہ آزادی کہ اس میں غلامی نہ تھی ۔ ان کا اصول یہ تھا کہ بد آدمی کی اصلاح کرو ۔ تاکہ وہ آئندہ پھر اس قسم کی برائی نہ کرے ۔

ہم چاہتے ہیں اور موقعہ ہے کہ پاکستان میں علیؑ کی گورنمنٹ قائم کریں ۔ ان کا مشن جاری کریں ۔ اگر آج محمد علی جناح زندہ ہوتے تو سب سے پہلے پاکستان میں علی کی گورنمنٹ قائم کرتے جیسے معجزانہ طور پر انہوں نے پاکستان بنایا تھا ۔ اسی طرح وہ آئین بھی ایسا بناتے کہ جسے دنیا اختیار کرتی اور منظور کرتی ۔

آیئے اور مزدوروں کا ساتھ دیجئے ۔ ۲۵ کروڑ شودر کو کمینہ اور مظلوم بنایا جا رہا ہے تین کروڑ بڑے بن رہے ہیں کہ وہ پرماتما کے منہ سے نکلے ہیں اور ان کے سینوں پر چڑھ کر حکومت کر رہے ہیں ۔ اس لئے جب تک علیؑ کی گورنمنٹ قائم نہیں ہوتی بے انصافی نہیں مٹ سکتی ۔ پس ہم چاہتے ہیں

کہ انصاف کا جھنڈا بلند ہو ۔ جس طرح حضرت امام حسین علیہ السلامؑ نے بدی اور ناانصافی کے خلاف اپنا حقانی پرچم بلند کیا تھا ۔ یزید نے ان سے کہا تھی بیعت کر لو ۔ یہ بیعت کیا تھی ؟ اس بیعت کے معنی سند یا سرٹیفیکیٹ دینا تھی ۔ کہ یزید جو جو برائیاں کر رہا ہے اور جو بے انصافیاں کر رہا ہے حضرت امام حسین علیہ السّلام اسے ان کی سند دے دیں کہ وہ جائز ہیں ۔

مگر حضرت امام حسین علیہ السّلام نے سر دینا منظور کیا ۔ لیکن بدی کی اجازت نہ دی اور انصاف کو ہاتھ سے جانے نہ دیا ۔ آپ نے انصاف کو قائم کیا ۔ انصاف کے جھنڈے کو بلند کر دیا ۔

آج یہ اعتراضات کئے جاتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام کی مجالس برپا کی جاتی ہیں ؟ ان کی یاد میں مرثیے پڑھے جاتے ہیں اور باجے بجائے جاتے ہیں ؟ اصل حقیقت یہ ہے کہ یزید اور اس کے ماننے والے ساتھی چاہتے تھے ۔ کہ امام حسین علیہ السّلام کا نام مٹ جائے ۔ چنانچہ انہوں نے ان کی قبر کو کھودڑ الا اور اس پر کھیتی باڑی کرائی گئی تاکہ آپ کا نام باقی نہ رہے لیکن ہم اس کے مقابلہ میں آج بھی ڈنکے کی چوٹ پر حضرت امام حسینؑ کا نام لے رہے ہیں ۔ اور باجہ بھی اس واسطے استعمال کر رہے ہیں کے باجہ اعلان کرتا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام کا نام درخشندہ ہے اور زندہ ہے ۔ اور ڈنکے کی چوٹ پر آج ہم حضرت امام حسین علیہ السّلام کا نام لے رہے ہیں ۔ لیکن اس کے برعکس آج یزید کے لئے کہیں ٹھکانہ نہیں ۔ اس کا کوئی چراغ جلانے والا نہیں ۔ مگر حضرت امام حسین علیہ السّلام کا چراغ روشن اور ان کے نام پر لاکھوں چراغاں کرنے والے موجود ہیں ۔

دشمن کہتے ہیں کہ امام تو بادشاہت اور خلافت لینا چاہتے تھے ۔ اور اس لئے وہ کربلا جا رہے تھے ۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ وہ کیسی حکومت کے خواہش مند تھے ۔ وہی نا جو نانا نے کی تھی اور باپ نے کی تھی اور بھائی نے کر کے چھوڑ دی تھی اور جس میں چھوٹوں کو بلند کیا گیا تھا ۔ پس ماندہ انسانوں کو اعلے

مرتبہ پر پہنچایا گیا تھا ۔ آپ کے گھر جناب فضہ آتی ہیں ۔ کنیز کی حیثیت سے لیکن انہیں رانی مہارانی کے برابر کا مقام عطا کیا جاتا ہے ۔

ہم فخر کے ساتھ کہتے ہیں ۔ کہ ہماری عورتوں کو امامؑ نے آزادی عطا فرمائی ۔ وہ چاندی بنانا جانتی تھیں ۔ امامؑ کو دو دن کا فاقہ تھا ۔ انہوں نے چاندی بنا کر پیش کی ۔ امام نے فرمایا :۔

"کہاں سے لائیں ؟" ۔ فضہ نے حالات بتائے ۔ فرمایا :۔
"یہ حلال کی کمائی نہیں ہے ۔ یہ ہمارے لئے حرام ہے" ۔

تو اگر امام عالی مقام بادشاہت چاہتے بھی تھے اور اگر آپ بادشاہت کرتے تو کس قسم کی ؟ ویسی ہی بادشاہت کرتے جیسی آپ کے بزرگوں نے کی ۔ ذرا بچپن پر ہی ایک نظر ڈال لیجئے ۔ تو اخلاق کی بلندی معلوم ہو جائے گی ۔

حضرت اپنے بھائی حسن کے ساتھ کھیل رہے تھے ۔ یکایک آپ نے ایک ضعیف شخص کو دیکھا کہ وہ وضو غلط کر رہا ہے فرمانے لگے ۔ کہ بڑے میاں دیکھنا ہم دونوں بھائیوں میں سے وضو کون درست کرتا ہے ۔ یہ فرما کر وضو کرنے لگے ۔ اس ضعیف نے دیکھ کر کہا کہ نبی زادو ۔ مجھے اپنی غلطی کا پتہ لگ گیا ۔ میری اصلاح ہو گئی ۔ میرا وضو غلط تھا ۔ تو جو طفلی میں اس طرح کی تبلیغ و اصلاح کرے ۔ اس نے کربلا میں کیا کچھ نہ کیا ہو گا ۔ آپ اپنے خلق عظیم سے گمراہی کو دور کرنے آئے تھے ۔ آپ نے دلوں کو اس طرح زخمی ہونے سے بچایا ۔ آپ غلط راہ والے کے دل ودماغ پر اس طرح چھا جاتے ہیں کہ وہ خود اپنی اصلاح کر لیتا ہے ۔

آج مشرقی بنگال میں ۵۵ لاکھ کے قریب اچھوت رہتے ہیں ۔ وہاں جو قومیں آباد ہیں انہیں سخت ضرورت ہے ۔ کہ امام حسین علیہ السّلام کے مشن کو قائم کر کے ان کے مبارک اصول کو پھیلاتے

جائیں ۔ اسی طرح چاٹگام کے علاقہ میں بھی بڑی ضرورت ہے ۔ بلکہ جس طرح گھروں میں یاد امام کی مجالس قائم ہوتی ہیں ۔ اسی طرح میدانوں میں بھی برملا جلسے کئے جائیں اور علم بلند کر کے کہا جائے ۔ کہ ہم علیؑ کی گورنمنٹ قائم کریں گے ۔ اور پاکستان بھی اسی واسطے ملا تھا ۔ کہ اس میں علیؑ کی گورنمنٹ قائم ہو ۔ تاکہ دنیا سے بدامنی دور ہو جائے اور بے انصافی کا قلع قمع ہو ۔ سلامتی اور انصاف کا راج ہو ۔

یوں تو یزید نام کے کئی آدمی ہو سکتے ہیں ۔ لیکن دراصل یزید نام ہے برائی اور بے انصافی کا ۔ اور حسینؑ نام ہے بھلائی اور انصاف کا ۔ نیکی اور بدی ہمیشہ آپس میں لڑتی رہی ہیں ۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم بدی کو مٹائیں اور نیکی کو پھیلائیں ۔۔

اسی کام کے لئے گوتم مہاتما جی آئے ۔ کرشن جی آئے ۔ رشی ،منی اور نبی ولی آئے اور ہر زمانے اور ہر ملک میں آئے اور ـــــ اسی باعث حضرت امام علیہ السلام کا ظہور ہوا ۔ تاکہ مظلومیت کا خاتمہ ہو ۔ درد بھری دنیا کو چین کا سانس لینا نصیب ہو ۔ دکھی دنیا سکھی بن جائے یہی سبب ہے کہ ہم امام عالی مقام کی قدر کرتے ہیں ۔ تاکہ امن وامان ہو اور انصاف ومساوات کا جھنڈا بلند ہو اور بلند ہوتا رہے ۔

امام حسینؑ اور سنتِ نبویؐ

(صاحبزادہ سید فیض الحسن صاحب سجادہ نشین آلو مہار)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم — اعوذباللّٰہ من الشیطن الرجیم — بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم • ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات — وبشر الصّٰبرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالو انّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون —

صاحب صدر و معزز حاضرین —

ذرّہ آفتاب عالمتاب کی درخشانیوں کا احاطہ نہیں کر سکتا میں بھی عظمت امام حسینؑ کو کما حقّہ نہیں بیان کر سکتا — میں اس مقام پر اپنی ناتوانی کا اعترف کرتا ہوں — میں ادّعائے تقریر لے کر نہیں آیا بلکہ امام عالی مقامؑ کی بارگاہِ عالی میں عقیدت کے چند پھول پیش کرنے کی سعادت حاصلکرنے کو حاضر ہوا ہوں — میں کارکنانِ جلسہ کا شکر گذار ہوں کہ انہوں نے مجھے اس اجتماع میں شمولیت کی دعوت دے کر اظہارِ عقیدت کا موقعہ دیا —

میرے لئے موضوع مقرر ہوا ہے —"امام حسینؑ اور سنتِ رسوؐل" عنوانِ بیان کو دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی — کیونکہ عطف مغائرت کو ظاہر کرتا ہے اور حسین تو عین پیکر سنتِ رسوؐل ہے — پھر یہ مغائرت کیسی — پھول کو پھول ثابت کرنے کیلئے دلائل کی ضرورت نہیں کہ اس کے رنگ و بو ھی خود دلیل ہیں — اسوۂ حسینؑ بھی اسوۂ مصطفےٰؐ کی ھی تشریح ہے — اگر قول وفعلِ نبوّت کو پیکر بشری میں منتقل کر دیا جائے تو اس کا نام حسینؑ بن جاتا ہے —

ع :— داستانِ حُسن جب پھیلی تو لامحدود تھی
اور جب سمٹی تو تیرا نام ہو کررہ گئی

علمائے علم الحیوۃ اور نفسیات کے ھاں یہ مسئلہ ہمیشہ زیر بحث رہا ہے کہ سیرت اور کردار پر نسل کا زیادہ اثر ہوتا ہے یا ماحول کا — ایک مدرسۂ فکر اس خیال کا حامی ہے — کہ نسلی

اثرات ضرور انسانی مزاج میں انجام کار اپنا اثر دکھاتے ہیں
اور دوسرے گروہ کا یہ خیال ہے کہ جیسا ماحول ویسا کردار ۔
اور سب سے قوی اثر ماحول کی قوتوں کا ہوتا ہے ۔ حضرت امام
حسین علیہ السّلام کے کردار کی تشکیل میں یہ دونوں اثرات
یکساں کار فرما رہے ۔ ان کو نسلی اثرات ملے تو بے مثال
اور ماحول نصیب ہوا تو لاجواب ۔ ان کا خمیر خاتم النبیّنؐ کے
خمیر سے وجود پذیر ہوا ۔ اور ان کی تعلیم کا گہوارہ ۔
آغوشِ رسالتؐ نبی ۔ جناب بتول کے آغوشِ عاطفت میں ان کے دل
ودماغ کی تربیت ہوئی ۔ اور حضرت مرتضیٰؑ ۔ جو باب علوم نبوتؐ
اور پروردہ ء آغوشِ رسالت ہیں ۔ ان کے معلم بنے ۔ حضور علیہ
السّلام نے فرمایا ۔ کہ حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں ۔
اسی نسبت اور یگانگت کی ترازو پر حضرت امام حسینؑ کی شخصیت
کو تول کر دیکھئے اور پھر ان کی عظمت کا اندازہ لگائیے ۔
دیہات کی زمیندار مستورات جب مٹی کے برتن خریدتی ہیں ۔ تو
آٹا رکھنے والے اور پانی یا اناج ڈالنے والے برتن کو معمولی
دیکھ بھال کے بعد خرید لیتی ہیں ۔ لیکن جب دودھ والے برتن
کی باری آتی ہے تو اسے خاص اہتمام سے خوب دیکھ بھال کر خریدا
جاتا ہے کہ مٹی بھی اچھی ہو ۔ اچھے کاریگر کا تیارکردہ ہو ۔
شکل و صورت بھی عمدہ ہو ۔ اور پھر گھر کی مالکہ دودھ والے
برتن کی صفائی اور دیکھ بھال بھی خود کرتی ہے تاکہ کہیں دودھ
خراب نہ ہو جائے رات کو کمال حفاظت سے سنبھال کر اپنی چارپائی
کے نیچے رکھتی ہے کہ کہیں کوئی جانور دودھ کو ضائع نہ کر دے
جس برتن کی تعمیر اور حفاظت کا اہتمام اس درجہ کیا جائے ۔ اس
کے متعلق یقین ہوتا ہے کہ اس میں کوئی قیمتی چیز ڈالنی مقصود
ہے ۔ ورنہ دوسرے تمام برتنوں سے زیادہ اس کی دیکھ بھال نہ ہوتی
اسی طرح حضرت امام حسین علیہ السّلام کی تخلیق اور تربیت کیلئے
قدرت نے جو خصوصی اہتمام کیا ۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قدرت
ایک فقید المثال اور یگانہ روزگار شخصیت تیار کرنا چاہتی تھی ۔

اس شخصیت کو نگاہ رسالت نے کس انداز سے دیکھا اور اپنے ہاں کیا مقام دیا ۔ اس پر نگاہ ڈال لیجئے ۔ میرا یقین ہے ۔ کہ قلب رسالت کے عواطف محبت اور نفرت عام انسانوں کی طرح نہیں ہوتے ۔ ہم تو اپنے جبلّی تقاضوں کی بناء پر محبت اور نفرت کا فیصلہ کرتے ہیں لیکن نگاہ رسالت ، صلاحیت کی بناء ان جذبات کی تعیّن کرتی ہے ۔ حضور علیہ السّلام نے جب دوش رسالت پر حسینؑ کو اٹھا اٹھا کر کائینات میں سر بلند کیا ۔ تو صرف عام انسانی پدری محبت کی نمود نہ تھی بلکہ رسالت کی نگاہِ امتیاز کا اعلانِ عام تھا ۔ کہ یہ دنیا میں راکبِ دوش رسالت ہے تو عقبٰی میں جنت کے جوانوں کا سردار ہے ۔ باطل کے مقابلہ میں یہی حق کا ساحل استوار ہے اور یہی شہداء کا سرخیل ہے ۔ گلشن حق و صداقت کا گلِ سرسبد وہی ہے ۔ جس کو ہمیشہ رسالت کی آغوش محبت میں جگہ ملی ۔ دستِ رسالت نے جس کو سنوارا اور لبہائے نبوت نے جسکو محبت کیساتھ چوما ۔ حسینؑ کی لغزش پا کو دیکھ کر خاتم المرسلینؐ منبر سے اترے اور اس لئے حسینؑ کو تھام لیا کہ حسینؑ کی لغزش پا امت مسلمہ کی دائمی شکست تھی ننھے سے حسینؑ کو تھام تھام کر دستِ رسالت نے یہ تلقین کی کہ باطل کے مقابلہ میں کوہ استوار بن کر جم جانا ، کٹ جانا لیکن جھکنے کا نام نہ لینا کہ تیری لغزش پا اسلام کی موت ہے ۔ چنانچہ وہی تعلیم تھی ۔ جس نے حسینؑ کو دنیائے حق وصداقت کا ہیرو بنا دیا ۔ اسی حسینؑ نے کربلا کے میدان میں باطل کو وہ شکست فاش دی اور حق و صداقت کے علم کو کچھ اس طرح بلند کیا کہ دنیائے حریت قیامت تک حسینؑ کے نام پر ناز کرتی رہے گی ۔

حضرت آدم علیہ السّلام کو خلافت عطا ہونے پر فرشتوں نے احتجاج کیا اور اپنی عبودیت کامل کو اپنے استحقاق خلافت کی دلیل کے طور پر پیش کیا اور یہ بھی کہا کہ انسان خون خرابہ کرے گا ۔ اور نادانی کا مرتکب بھی ہو گا ۔ لیکن بارگاہِ رب العزت سے جواب ملا ۔" انی اعلم مالا تعلمون" جو میں جانتا ہوں ۔

وہ تم نہیں جانتے ۔ کربلا کے ہنگامہ ٔ خونین کے وقت قدرت نے احتجاج کرنے والے فرشتوں کو انسانی عظمت اور کمال عبودیت کا منظر دکھایا ہو گا ۔ بہتر لاشیں کٹی پڑی تھیں ۔ جن میں دودھ پیتا بچہ بھی شامل تھا ۔ زخمی اور پیاسا باپ اس مسلے ہوئے غنچہ ناشگفتہ کی لاش کو آغوش میں اٹھائے کھڑا ہے ۔ سایہ دار جگہ نہیں کہ جہاں بچہ کے لاشہ کے لئے قبر کھودے ۔ کدال پاس نہیں جس سے گڑھا کیا جائے ۔ مجبوراً باپ اپنی انگلیوں سے تپتی ہوئی ریت میں ننھی سی قبر کھودتا ہے اور اپنے ننھے سے لختِ جگر کو اس قبر میں رکھ کر مٹی دیتا ہے ۔ ذرا اس کیفیت کا اندازہ تو کیجئے ۔ کیا اس سے زیادہ بے بسی اور بیکسی کا منظر آپ نے دیکھا ہے ؟ میر انیس نے چند لفظوں میں اس درد ناک منظر کی تصویر کشی کی ہے ۔

ننھی سی قبر کھود کے اصغر کو گاڑ کے
شبیر اٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

سب کچھ لٹا کر جب شبیر دامن کو جھاڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور اس عالم میں جب اپنے خدا کے سامنے سجدہ ٔ عبودیت کیا ۔ تو فرشتوں کی دنیا میں کہرام مچ گیا ۔ اور سب نے پکار پکار کر اعلان اور اعتراف کیا ۔ کہ پروردگارا واقعی انسان ہی حق عبودیت ادا کر سکتا ہے ۔ حق محبت کی ادائیگی اسی کا مقام ہے اور وہی حقیقتاً تیری خلافت کے قابل ہے ۔

حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام سے پیشتر عموماً انبیاء کے اہل وعیال ان کا ساتھ نہ دیتے رہے ۔ لیکن حضرت خلیل علیہ السلام کے وقت سے اہلبیت نبوت نے نبی کے ساتھ مل کرعموماً انفرادی طور پر قربانی پیش کرنا شروع کر دی ۔ حضرت اسمعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ نے حضرت خلیل کی زیر ہدایت اللہ تعالے کی راہ میں سب کچھ قربان کر دیا ۔ نوسال کے بچے نے اپنے حلقوم نازک پر تلوار کی دھار رکھوا کر ، اور بوڑھے باپ نے اپنے لختِ جگر کی گردن پر چھری چلا کر ، عشق و

محبت کے ایک حسین و جمیل باب کا صحیفہ محبت میں اضافہ کیا گویا قربانی عدیم النظیر تھی ۔ لیکن بہر حال شخصی تھی ۔ قدرت نے نبوت کے اس گھرانہ کے ایمان کو تولا اِن کے حسنِ نیت کی داد دی ۔ لیکن عملی طور پر اس قربانی کی تکمیل نہ ہونے دی ۔ جنت کا ذبیحہ حضرت اسمعیلؑ کا فدیہ بن گیا ۔ اور انکو ذبیح اللہ کا خطاب مل گیا ۔ لیکن وہ ذبح عظیم جو ایثاروفا کے جذبات کی انتہائی بلندیوں کا مظاہرہ کرنے والا تھا ۔ اور صفحہ کائنات پر جسے اپنے خونِ رنگیں سے داستان عشق و محبت لکھنا مقصود تھی وہ حسینؑ کے پیکر سے موسوم تھا ۔ کمالِ نبوت کو بلا استشناء باطل کے مقابلہ کے لئے صف آرا کر دیا گیا تھا ۔ حتی کہ شیر خوار علی اصغرؑ مستثنے نہ رہے ۔ ان کو بھی باپ کی آغوشِ محبت میں لیٹ کر جام شہادت نوش کرنا پڑا ۔ اپنی کم سنی اور کیفیت کے لحاظ سے یہ قربانی از ازل تا ابدو عدیم النظیر رہے گی ۔ خواجہ اجمیری نے کیا خوب کہا ہے ۔

شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ
دین است حسینؑ دین پناہ است حسینؑ
سرداد نہ داددست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؑ

علامہ اقبال نے کربلا کے معرکہ حق و باطل کی حقیقت کو کیا اچھے طریقہ پر بیان کیا ہے

چوں خلافت رشتہ از قرآن گسیخت
حریت راز ہر اندر کام ریخت
خواست آں سر جلوہ خیر الامم
چوں سحابِ قبلہ باراں در قدم
بر زمینِ کربلا بارید و رفت
لالہ در ویرانہ ھاکارید و رفت
تاقیامت قطع استبداد کرو
موجِ خونِ او چمنِ ایجاد کرو

ایسا کیوں نہ ہوتا حسینؑ کی رگوں میں رسالتؐ کو خون تھا - انکی ذات موردِ آیہ تطہیر تھی - ان کی فطرت کی نفاست باطل کی پرچھائیں بھی قبول نہ کر سکتی تھی - حق پرستی اور حق نیوشی کی وہ داستانِ رنگین جو علی اصغرؑ کے خونِ رنگین سے حسینؑ نے کربلا کی سر زمین پر لکھی انمٹ ہے اور رہتی دنیا تک حریت پسندوں اور حق پرستوں کے لئے مشعلِ ہدایت بنی رہے گی -

یہ وہ موت ہے جس کو موت کہنا گناہ ہے - اس موت کو حیات ابدی سے تعبیر کیا گیا ہے - کربلا کی شام غریباں کی اوٹ میں حسینؑ نے اس سحرِ تاباں کی تعمیر کی - جو تا ابد ظلمت شب پر خندہ زن رہے گی - حسینؑ افق خلافت کے نیر درخشاں ہیں - حسینؑ طوفانِ حیات میں روشنی کا وہ مینار ہیں - جسکو دیکھ دیکھ کر لاکھوں سفینے طوفانوں سے بچکر ساحل آشنا ہو گئے

غرضیکہ حضرت امام حسینؑ از سر تا بہ پا - پیکر سنتِ رسولؐ ہیں - انکی عبادت ریاضت ، شجاعت ، صداقت ، سب کچھ فطرت رسالتؐ کا عکس ہے - یہ قرآن کی زندہ تفسیر ہیں - اور سنتِ رسولؐ کا متحرک پیکر ہیں - دعا ہے - کہ ہم سب کو اللّٰہ تعالے ،حسین علیہ السلام کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے - اور انکا اسوہ حسنہ ہر وقت مشعل ہدایت بن کر ہمارے سامنے رہے -

---

خطبہء صدارت

سیرتِ حسینؑ

عزت مآب جسٹس محمد خورشید زمان صاحب (لاہور)

برادرانِ محترم -

فلسفہ شہادت یا سیرت حسین علیہ السّلام کو بیان کرنا دراصل انہیں حضرات کو زیب دیتا ہے - جنھوں نے تاریخ اسلام بلکہ انسانیت کی تاریخ کے اس مہتم بالشان کارنامہ کا عمیق نظر سے مطالعہ کیا ہے - اور اس کی باقاعدہ تحقیق کی ہے - ہماری خوش نصیبی ہے کہ اس جلسہ میں ایسے ہی حضرات کی تقاریر سن چکے ہیں - علم و بصیرت سے لبریز تقاریر کے بعد میری تقریر جو میری بضاعتی اور کم مائیگی کی تفسیر ہو گی - مناسب تو معلوم نہیں ہوتی - لیکن میرا دل چاہتا ہے کہ میں بھی بارگاہ حسینؑ میں خراجِ عقیدت پیش کر سکوں - آپ کے لطف و کرم پر بھروسہ کر کے جس کا ثبوت یہ صدارت ہے یہ جسارت کر رہا ہوں - اور یہ بات بھی میری ہمت باندھتی ہے کہ حضرت سید الشہدؑا کی بارگاہ میں علم و فضل سے زیادہ خلوص و نیاز کی قدر ہے - واقعہء کربلا حدیث و مقتل اور کتب تاریخ و سیر میں اجمالاً اور تفصیلاً بیان ہو چکا ہے - ہر سال محرم کے مہینہ میں یہ واقعہ ایک خاص اہتمام کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے - ان سہ روزہ اجتماعات میں بہترین مقررین کی زبان سے آپ اسی واقعہ کو سن رہے ہیں - لیکن اس کے باوجود یہ واقعہ اپنے اندر وہی جاذبیت رکھتا ہے - جو روز اوّل تھی اور وہ اس لئے کہ جس غم و عشق کی یہ داستان ہے اس کا عنوان ہے - "ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین"

میں سچ عرض کرتا ہوں کہ اس واقعہ کی جس قدر تحقیق کی جاتی ہے اس پر جتنا غور و فکر کیا جاتا ہے - یہ موضوع وسیع سے وسیع تر ہوتا جاتا ہے - تاریخ کے اہم ترین واقعات ، وقت کے ساتھ بھلادیے جاتے ہیں - امتداد زمانہ سے ان کی یاد دلوں سے محو ہو جاتی ہے یا کثرت بیان سے وہ اپنی زندگی کھو دیتے ہیں - لیکن یہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ جتنا پرانا ہوتا جاتا ہے ، اسی قدر مقبول عام اسے

جتنا زیادہ بیان کیا جاتا ہے ۔ کشش بڑھتی جاتی ہے ۔ جوں جوں وقت گذرتا جاتا ہے ۔ حسین علیہ السلام کے عقیدتمندوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جاتا ہے ۔ مذاہب کی تاریخ میں قربانیوں کی داستانیں ملتی ہیں ۔ انسانیت کی تاریخ میں ظالم اور مظلوم کے کردار نظر آتے ہیں ۔ لیکن جو قبول عام اس واقعہ کو حاصل ہے ۔ وہ کسی اور کو نہیں اور وہ بھی اس صورت میں جب کہ اس کی نشرو اشاعت سے زیادہ اس کے بھلانے اور دبانے کی کوششیں کی گئیں ۔ مذہبی عقیدت کی نظر سے دیکھئے تو یہ سید الشہدا کا معجزہ سمجھا جائے گا ۔ مسلمانوں کے نقطہ نگاہ سے ایسا ہی ہونا چاہیے تھا ۔ کیونکہ کربلا کا شہید، تاریخ اسلام کا شہید اعظم ہے ۔ وہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہیتا نواسہ ان کی پارۂ جگر جناب سیدہؑ کا بڑی محنتوں، مرادوں کا پالا تھا ۔ جس نے ارض نینوا پر اپنے نانا کے دین کو بچانے کی خاطر بے مثال قربانی پیش کی ۔ اللہ کی راہ میں حضرت امام حسینؑ نے اپنا سب کچھ لٹا دیا تھی ۔ اور یہ قدرت کی طرف سے اسی کا انعام ہے مسلمانوں کو سرکار سید الشہداءؑ سے جتنی بھی محبت ہو کم ہے ۔ ان کے کانوں میں تو اب تک رسول مقبولؐ کی حدیث "الحسین منی وانا من الحسین" اور "الحسن والحسین سید اشباب اهل الجنتہ" گونج رہی ہیں ۔ لیکن میں جب ان جلسوں کے پروگرام پر نظر ڈالتا ہوں تو مختلف العقیدہ بزرگوں کے نام پاتا ہوں ۔ جب واقعہ کربلا کے لڑیچر کا جائزہ لیتا ہوں تو ان مفکرین کو خراج عقیدت پیش کرتے دیکھتا ہوں ۔ جو عرفِ عام میں "غیر" کہلاتے ہیں ۔ یہ کیا ماجرا ہے کہ وہ سب "غیر" اپنے حسین علیہ السلام کی بارگاہ کی جانب رواں دواں ہیں شائد یہی سب سوچ کر شاعر انقلاب پکار اٹھا تھا ۔

کیا صرف مسلمان کے پیارے ہیں حسینؑ
چرخ نوع بشر کے تارے ہیں حسینؑ

انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسینؑ

سچ بھی یہ ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے انسانیت کی جن قطعی اقدار کی خاطر جان قربان کر دی ۔ بلکہ گھر بار قربان کر دیا اُن اقدار کو جب تک دنیائے انسانیت اپنائے گی ۔ حسین علیہ السلام کو اپنا ہیرو تسلیم کرلے گی ۔ اور امام عالی مقام کی بارگاہ میں مختلف الخیال بزرگ صف بستہ نظر آئیں گے اور رہتی دنیا تک ختم المرسلین کا نواسہ محسن انسانیت کہلائے گا ۔ اگر کوئی منچلہ یہ کہے گا ۔ کہ انسانیت کی مشترکہ اور متحدہ اقدار اور اصول بھی بدل سکتے ہیں ۔ تو میں عرض کروں گا ۔ کہ وہ انسانیت کے خاتمہ کا دن ہو گا ۔ بربریّت اور بہمیت کی ابتداء کا ۔ یقیناً اس سوسائٹی میں شہید کربلا اور ان کے مشن کا ذکر کرنا جرم قرار دے دیا جائے گا ———— کیونکہ اس قسم کی سوسائٹی کے خلاف حسین علیہ السلام کے کارنامہ کا ذکر ہی سب سے زیادہ موثر حربہ ہو گا ۔ حق یہ ہے کہ شہیدانِ کربلا کی رنگین داستان قیامت تک ہر طالب حق کے لئے دلیلِ راہ رہے گی ۔ میں واقعہ کربلا کے تاریخی پس منظر کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا ۔ کیونکہ سامعین محترم اس سے واقف ہیں اور کیوں نہ ہوں کہ ۔

حقیقتِ ابدی ہے مقام شبیریؑ بدلتے رہتے ہیں اندازِ کوفی و شامی

اور مفکرِ مشرق ڈاکٹر اقبال تاریخ اسلام کے مطالعہ کے بعد فرماتے ہیں کہ ۔

غریب وسادہ و رنگین ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؑ ابتدا ہے اسماعیلؑ

داستانِ حرم کی ابتداء تو ہیں اسمعیلؑ اور انتہا حسینؑ ۔ اب آپ اندازہ فرمائیے ۔ سید الشہداء کی عظمت اور واقعہ کربلا کی حقیقی اہمیت کا ۔ حضرت معین الدین احمیری جن کے حلقہ بگوش آج بھی کروڑوں کی تعداد میں موجود ہیں ۔ وہ نہ صرف صوفیائے کرام بلکہ مفکرین اسلام میں مستند مقام رکھتے ہیں فرما گئے ہیں ۔

شاہ است حسین بادشاہ است حسین
دین است حسین دین پناہ است حسین

سرداد نداددست در دست یزید
حقّا کہ بنائے لاالہ است حسین

دل چاہتا ہے کہ بصد ادب خواجہ غریب نواز کی خدمت میں عرض کروں کہ حسین علیہ السّلام کی محبّت جزوِ ایمان ، انکی منقبت ہمارا مسلک ـ لیکن بنائے لا الہ میں شاعرانہ تعلّی یا غلو تو نہیں ـ

تاریخ پکار اٹھے گی ـ کہ یہ نہ شاعری ہے نہ وفور عقیدت کی انتہا بلکہ یہ تو ٹھوس تاریخی حقیقت ہے ـ جس پر وقت کی چادر بھی پردہ نہ ڈال سکی ـ سرکار دوعالمؐ کی تعلیم کی بنیاد لاالہ الاّاللّہ تھی یہی تعلیم اسلام کا اجمال ہے اور یہی اسکی تفسیر رسول مقبولؐ نے انسانونکی عبدیت کی ایک برادری میں شامل کر دیا ـ اور اسی دولت نے افتراق ونفاق ، ظلم وجور ، جہل و کفر کی لعنت کو ختم کر دیا ـ اگر اسلام محض" الہ" کی تعلیم دیتا تو ختمی مرتبت کو وہ تکالیف برداشت نہ کرنا پڑتیں ـ جن کے ذکر سے آج تک ہر مسلمان بلکہ ہر انسان کانپ اٹھتا ہے بیشمار بتوں کو پوجنے والے رسولِ اسلامؐ کے بھی ایک خدا کی عبادت کر لیتے اور معترض نہ ہوتے لیکن رسولؐ کا تو اصرار تھا ـ قرآن کریم کی تاکید تھی ـ کہ الہ کے اقرار سے پہلے دوسروں کا انکار کرو ـ یہ عقیدہ اسلام کی اساس تھا ـ اس میں کسی قسم کی مصالحت کا امکان نہ تھا

رسول مقبولؐ نے دنیا سے لاالہ الاّاللّہ کا کلمہ پڑھوا کر دم لیا ـ انسان ہر طاقت کے آگے جھکنا سیکھ گیا تھا ـ جب محمدعربی نے اس کی گردن تمام جھوٹے معبودوں سے مڑوا کر رب العزت کی جناب میں جھکوادی ـ انسانوں کی اس ذلت و خواری پر جن لوگوں کے اقتدار و اختیار کی بنیاد تھی ـ ان کی خفیہ کوششیں اسلام کے خلاف جاری رہیں اور یزید انکے ہاتھوں دشمنانِ اسلام کے ترکش کا آخری تیر تھا ـ جو ترازو ہو گیا ـ افق اسلام پر جوروا ستبداد کی گھنگھور گھٹائیں چھا چکی تھیں ـ حق و صداقت کا خاتمہ ہورہاتھا ـ

اعلاء کلمة الحق ناجائز قرار پاچکا تھا - ایک ننگِ انسانیت رسولؐ عربی کی کمائی کو خاک میں ملانے کے لئے تیار تھا - شریعتِ محمدیؐ کو مسندِ خلافت سے چیلنج کیا جارہا تھا - مسلمانوں کا یہ لاڈلا خلیفہ ان تمام خصائل کا مجموعہ تھا - جو انسان کو حیوانیت کے درجہ تک پہونچا دیتے ہیں - اسلام کی بیخ کنی داخلی طریقہ سے کی جارھی تھی - بیرونی خطرہ کی صورت میں مسلمانوں کی توجہ جلد مبذول ہو جاتی لیکن یہاں تو چراغ اسلام کو بجھانے کے لئے خود خلیفۂ وقت کا ھاتھ حرکت میں آ چکا تھا - رسول اسلام کی جانشینی کا دعویدار "لا الہ" کا بظاھر پیروکار خود بُت بن چکا تھا - اور انسانوں سے وہ اخلاقی جرات جو رسولؐ کی تعلیم سے حاصل ھوئی تھی چھینی جارھی تھی - فکر صحیح اور قوت اظہار کی صلاحیتوں کو مال و زر کے لالچ سے اور خوف و ھراس کی طاقت سے کچلا جا رھا تھا - گوشت و پوست سے بنا ھوا انسان بھی صنم بن جاتا ھے - جب وہ الٰہی سطوت و جبروت کے مقابل آ جاتا ھے - اب "لا الہ" کا تقاضا تھا - کہ کوئی مرد مجاھد کفرو الحاد کے اس طلسم کو "لا الہ" کی ضرب سے توڑ سکے - یزید نے ھر جانب سے مطمئن ھو کر امام حسین علیہ السّلام کی جانب نظر ڈالی جو خاموشی کی زندگی بسر کر رھے تھے - جن کے پاس نہ فوج تھی نہ لشکر ، نہ ملک تھا نہ خزانہ - البتہ ان کی روحانی شخصیت ان کا علمی تفوق اور رسولؐ سے قرابت یزید کے دل میں کھٹکتی تھی - یزید جانتا تھا - کہ اس کی الوھیت مکمل نہ ھو سکے گی - جب تک حسینؑ کی گردن بھی اس کے سامنے نہ جھک جائے - حضرت امام حسین علیہ السّلام بھی اچھی طرح جانتے تھے کہ میری گردن کی اھمیت رسولؐ سے میری قرابت کے سبب ھے - میں خاندانِ رسالت کا نمائندہ ھوں - ان کے سامنے دو ھی راستے تھے - "ذلت کی زندگی اور عزت کی موت" حسین علیہ السّلام کے لئے فیصلہ مشکل نہ تھا - رسولؐ کی تعلیم سے بہرہ ور تھے - سیدہ عالم کی تربیت اور امیر المومنینؑ کی زندگی ان کے سامنے تھی - وہ جانتے تھے - کہ اگر آج ان کے جدِّ امجدؐ ، خدا کے برگزیدہ رسول اس آب و گل کی دنیا میں موجود ھوتے - تو یہ مطالبہ بیعت ان سے کیا جاتا اگر حضرت علی مرتضیٰؑ ھوتے تو اس مطالبہ کا جواب دینا ان سے متعلق

ہوتا ۔ بھائی حسن اگر موجود ہوتے تو نیابت رسولؐ کے ذمہ دار وہ ہوتے ۔ لیکن آج صرف میں موجود ہوں ۔ اور میرے جواب اور عمل پر میرے نانا اور ان کے دین کی عزت کا دارومدار ہے ۔

حسین علیہ السّلام نے کہا تو سہی کہ اپنے نانا سے اس طرح سرخرو ہو جاؤں کہ وہ بھی بارگاہِ احدیت میں فخرومباہات کر سکیں اور ہمیشہ کے لئے حق وباطل ، کفرو اسلام ، بہمیت اور انسانیت کے فرق کو ایسا نمایاں کر دوں کہ پھر وہ کسی کو محمد مصطفیٰؐ کے جانشینوں سے اپنے اقتدار کو منوانے کی ہمت ہی نہ ہو ۔

کسی امام سے پھر یہ سوال ہی نہ ہوا

حسین قصّہ بیعت تمام کر کے گئے

رسول مقبولؐ نے جس "لا الہ" کی تعلیم کو عام کیا تھا ۔ اور جس کو یزید مٹا رہا تھا ۔ حسینؑ نے اسے دوبارہ عام کر کے اسلام کو حیات نو بخشی ۔ مقصد جتنا عظیم تھا ۔ قربانی بھی اتنی ہی عظیم پیش کی گئی ۔ وہ دنیا کو بتا گئے ۔ کہ ابدی فتح نہ اسلحہ کی محتاج ہے ۔ نہ کثرت افواج کی ۔ وہ اصول کی صداقت ، ارادے کی پختگی اور قوت ایثار سے حاصل ہوتی ہے ۔ امام حسین علیہ السّلام اور شہدائے کربلا پر درود وسلام ہو ۔ جو مرتے دم تک حق وصداقت کی راہ پر جمے رہے ۔ بھوک اور پیاس کی شدت سے بے پرواہ ہو کر اپنے خون میں نہا کر الٰہی سطوت وجبروت کی فتح کا سکہ انسانی دلوں پر بٹھا گئے ۔

حسین کا پیغام عالم انسانیت کے نام

(جناب پروفیسر خواجہ محمد لطیف صاحب انصاری)

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم -" والعصر اِنّ الانسان لفی خسر ِالاّ الذین امنو و عملو الصّالحات و تواصو بالحق وتواصوبالصّبر-

حضرات :-

جو دعوت نامہ مجھے موصول ہوا ہے اس میں میری تقریر کا موضوع سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السّلام کا پیغام دنیائے انسانیت کے نام قرار دیا گیا ہے - لہذا میں اس قلیل سے وقت میں اس پر کچھ روشنی ڈالوں گا -

وہ نظم نفس کہ انسان ہو تو ایسا ہو
حسین نام ہے تکمیل آدمیت کا

مظلوم بن کے مملکت دل پہ چھا گیا
بگڑا ہوا نظام محبّت بنا گیا
تو اپنے خونِ پاک کے چھینٹوں سے اے حسین
انسان کی شرافتِ خفتہ جگا گیا

حسین کی ذاتِ پاک نسل ورنگ کے تنگ نظریات سے بہت بلندو برتر تھی - آپنے جو جنگ میدان کربلا میں لڑی وہ کسی خاص مذہب و ملت و قوم کے خلاف نہ تھی بلکہ در حقیقت آپ کی جنگ نور کی جنگ تھی ظلمت کے خلاف یہ جنگ حریت کی جنگ تھی - استبداد کے خلاف یہ جنگ تھی عدل و انصاف کی ظلم و جور کے خلاف ، یہ جنگ تھی انسانیت کی دحشت و بربریت کے خلاف - یہ جنگ تھی پاکیزگی کی فسق و فجور کے خلاف - یہی وجہ ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام کی جنگ تمام تنگ نظریات سے بالا و برتر تھی -

آج سے چند سال پہلے ۱۹۳۲ء میں بھارت کے ایک وِدوان ہندو مفکر" سادھوٹی - ایل - بسوانی نے اپنے مشہور انگریزی رسالہ "ویدک میگزین " میں ایک مقالہ سپرد قلم کیا تھا - جس کا سرنامہ

کربلا کا پیاسا شہید تھا (Thirsty Martyr of Karbala) - جسمیں تمہید ـــــ کے طور پر انہوں نے لکھا تھا کہ اس عنوان سے کسی کو غلط فہمی نہ ہو جائے کہ میرا مقصد امام حسین علیہ السلام کی سہ روزہ پیاس کا تذکرہ ھے - نہیں - یہ پیاس حضرت امام حسین علیہ السلام کی مادی پیاس تھی جو ایکوقت ختم ہو جاتی ھے اسکے علاوہ آپکو ایک روحانی پیاس تھی اور آج تیرہ سال کا عرصہ گزرنے کے بعد وہ پیاس بدستور ھے - کیا آج دنیا سے فسق و فجور مٹ گیا ھے - کیا لوگ اب شراب نہیں پیتے - کیا لوگ اب چوری نہیں کرتے کیا بدکاریوں نے دنیا کو جہنم کا نمونہ نہیں بنا رکھا ھے - حضرت امام حسین علیہ السلام کی پیاس یہ تھی - کہ دنیا کے لوگ سیدھے راستے پر آ جائیں - پاپ کا ناس ہو جائے - ظلم و استبداد دنیا سے مٹ جائے اور فسق وفجور دنیا سے محو ہو جائے -

پس ہم سب انسانوں کو مل کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی پیاس بجھانی چاہیئے - حضرت کی ذات پاک قدرتِ کاملہ کا ایک بہترین نمونہ تھی - جو برفانی پہاڑوں کو سرسبز گلزاروں ، بہتے ہوئے دریاؤں - بپھرے ہوئے سمندروں ، فسق و فجور کے رنگیلے شبستانوں تپتے ہوئے ریگستانوں اور نفرت و ظلم کی تاریک گھاٹیوں میں دنیائے انسانیت کو عدل ، ہمدردی ، عفت اور امن و پاکیزگی کی عملی دعوت دے رہی ھے -

حضرت امام حسین علیہ السلام کی زندگی میرے نزدیک ایک خاص معنی رکھتی ھے - میں آپ سے کہوں گا - کہ آپ کی زندگی کی یاد محض الفاظ کی حد تک ہی نہ منائی جائے بلکہ آپ کی یادگار مطالبہ کرتی ھے - کہ ہم اس کو الفاظ کے ساتھ ساتھ اعمال کی صورت میں بھی منائیں - آج دنیا باوجود اس قدر ایجادات کے بے چین اور دکھی ھے - لیکن درست اور صحیح بات یہ ھے کہ اگر دنیا حضرت امام حسین علیہ السلام کی یاد کو عملی طور پر منانے لگ جائے تو یہ سراپا جہنم دنیا جنت کا نمونہ بن جائے -

پس آج کا یہ بین الاقوامی اجتماع متقاضی ھے کہ حضرت امام

حسین علیہ السلام کی حیات پاکیزہ سے تب ہی کما حقہ سبق حاصل ہو سکتا ہے جب آپکی یادگار کو الفاظ میں ہی نہیں بلکہ عمل کے ساتھ منائیں –

کیا کہا جا سکتا ہے – کہ موجودہ دنیا کی بے چینی کے اسباب مختلف ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ دنیا جس قدر امن کے لئے کوشاں ہے اتنا ہی وہ امن سے دور جارہی ہے – علی ھذا لقیاس جس قدر نظریات وضع ہوتے ہیں کہ امن قائم ہو – وہی امن پیدا کرنے کے بجائے فساد کا موجب بن رہے ہیں – کہیں کمیونزم ہے کہیں سوشلزم ہے – کہیں نیشنلزم ہے – کہیں امپریلزم ہے – کہا جاتا ہے کہ یہ تمام نظریات دنیا کی بے چینی کو دور کرنے کے واسطے وضع کئے گئے ہیں – جب کبھی اقوام متحدہ کی مجلس منعقد ہوتی ہے ہر قوم کے نمائیندہ کی زبان پر امن کا نام ہوتا ہے – لیکن اس کے پہلو میں امن کے بجائے من ہوتا ہے – جس سے مراد "**Selfishness**" یا خود غرضی ہے – یہی وجہ ہے کہ جب تک یہ چیز موجود رہے گی – دنیا میں کبھی امن قائم نہیں ہو سکے گا –

دنیا کی اس بے چینی کے مختلف اسباب ہیں – میں ان میں سے چند ایک عرض کرتا ہو – (۱) انکار خداوندی (۲) نسلی نفرت و امتیاز – (۳) قابضین وغیر قابضین ملک کا باھمی تصادم (۴) سرمایہ اور مزدوری کی جنگ – (۵) غیر واجب مساوات سے مدارج و طبقات کا قیام وغیرہ –

دنیائے انسانیت کے امن و سکون کے لئے حضرت امام حسین علیہ السلام کا پہلا پیغام دعوت ایمان باللہ یا خدا تعالی کا اقرار ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے "والعصر انّ الانسان لفی خسر الّاالذّین آمنوا وعملوا الصّالحات و تواصو بالحق وتواصو بالصّبر" –

زمانہ کی قسم ہے کہ انسان بیشک گھاٹے اور خسارے میں ہے اور اس گھاٹے سے صرف وہی انسان نکل سکتا ہے جو چہارگانہ صفات سے موصوف ہو جائے – ایمان ، اعمالِ صالحہ ، وصیّت حق اور وصیت صبر –

خداوند عالم نے اس آیۂ مبارک میں سب سے پہلی بات نقصان سے بچنے اور بدامنی کے علاج کے سلسلہ میں جو فرمائی ہے وہ خدا تعالےٰ کا اقرار اور اس پر ایمان ہے - رہا رنگ و نسل ، وغیرہ کا اختلاف و امتیاز تو یہ بالکل ظاہر ہے کہ آج دنیا کے تمام فساد کا باعث یہی اختلافات انسانیہ ہیں بنی نوعِ انسان میں رنگ و نسل ، قومیت ، وطنیت ، زبان ، سرمایہ کے اختلافات ہیں - جنہوں نے انسانیت کو تباہ و برباد کر دیا ہے -

لہذا اشد ضروری ہے کہ ایسا مرکز تلاش کریں - جہاں مختلف انسان جمع ہو کر امن و سکون حاصل کر سکیں اور وہ مرکز خدائے وحدہ لا شریک کا اقرار ہے -

حضرت امام حسینؑ کے متعلق محی الدّین ابن عربی کا مقولہ ہے - کان الحسین السبط آیۃ من آیات اللہ "سبط رسول امام حسینؑ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہیں - خدا کو نہ ماننے والوں کا دل بھی حسین کو دیکھ کر چاہتا ہے کہ خدا کو مان لیا جائے - امام حسین علیہ السّلام کا پہلا پیغام دنیائے انسانیت کے نام یہ ہے - " اے دکھی انسانیت سکھ اور سکون کی اگر تجھے تلاش ہے تو سب سے پہلے ایمان باللہ یعنی اقرار خدا کو اختیار کر "-

وہ مصائب جن سے حضرت امام حسین علیہ السّلام دو چار ہوئے وہ قدم قدم پر گواہی دیتے ہیں کہ آپ کا پیغام اقرار خداوندی کی سب سے بڑی دعوت تھا -

وہ وقت یاد کیا جائے - کہ جب خانۂ کعبہ سے آپ روانہ ہوتے ہیں - ہمدرد عبداللہ ابن عباس و دیگر اصحاب خاندان مشورہ دیتے ہیں کہ آپ کعبہ سے روانگی نہ فرمایئے- آپ فرماتے ہیں - میرا چلنا خانۂ کعبہ سے صرف اس لئے ہے - کہ خدا تعالےٰ مجھے اپنے راستے میں شہید دیکھنا چاہتا ہے "- کربلا کی ساری مہم اس اقرار وجود باری پر چل رہی ہے - آپ کے عزم و استقلال میں کہیں بھی لغزش نہیں آتی - کسی مرحلہ پر عبادت کو نہیں

چھوڑتے - تا آنکہ آخری گھڑی جبکہ سر مبارک تن اقدس سے ابھی جدا ہونے والا تھا - آپ بہ نفس نفیس خدا تعالے کے حضور میں سجدہ کر رہے تھے اور اس کے عملی اقرار کی دعوت دے رہے تھے -

۲- دنیائے انسانیت کے دکھ غم کو دور کرنے کے لئے دوسرا پیغام امام حسین علیہ السلام کا اعمال صالحہ کی دعوت ہے - یزید فاسق و فاجر کے متعلق حضرت عبداللہ بن حنظلہ غسیل ملائکہ کا قول ملاحظہ ہو - کہ اس کی حرکات نازیبا اور ناشائستہ کا یہ عالم ہو چکا تھا - کہ خوف پیدا ہو رہا تھا - کہ کہیں آسمان سے پتھر نہ برسنے لگیں - لیکن اس لئے کہ یزید اس قدر عیاش ہو چکا تھا - کہ اپنی سوتیلی ماں اور بہو بیٹیوں سے زنا کرتا تھا - نماز ترک کر چکا تھا - قرآن کے احکام کو پس پشت ڈال کر اس کا تمسخر اڑارہا تھا - شراب اعلانیہ دربار میں پیتا تھا اور اس کا مقصد زندگی اب یہ بن چکا تھا - کہ خوب کھاؤ اور عیش کرو -

"Eat, drink and be merry"

ان تمام غیر اسلامی امور اور فسق و فجور کو مٹانے کے لئے حضرت امام حسین علیہ السلام نے علم جہاد بلند فرمایا - کہ حسن دین نانا نے اپنے خون سے سینچا ہو - اس کو یزید جیسا فاسق و فاجر مٹا دے - ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا - امام اٹھے اور عزم بالجزم کیا - کہ اس کو ضرور مٹا کے رہوں گا - خواہ مجھے اپنی جان ، اولاد ، دولت اور شیر خوار بچہ ھی کیوں نہ قربان کرنا پڑے -

تیسرا پیغام حضرت امام حسین علیہ السلام کا پیغام مواسات تربیت و نفس تھا - کہ باطل کے خلاف حق گوئی ، عدل فرمائی صبرو تحمل ، ضبط و برداشت کی صفات پیدا کی جائیں -

آج ہماری سوسائٹی جن خانگی و معاشرتی جھگڑوں میں گرفتار ہے ، اس کے لئے بالخصوص حضرت امام حسین علیہ السلام کی ذات نمونہ ہدایت بن کر آئی - سوتیلے رشتے امن کو سب سے زیادہ تہ وبالا کر دیتے ہیں - احسن القصص قرآن میں برادران یوسف علیہ السلام کا

تذکرہ اس امر پر گواہ ہے ۔ لیکن ان رشتوں کی اصلاح کیلئے آپ کی سیرت اور تعلیم میں ابدی ہدایت موجودہ ہے ۔ اب ذرا دشمن اور فساد کرنے والی رشتہ داریوں کا جائیزہ لیں ۔ اور پھر دیکھو کہ حسینؑ کے ہاں سوتیلے رشتے رکھنے والوں کا کیا عالم ہے؟ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر قربان ہونے کے لئے اپنے کو پیش کرتا ہے۔ حضرت عباسؑ، جناب زینب سلام اللہ علیہا حضرت علی اکبرؑ ہر ایک اپنی جان نثاری کا ثبوت دے رہے ہیں ۔ وہ دنیائے انسانیت کے باہمی رشتوں کے لئے نمونہ ہدایت ہیں ۔

لیکن حضرت امام حسینؑ یہ تمام پیغامات خوشی کی تالیوں اور مسرت کے نعروں کے درمیان دینا نہیں چاہتے بلکہ دھڑکتے ہوئے دلوں آنسو بہاتی ہوئی آنکھوں اور نوحہ و زاری کرتے ہوئے انسانوں میں دینا چاہتے ہیں ۔ حضرت امام حسینؑ نے واضح کر دیا ہے کہ مذہب ، روحانیت اور انسانیت کیلئے خوشی اور مسرت اس قدر ضروری اور مفید نہیں ہے ۔ جس قدر درد ، غم مفید اور ضروری ہے ۔ ڈاکٹر ٹیگور کا مقولہ ہے ۔

"PLEASURA IS FRAIL LIKE DEW DROP WHILE IT LANGHS IT DIES,

BUT SORROW IS STRONG ASIDING LET SORROWFUL LOVES

AWAKE IN THE EYES -" ہے

یعنی مسرت فانی ہے اور ہمیشہ نہ رہنے اولی شہ ہے پس کسی فانی شے کا دنیا میں قیام نہیں رہ سکتا ۔ لہذا وہ درد کے تمام اثرات دنیائے فانی تک پہنچا دو ۔ چونکہ درد دیرپا اورقومی ہے ۔ جس چیز سے انسان میں کوئی صالح جذبہ پیدا ہوتا ہے وہ اصل میں غم ہی تو ہے ۔ خوشی و مسرت میں صالح جذبات پید انہیں ہوتے اور درد کی خصوصیت یہ ہے کہ اگر کسی کو دکھ پہنچے تو خدا کی یاد آجاتی ہے اور اگر مسرت ہی مسرت اسکو حاصل ہو تو خدا کیوں یاد آنے لگا ۔

تلسی داس بھی اپنے شبدوں میں اس پاکیزہ خیال کو یوں بیان کرتے ہیں ۔

دکھ میں ہرھر کو بھجے اور سکھ میں بھجے نہ کو
اور سکھ میں گر ہر کو بھجے دکھ کاھے کو ھو

یعنی دکھ میں ہر کوئی خدا کو یاد کرتا ہے اور اگر سکھ میں یاد کرے تو دکھ کبھی بھی نہ ہو ـــــ پس حضرت امام حسین علیہ السّلام خلق خدا کو غم کی تڑپ دے گئے کہ خدا کی یاد اسی حالت میں ہو سکتی ہے کہ انسان رنج و غم میں مبتلا ہو ـ دوسری چیز یہ ہے کہ مسرت کے جذبات ہمدردی کو پیدا نہیں کر سکتے ـ جتنا کہ غم کے جذبات پیدا کرتے ہیں ـ اس لئے آپ نے درد کے ذریعہ بنی نوع انسان کے دلوں میں ہمدردی پیدا کرنیکی تعلیم فرمائی ـ

تیسری حقیقت یہ ہے کہ آیا گناہ مسرت کی حالت میں کیا جاتا ہے یادرد اور غم کی حالت میں ؟ مسرت گناہ کے جذبات کو ابھارتی ہے ـ لیکن دردوغم کی موجودگی میں انسان گناہ کو چھوڑ دیتا ہے ـــــ حضرت امام حسینؑ نے اپنا پیغام انسانیت کو پہنچانے کے لئے غم اور درد کے جذبہ کو بیدار کیا اوربتایا کہ دنیا میں ترقی کا موجب مسرتیں نہیں ہوسکتیں بلکہ درد و محنت ، رنج و غم اس کی ترقی کا باعث ہو سکتے ہیں ـ

شہیدِ ظلم غریب الدّیار کیا کہنا
جسینؑ درد کے پروردگار کیا کہنا
شہید ظلم کلیجے ہلادیئے تو نے
حسینؑ درد کے دریا بہا دیئے تو نے
ہر اک ذرّہ بیحسّ میں اک تڑپ بھر دی
دماغ وضع کئے ، دل بنا دیئے تو نے

پس اگر آج انسانیت ظلم کے خلاف جہاد کرنا چاہتی ہے تو درد دل کیساتھ روتے ہوئے امام حسین علیہ السّلام کے پیغام کو سنے اور آپ کے مقصد کو سمجھے ـــــ وقت آگیا ہے ـ کہ دنیا کو سکھی بنانے کی خاطر حضرت امام حسین علیہ السّلام کے مقاصد اور ان کے پیغامات کو دل میں جاگزیں کیا جائے اور دنیا میں پھیلے ہوئے فسق و فجور کو پھر سے مٹا کر دنیا کو جنت کا نمونہ بنا دیا جائے اور حضرت امام حسین علیہ السّلام کو

آج بھی جو پیاس ستا رہی ہے اسکو بجھایا جائے ـــــ خدا مجھ کو اور آپ سب کو حسینی پیغامات پر عمل کرنے کی توفیق بخشے ـ

مفہوم شہادت

جناب مولانا صبغۃ اللّٰہ صاحب شہید فرنگی محلی (لکھنؤ)

الحمد للّٰہ نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ ونومن بہ ونتوکل علیہ و نعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئاۃ اعمالنا من یہدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشہد ان لا الہ الا اللّٰہ ونشہد انّ سیدنا ومولینا محمداً عبدہ و رسولہ ۔

اعوذباللّٰہ من الشیطن الرّجیم ۔ بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم ۔ و کذالک جعلنکم امۃ وسطاً لتکونو اشھدآءٗ علی الناس و یکون الرّسول علیکم شہیداً ۔

صدر باوقار احباب کرام نوجوانانِ ہونہار ۔

آپ کو اللّٰہ ہر شر سے محفوظ رکھے ۔ آپ میں سے ہر ایک نے سنا ہو گا ۔ کہ فلاں شخص فلاں مقدمہ کی شہادت دینے جارہا ہے ۔ مثلاً کہا جائے ۔ کہ فلاں شخص کو ۱۷ اپریل کو عدالت میں گواہی دینی ہے ۔ یہ الفاظ اجنبی نہیں شہید شہادت کی گواہی کے معنی ہمارے دماغوں سے بہت قریب ہیں ۔ تو پھر شہادت کے پورے معنی کیا ہوئے ؟ وہ حقیقت جسے آنکھ سے دیکھا یا کانوں سے سنا جائے جس سے آپ پورے طور پر باخبر اور آگاہ ہوئے اور جس کو کلی یا جزوی طور سے جانتے ہیں ۔ اس کو زبان سے دھرانا شہادت ہے مثلاً آج آپ نے دیکھا کہ زید نے بکر کو ذبح کر ڈالا ۔ تو اس حقیقت کو جو آپ جانتے ہیں اس کو دوسروں کے سامنے دھرادیا جائے پس وہ حقیقت شہادت کہلاتی ہے جس سے آپ آگاہ ہوں اور دوسروں کے سامنے دھرا رہے ہوں ۔

کچھ تصوّرات آپ کے دماغوں میں ہیں ۔ کچھ اعتقادات آپکے ذہن میں ہیں ۔ جنہیں آپ منکشف کر سکتے ہیں ۔ وہ حقیقت جو دماغ اور قلب میں موجود ہے اسے زبان کے ذریعہ ادا کرتے اور دھراتے ہیں ۔ ٹھیک اسی طرح ایک حقیقت وہ ہے جو روح میں مضمر ہوتی ہے بلکہ روح کا وجود اس کا ثبوت ہوتا ہے ۔

اسی طرح آپ کے دل میں کچھ ایمانیات ہیں ـ جو روح سے وابستہ ہیں ـ ان کی شہادت زبان اور اشارہ سے نہ ہوگی بلکہ روح کی شہادت صرف روح ہی سے ہو گی ـ

ہر قسم کی شہادت کے لئے وسائل اختیار کئے جاتے ہیں ـ ہم روز مرّہ عدالتوں میں گواہی دیتے ہیں ـ لیکن ایک حقیقت جو منظر عام پر نہیں آ سکتی اس کا اعلان دلوں کی گہرائیوں میں کیا جاتا ہے ـ

مثلاً ہم خدا کے ہیں ـ اس نے ہم کو پیدا کیا ہے ـ ہم اس کی طرف لوٹنے والے ہیں ـ لہذا شہادتیں مختلف ہوتی ہیں ـ کچھ رسمی اور کچھ حقیقی ـ کچھ جسمانی اور کچھ روحانی ـ

ہر وہ شے جو ہماری ہے ـ کیا وہ روز ازل سے ہماری ہے ؟ ہماری اولاد ہے ـ جس سے ہمارا بہت گہرا رابطہ ہے ہماری جان اعزہ اور احباب ہمارے ہیں ـ لیکن کیا وہ اس معنی میں ہمارے ہیں کہ ہم ان کے مختار و مالک ہیں ؟ـ

جب دنیا اس اصلی حقیقت کو فراموش کر رہی تھی ـ بہت سے حقائق ایسے تھے ـ جن کو دنیا بھول چکی تھی ـ اس وقت ان حقائق کی رسول خدا محمد مصطفے صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم نے عملی شہادت دی ـ حقائق محض تصوّرات کی حیثیت نہیں رکھتے تھے ـ سرور عالم نے اصل حقیقت کو سامنے رکھ دیا ـ اور ہر وہ شئ جس کا تعلق دل سے ہو سکتا تھا اسے قربان گاہ شہادت میں پیش فرما دیا ـ

احباب وہ واقعہ یاد کریں ـ جب نجران کے عیسائی حضرت محمد مصطفے صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں مناظرہ کرنے آتے ہیں ـ جب کسی جواب سے وہ مطمئن نہیں ہوتے تو حضور فرماتے ہیں ـ" تعالو ندع ابناءَنا وابناءَکم و نساءَنا و نساءَکم وانفسنا وانفسکم ـ" آؤ جمع ہو کر اپنی عورتوں ، اپنے بچوں اور اپنے نفسوں کو تم لاؤ اور ہم بھی لائیں پھر خدا سے دعا کریں ـ کہ الٰہی جو باطل پر ہو اسے تباہ کر دے اور جو حق

پر ہو اُسے غالب کر دے۔

اس بڑے معرکے میں کون کون ساتھ تھے۔ یہ نفس نفیس ہمارے سرکار حضور رسول اکرمؐ تھے۔ اور حضور کی دختر محترمہ فاطمۃ الزہرا اور انفسنا کی جگہ اپنے داماد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضور لاتے ہیں اور اپنے معصوم بیٹوں حضرت حسن علیہ السلام اور حضرت حسین علیہ السلام کو بھی اپنی گود میں لاتے ہیں۔ تاریخ ہمیں ان ہی بزرگوں کے نام بتاتی ہے ان کے سوا اور کسی کو ساتھ نہیں لائے۔

اس واقعہ سے حضور کو یہ ہی بتانا مقصود تھا۔ کہ جب دین پر کسی قسم کی مصیبت آتی ہے۔ یا ایمان کی کسی حقیقت کو منوانا ہوتا ہے تو بچوں کو بھی میدان میں لایا جاتا ہے تاکہ وہ بچپن سے ہی تیار ہو جائیں۔ انسانیت کی ہدایت و تبلیغ کے لئے اور صداقت کی شہادت دینے کے واسطے حضرت رسالتمآبؐ کے بعد ایک وہ وقت بھی آجاتا ہے۔ کہ مسلمانوں میں دولت کی ریل پیل ہے۔ بیت المال میں مال کثرت سے ہے۔ زکواۃ لینے والے نظر نہیں آتے۔ وظائف گراں قدر ہو جاتے ہیں حضرت عثمان کے دور خلافت میں سیم و زر کی بہتات ہو گئی تھی۔ تاآنکہ وہ وقت آیا کہ ایسے شخص کو اسلام کی سلطنت کے لئے منتخب کر لیا گیا کہ جو کسی طرح بھی اس کے لائق نہیں تھا۔

اس فاسق و فاجر کے عہد میں حقائق کو بدل دیا جاتا ہے خلافت کو سیاست سے، آشتی و صلح جوئی کو ظلم وجبر اور تشدد سے بدل کر کارھائے حکومت انجام دیئے جاتے ہیں لیکن کیا حقائق بدل سکتے ہیں ؟ آج کیا ممکن ہے کہ آب میں نمک ڈال دیا جائے۔ اور پھر اس سے کہا جائے کہ صبر کرو نمکین نہ ہو۔ دوا ازالہء مرض کے لئے دی جائے اور اس سے کہا جائے کہ صبر کرو اور مقابلہ مرض نہ کرو۔ آپ نور سے درخواست کریں کہ صبر کر ظلمت کے ساتھ رعایت کر اور روشنی نہ ہونے دے۔

کیا آپ زہر سے کہہ سکتے ہیں ۔ کہ وہ اپنا اثر نہ دکھائے بلکہ صبر کرے ۔ یہ ایسے حقائق ہیں کہ اُن کو مٹانا یا ان کو پامال کرنا بہت مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے ۔

جب اسلام مکمل ہو چکا اور "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا" والی آیت آچکی اور خدا اسلام ہی سے راضی ہو گیا تو پھر اسلام ہی کے علم کو اونچا رکھنے والے رسول اسلام ہی کی نیابت کریں گے کہا جاتا ہے ۔ کہ یزید کی اسلام دشمنی بلکہ دین کشی پر حضرت امام حسین علیہ السلام نے صبر کیوں نہ کیا یا ضبط سے کام کیوں نہ لیا جبکہ اسلام کی حفاظت کا خود خدائے تعالے ذمہ دار تھا ۔

حضور کی تبلیغ کی جب ابتدا تھی ۔ اور حضور مصائب پر مصائب برداشت کر رہے تھے ۔ اس دور ابتلائے شدید میں کفار جمع ہو کر جناب ابوطالب علیہ السلام سے کہتے ہیں کہ حد ہو چکی ۔ ہمارے بتوں کو تمہارے بھتیجے بُرا کہتے ہیں ۔ یہ برداشت نہیں کیا جا سکتا ۔ آپ حضورؐ کو بلا کر کہتے ہیں ۔"بیٹا ۔ تمہاری رائے کیا ہے ؟"

آج کل کے معترضین کے خیال کے مطابق حضورؐ کو نرمی اور رواداری سے کام لینا چاہیئے تھا ۔ اس شدید خطرہ کے عالم میں حضور کو اپنی روش عمل میں تبدیلی پیدا کردینی چاہیئے تھی ۔ لیکن جو جواب حضورؐ نے دیا ۔ وہ بے مثال تھا ۔ فرمایا

"چچا جان ۔ اگر محمدؐ کے داہنے ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر یہ لوگ چاند رکھ دیں گے ۔ تب بھی خدا تعالے کے دین اور اس کی ہدایت کی تبلیغ میں ذرّہ برابر کمی ، نرمی یا تبدیلی نہ ہو سکے گی "۔

اس کے بعد ابوطالب علیہ السلام کو، حضور کو اور بچوں اور قبیلہ والوں کو تین سال تک شعب ابی طالب میں مقید رکھا ۔ انسانی دماغ تصوّر کرے ۔ کہ ایک پہاڑ کی گھاٹی میں ایک سال

نہیں بلکہ تین سال برابر بند رکھا گیا ۔ آب ودانہ روک دیا گیا لیکن آپ کے عزم میں کوئی لغزش نہیں آئی ۔ بھوک ، پیاس سے تنگ آ کر بچوں نے درختوں کی چھال اور پتے کھائے اور طرح طرح کی مصیبتیں اٹھائیں ۔ لیکن کیا ان مصائب سے ارادہ میں پستی واقع ہوئی ؟ یا کوئی ایسا لفظ آپ نے کہا ۔ جس سے طرز عمل میں کوئی تبدیلی ظاہر ہو ؟ یہ باہمت گروہ اپنے عزم عالی کے ساتھ تین سال تک ڈٹا رہا ۔

ہاں وہ وقت یاد کرو ۔ کہ ایک گروہ مہاجرین اسلام کا ہجرت کر کے حبشہ آتا ہے ۔ شاہ حبشہ جو بہت زیادہ امن پسند ہے ۔ اس کو بلا کر پوچھتا ہے ۔ کہ تم ہمارے عیسیٰؑ کے متعلق کیا وہ اعتقاد نہیں رکھتے جو ہمارے ہیں ۔ ان کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے ۔ مہاجرین کے سردار حضرت جعفر طیار ہیں ۔ وہ اس نازک ساعتِ ابتلا میں آگے بڑھ کے بعض وہ آیاتِ قرآنی پڑھتے ہیں ۔ جو حضرت مسیحؑ کے متعلق ہیں ۔ آپ نے کوئی مداہنت نہیں کی ۔ چاپلوسی سے کام نہیں لیا ۔ بلکہ صاف الفاظ میں شاہ حبشہ سے کہا ۔ کہ تم حضرت عیسی کو خدا کا بیٹا مانتے ہو اورہم خدا کا بیٹا نہیں مانتے ۔ بلکہ وہ سچے پیغمبر اور خدا تعالے کے برگزیدہ بندہ تھے ۔ ان کو ہم صاحب معجزات رُسول مانتے ہیں ۔ حضرت عیسیٰؑ کے متعلق شاہ حبشہ کو اقرار کرنا پڑتا ہے کہ بے شک آپ خدا کے پیغمبر تھے ۔ اور جو کچھ جعفر نے بیان کیا ہے اس سے تنکا بھر نہ کم تھے نہ زیادہ تھے ۔

پس پروردہ ٔ آغوشِ رسالت و نبوت حضرت امام حسین علیہ السلام سے کیسے ممکن ہو سکتا تھا ۔ کہ وہ ایسے وقت میں کسی طرح کی مداہنت یا چاپلوسی سے کام لیتے جبکہ یزید علانیہ فسق و فجور پھیلا رہا تھا ۔ اسلامی اصولوں کو پائمال کرنے کا عزم بالجزم کر چکا تھا ۔ اس عالم ابتلاء میں امام عالی مقامؑ کے پائے استقلال میں ذرّہ برابر بھی لغزش نہ آئی ۔ اور آپ نے راہ اسلام میں ہر اس چیز کو قربان کر دیا ۔ جس سے کوئی رابطہ

قلبی ہو سکتا ہے ۔

ہم لوگ سب اپنے اپنے وطن سے محبت رکھتے ہیں ۔ مجھے لکھنؤ سے محبت ہے ۔

آسماں کی کیا ہے طاقت جو چھڑائے لکھنئو
لکھنئو ہم پر فدا ہے ہم فدائے لکھنئو

اس کے بعد اولاد کا نمبر آتا ہے ۔ ان کا تصوّر ہمارے دلوں کی زندگی ہے ۔ ہم بیوی سے محبت کرتے ہیں ۔ بھائی بہنوں سے خاص تعلقِ قلبی رکھتے ہیں ۔

ہم میں ٹھنڈے پانی کی لذت سے کون آگاہ نہیں ۔ لیکن یہ تمام چیزیں جن سے روابط اور تعلقاتِ دلی ہوتے ہیں ۔ ان کو راہِ خدا میں دین اسلام کی حفاظت اور بقا کے واسطے سیدنا امام حسین علیہ السلام قربان کر دیتے ہیں ۔ یزید دعویٰ خلافت کا شانہ کرتا اس کو حکومت کہو یا فرمانروائی ۔ لیکن اسلامی حکومت اور خلافت کہہ کر یہ تمام بدکرداریاں کی جا رہی تھیں ۔ یزید بدکرداری و زشت شعاری اور محرمات منہیّات وغیرہ کو جاری کرنا چاہتا ہے ۔ اس وقت کون میدان میں آتا ہے جو علانیہ شہادت دے کہ یزید جو تو کر رہاہے غلط ہے ناجائز ہے ۔ مداخلت فی الدّین ہے ۔

پس یہ شہادت تھی جس کی خاطر حضرت امام حسین علیہ السّلام کو میدان جنگ میں آنا پڑا ۔ یہ حضرت فاطمۃ الزہرا کا دل بند تھا ۔ جو مجاہدانہ طور پر اپنے معصوم اصغر اور نوجوان اکبر اور بھائی بھتیجوں اور بھانجوں کو ساتھ لے کر نکلتا ہے اور ایسی گواہی دے جاتا ہے کہ جس کے ڈنکے قیامت تک دنیا میں بجتے رہیں گے ۔ وہ جو حسب فرمان زبان وحی ترجمان حسینؑ ہے ۔ یاد رہے کہ حسینؑ صفت مشبّہ ہے ۔ اسم فاعل اور صفتِ مشبہ میں بڑا فرق ہے ۔ اسم فاعل کسی صفت کے عارضی تعلق کو بتاتا ہے لیکن صفت مشبہ ایسی ہوتی ہے جو ذات سے کسی وقت منفک نہیں ہو سکتی ۔ حسنؑ اور حسینؑ یہ دونوں نام دونوں صاحبزادوں کے خود

حضور انور نے تجویز فرمائے تھے ۔ اس لئے یقین کیا جائے گا ۔ کہ حسن و خوبی حضرت امام حسین علیہ السّلام سے کبھی جدا نہیں ہوئی ۔ آپ مجسمہ تھے حق گوئی ، جرأت ایمانی ، صداقت ، شجاعت تقوی اور حسن وغیرہ کے اور یہ وہ محاسن تھے ۔ جو حضرت امام حسین علیہ السلام سے جدا نہیں ہو سکتے ۔ حضرت رسولِ خدا ؐ کا ارشاد فرمانِ ربانی ہے ۔

گفتہ او گفتہ ء اللّہ بُود　　گرچہ ازحلقوم عبداللّہ بُود

آخر قربان گاہ شہادت پر یوم عاشوراء حُسن و جمال کے آخری مظاہرہ کرنے کا وقت آپہنچا ۔ حسنِ عمل ؛ حسن ثبات حسن جہاد کی ساعت آگئی ۔ اور اسی کے لئے روز ازل سے آپ کو منتخب کیا گیا کہ یزید اور اس کے عمّال کے اعمال کو بے نقاب کرتے ہوئے اعلائے کلمتہ اللّہ کردیں ۔ اور مردہ دین کو ازسرنو زندگی بخشیں ۔ ہاں وقت آگیا تھا کہ ۔ ع

اسلام زندہ ہوتا ہے ہرکربلا کے بعد

کا غیر فانی مظاہرہ کیا جائے ۔

جب آپ صداقتِ اسلامی کی شہادت دینے کو نکلے اور اس کی گواہی دینے کو کہ ناموسِ اسلامی کے مقابلہ میں کسی شئے کی پروا نہیں کی جائے گی ۔ اور فرض تبلیغ کی ادائیگی میں کوئی چیز مانع نہیں ہو سکتی ۔ تو آپ نے سب سے پہلے وطن چھوڑا ۔

آپ نے مدینہ چھوڑا ۔ جو جد امجد کا گھر اور مدفن تھا ۔ مکہ معظمہ پہنچے ۔ حج کے دو دن باقی ہیں ۔ آپ وہاں سے بھی روانہ ہو جاتے ہیں ۔ منزل بہ منزل تشریف لئے جارہے ہیں تا آنکہ ساتویں محرم کو ایسے میدان میں جا پہنچتے ہیں ۔ جہاں پر خدا تعالے کی ایک عام نعمت پانی کو بھی آپ پر بند کردیا جاتا ہے ۔

مگر پیاس کی پروا اُسے ہو ۔ جسے جینا ہو جسنے طے کرلیا ہو کہ روح کے ساتھ وابستہ حقیقت کو منظر عام پر لانا ضروری ہو گیا ہے ۔ اسے پیاس کی پروا کیسے ہو سکتی ہے ؟

آپ نے تعلیم دی ۔ سبق سکھلایا کہ وہ ہر شئے جس کے ساتھ کسی نوع کا تعلق قلب کو ہو سکتا ہے اس کو راہِ مولا میں قربان کر دیا جائے ۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ دنیا آپ کے ایثارات کو کبھی فراموش نہ کر سکے گی ۔

دن گذرتے ہی رہے عالم بدلتے ہی رہے
شاہ کے غم میں مگر آنسو نکلتے ہی رہے

وہ بھائی آپ سے جدا ہوتا ہے جو آخری دم تک ساتھ تھا ۔ جو ان لڑکے کی لاش کو تڑپتے آپ نے دیکھا اپنے ہاتھوں سے معصوم بچے کی قبر کھود کر اس کو سپرد خاک آپ نے کیا ۔ اور سچ بات تو یہ ہے جیسا کہ تاریخ بتاتی ہے کہ جب علمِ اسلام کو اونچا کرنے کا وقت آتا ہے تو ننھے ننھے بچے قربان کر دیئے جاتے ہیں ۔

یہ تمام کچھ یکے بعد دیگرے قربان کرنے کے بعد وہ وقت آتا ہے ۔ جس کا تصوّر لانا بھی حد سے زیادہ گراں ہے کہ عالم غربت میں پاک گھرانے کی پاک بیبیاں خدا کی راہ میں مصائب و صعوبتیں برداشت کرنے کے لئے تیار ہوتی ہیں اور جب ہر شئے کو قربان کر چکتے ہیں تو میدان میں جنگ کرنے کے لئے خود نکلتے ہیں ۔

کیا جواب ہے آپ کے پاس کہ ابھی حضور ھادیٔ اسلام کو گذرے ہوئے ۵۱ سال ہوئے تھے ۔ کہ اسلامی حکومت کا نام لینے والے علم اسلام لے کر ان ہی محمد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کو کرب وبلا کے میدان میں پیاس اور بھوک میں گرفتار کر کے اس شقاوت کے ساتھ ذبح کرتے ہیں ۔

میں آپ لوگوں کا شکریہ ادا کرتا ہو کہ آپ نے وقت کے ختم ہونے تک میری باتوں کو سنا ۔ اب آپ لوگ بھی اس واقعہ پر گواہ بن گئے ۔ خدا کرے کہ ہرمسلمان اپنے دل وجان سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی جاں بازی اور ایثار کی تاسی وپیروی کی کوشش کرے ۔

نقش اسلام ابھر آئے جلی ہوجائے
ہر مسلمان حسین ابن علی ہو جائے

شہادت حسینؑ میں تلقین حق

(عالیجناب منشی گوپی ناتھ صاحب امن سابق وزیر صوبہ دھلی)

جناب صدر و دیگر محبانِ حسینؑ۔۔

میرا تعارف مولانا زیدی صاحب نے اس انداز میں آپ حضرات سے کرایا ھے کہ میرے پاس الفاظ نہیں ۔ جن سے ان کا شکریہ ادا کیا جائے اور مجھے زبان کھولنے میں دشواری محسوس ھو رھی ھے ۔ کیونکہ میرے ارد گرد وہ علمائے کرام تشریف فرما ھیں ۔۔ جن کا مطالعہ وسیع ھے اور جن کی عمریں نسلاً بعد نسل اسی مطالعۂ میں گذری ھیں ۔

میری وزارت کا بھی تذکرہ ھوا ۔ جو آج سے کچھ ماہ قبل سیاسی جوڑ توڑ کی نذر ھو چکی ھے ۔ لیکن وہ ایک عارضی چیز تھی اور محبت حسینؑ میرے لئے مستقل حقیقت ھے ۔

بعض قدریں ابدی اور ازلی ھوتی ھیں اور دل سے تعلق رکھتی ھیں ۔ ان کا تعلق کسی بیرونی سبب سے نہیں ھوتا ۔ چنانچہ محبت حضرت امام حسین علیہ السّلام کا تعلق بھی کسی مذھب یا سیاست کی وجہ سے نہیں ۔ بلکہ میرے دل میں یہ محبت ازل سے ھے اور ابد تک رھے گی ۔۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کی عظمت کا اندازہ آپ اس رباعی سے کرسکتے ھیں ۔ عرض کرتا ھوں ۔

گو جام شہادت کا پئے جاتا ھے
دنیا کو وہ پر نور کئے جاتا ھے
اے امن چراغِ خاندانِ نبوی
گل ھو کے بھی روشنی دیئے جاتا ھے

جس مقصد عظیم کی طرف میں نے اشارہ کیا ھے ۔۔ اس کی اھمیت آج بہت زیادہ ھے اس کا نمایاں پہلو یہ ھے کہ جسم اور جسمانی زندگی اسی دنیا تک محدود ھے ۔ اس لئے اس کا مقصد عیش کوشی قرار دیا جاتا ھے ۔ اور عموماً اسی پر مجلسی حیات کا دارو مدار ھوتا ھے ۔

اگر زندگی کا صرف یہی پہلو ہو تو پھر "ایمان بالغیب" کی کوئی گنجائش باقی نہیں رھتی ۔ اسی لئے "ایمان بالغیب" کی تصدیق کے لئے خدا نے ھم کو روح عطا فرمائی ۔ جس کا تعلق بلند اور باقی رھنے والے مقاصد سے ھوتا ھے ۔ یہی وجہ ھے کہ نفس کا کمال یا اس کی خامی اسی "ایمان بالغیب" کے مدارج پر منحصر ھے۔

دیکھیئے ایک مقصد ھوتا ھے اور اس کے حصول کے وسائل بہت سے مقاصد نیک ھوتے ھیں ۔ مگر ان کے حاصل کرنے کے ذرائع نیک نہیں ھوتے ۔ یہی وجہ ھے کہ اگر وہ مقاصد حاصل ھو بھی جائیں ۔ تو ان کی بلندی و برتری باقی نہیں رھتی ۔ اس لئے ضروری ھوا ۔ کہ اعلے درجہ کی شہادت کے واسطے مقصد بھی نیک ھو اور اس کے حاصل کرنے کے ذرائع بھی نیک اور صحیح ھوں ۔

ظاھر ھے کہ جان دے دینا بڑا بھاری کام ھے ۔ انسان خواہ کسی حال میں بھی ھو ۔ وہ چاھتا ھے کہ اس دنیا میں زندہ رھے لیکن اس کے کئی مقاصد اس زندگی سے وابستہ ھوتے ھیں اور اس کی ترقی کے کئی راز اس میں مضمر ھوتے ھیں کوئی انسان ملک اور قوم کے لئے جان دیتا ھے ۔ کسی کو نام ونمود کی خواھش ھوتی ھے ۔ مگر سب سے بلند مرتبہ یہ ھے کہ ایک انسان عام انسانوں کی بہبود کی خاطر جان دے دے ۔ جس میں کسی فرقہ قوم یا مذھب کا بھی امتیاز نہ ھو ۔

یہ بلند تر مقصد صرف "ایمان بالغیب" کی بنیاد پر ھی قائم ھو سکتا ھے ۔ یہی وہ بنیاد ھے جو ازلی اور ابدی ھوتی ھے ۔

سوال یہ ھے کہ جان کی قیمت کیا ھے ؟ اور جس مقصد کے لئے قربانی پیش کی گئی ۔ اس کی تربیت ابتداء سے ھوئی تھی ۔ یا ایک عارضی جذبہ تھا ۔ اس کا مقصد کیا تھا ۔ اس کا عامل کون تھا پھر اس کے حصول کے اسباب و ذرائع کیسے تھے ۔ دوسرا پہلو یہ کہ تاریخ گواہ ھے ۔ کہ سیاسی مراحل میں کسی جماعت یا انجمن کو جت زیادہ نقصان اندرونی دشمنوں سے پہنچا ھے ۔ اتنا بیرونی دشمنوں

سے نہیں پہنچا ۔ نیز یہی کش مکش اگر سیاسی میدان کے بجائے دینی میدان میں واقع ہو جائے تو اس کے نتائج اور زیادہ اندوہناک ہوتے ہیں ۔ چنانچہ مذہب اسلام کو جس قدر نقصان منافقوں سے پہنچا ہے ۔ اس قدر اس کے بیرونی دشمنوں سے قطعاً نہیں پہنچا ۔ ظاہر ہے کہ جب ایمان کے نام سے بے ایمانی ہونے لگے ۔ تو اس سے بڑھ کر اسلام دشمنی اور کیا ہو سکتی ہے؟

ان حقائق کے مدنظر دین اسلام کا غلبہ کبھی قائم نہ ہو سکتا تھا ۔ اس کا قالب رہ جاتا ۔ مگر اس کی روح ہرگز ہرگز نہ رہتی اگر حضرت امام حسین علیہ السلام اپنی اور اپنے بچوں کی قربانی پیش نہ فرماتے ۔

اگر حضرت امام حسین علیہ السلام نہ ہوتے تو اسلامی معابد میں بجائے عبادت الٰہی کے ناچ اور گانے ہوتے ۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے ایسے وقت اپنی قربانی پیش کی ۔ جبکہ مکروہات اور محرمات اسلام کے نام پر بلکہ اس کے بانی اور خدا کے نام پر رائج ہو رہے تھے ۔ پس حضرت امام حسین علیہ السلام ان اصولوں کو جن کی ان کے نانا تعلیم دے گئے تھے ۔ برقرار رکھنے کیلئے رونما ہوئے ۔ شہادت پیش کی ۔ اور تمام غیر دینی چیزوں کو دنیا سے ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کا پیغام دے گئے ۔ کیونکہ خدا کے دین میں غیر دینی چیزیں شامل کر کے اسلام کا تمسخر کیا جا رہا تھا ۔ اور یہ حضرت کے لئے قطعی طور پر ناقابل برداشت تھا ۔ بناء بریں امام حسین علیہ السلام نے اپنی جان دے کر ہمیشہ کے لئے اسلام اور اس کے اصولوں کو بچا لیا ۔

لیکن یہ شہادت جو حضرت امام حسین علیہ السلام نے پیش کی ۔ اس کی تیاری کس طرح کی گئی ۔ اور آپ کی تربیت اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے کیسی ہوئی ۔

آپ نے آنکھ کھلتے ہی اپنے نانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک کو دیکھا ۔ آپ کے والد ماجد حضرت امیر المومنین علیہ السلام موجود تھے ۔ اس کے بعد ان دونوں

مربیوں کی نگرانی میں والدہ ماجدہ کی گود میں آپ کی پرورش ہوئی اور اس شان کے ساتھ ہوئی ۔ کہ اس کی تکمیل میں کسی طرح کی کسر باقی اٹھا نہ رکھی گئی ۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے بزرگ و برتر نانا کی قوت برداشت کو ملاحظہ فرمایا تھا ۔ کہ دشمن حضور پر پتھر پھینک رہے ہیں ۔ کوڑا کرکٹ، ڈال رہے ہیں ۔ مگر آپ ہیں کہ اس سب کچھ ہونے کے عوض ان کو دعا دے رہے ہیں ۔ بارالہا ۔ ان کو معاف کر دے ۔ یہ مجھ کو نہیں جانتے ۔ ان کو ھدایت دے ۔ کہ یہ تیری اور تیرے رسول کی پیروی کریں ۔

اسیٰ طرح اپنے والد گرامی حضرت علی علیہ السلام کی زندگی بھی آپکی نظروں کے سامنے تھی ۔ کہ وہ جو کی سوکھی روٹی کھاتے تھے ۔ پرانے کپڑے پیوند لگے پہنتے تھے ۔ اور ایک چھوٹے سے حجرے میں رہتے تھے اور یہ سب کچھ اس وقت ہو رہا تھا ۔ جب آپ لوگوں کی جانوں کے مالک، اور وقت کے بادشاہ تھے ۔ اور جو چاھتے کر سکتے تھے ۔ علی ھذالقیاس اپنی والدہ محترمہ کی سیرت اور پاک زندگی کو آپ نے دیکھا تھا ۔ کہ فاتح خیبر کی اھلیہ ہیں لیکن اپنے ہاتھ سے گھر کاکام کاج کرتی ہیں ۔ اپنے دست مبارک سے چکی پیستی ہیں ۔ یہ سب کچھ اس بات کی بیّن دلیلیں ہیں اور ثبوت ہیں کہ آپ کو اس شہادت عظمیٰ کے لئے تیار کیا جا رہا تھی ۔

یہ حقیقت ہے کہ آپ نے دوش نبیؐ پر سواری کی تھی اور یہ امر اس بلندی کی طرف اشارہ کرتا ہے جو عرش سے بھی بلند تھی

حضرت امام حسین علیہ السلام نے تمام مصائب برداشت کئے ۔ ہر قسم کی تکالیف اٹھائیں ۔ کہ دشمن اپنے ارادہ سے باز آ جائیں ۔ اور راہ راست اختیار کر لیں ۔ اور جہاں تک ممکن ہو جنگ کی نوبت نہ آئے ۔ اس قسم کی صلح پسندی کا ثبوت آپ سے پہلے امام حسن علیہ السلام نے بھی دیا تھا ۔ کہ ھم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ پر ایمان رکھتے ہوئے اور ان کے وضع کردہ

اصولوں پر قائم رہتے ہوئے سب کچھ قربان کر دینگے تا کہ امن برقرار رہے - لیکن اس کے برعکس ہوا کیا ؟ ہر قسم کے دھوکے دیئے گئے اور امام حسین علیہ السلام کو ایذا پہنچانے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی گئی - یہ سب ان لوگوں نے کیا جو لا الہ الا اللہ کہتے ہیں - اور محمد رسول اللہ پڑھتے تھے اور پھر اس پر طرّہ یہ کہ وہ نبیؐ کی جانشینی کا دعوی بھی کر رہے تھے - اور چاہتے یہ تھے کہ " اسلام کے نام پر فسق و فجور جاری ہو جائے " لیکن اُن کو ڈر یہ تھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام جو نواسۂ رسول ہیں ایسا ہرگز نہ ہونے دینگے اس لئے وہ اس بات پر تل گئے کہ سب سے پہلے آپکو ختم کردیا جائے -

کیا یہ امر حیرت ناک اور تعجب انگیز نہیں کہ وصال نبوی کو ابھی ۵۱ سال بھی نہ گذرے تھے کہ عبادت اور نیکی کی جگہ ناچ اور رنگ نے لے لی اور دبی ہوئی خلش چاہتی تھی - کہ پورے کفر کو پورے اسلام میں سمودیا جائے — پس یہ وہ امور تھے - جن کو مٹانے کے لئے حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی جان قربان کر کے مقام شہادت حاصل کیا - واقعہ کربلا کی تفصیلات سے آپ حضرات زیادہ واقف ہیں - میں انہیں چھوڑتا ہوں مگر اتنا عرض کروں گا - کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے عدل و صلح کے لئے کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا - حد یہ ہے کہ جب دشمن نے بدی اور ظلم کی بیعت پر مجبور کیا تو آپ نے فرمایا " تم کو میرا یہاں رہنا پسند نہیں - تو مجھے چھوڑ دو - تاکہ ہندوستان چلا جاؤں اور وہاں اپنی زندگی حق کی تبلیغ میں صرف کروں " - لیکن دشمن کی غرض یہ تھی - کہ آپ کو قتل کر دیا جائے یزید چاہتا تھا - کہ اسلام کے نام پر وہ جو عیش کر رہا ہے - اس میں کسی طرح کا کوئی خلل نہ پیدا ہوسکے - بلکہ اس پر اسلام کی مہر لگ جائے - اس لئے اس نے امام کو ختم کرنے کا ارادہ کر لیا تھا - مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا - یعنی حق کو غالب کرنا تھا اور دشمن کو بدنام اور ہمیشہ کے لئے ذلیل کرنا تھا -

تاریخ عالم کی پہلی شہادتیں دیکھئے تو معلوم ہو گا ۔ کہ وہ فرد واحد کی شہادتیں تھیں اگر حضرت مسیح کی شہادت کو دیکھا جائے کے کتنے پیرو آپ کے ساتھ تھے ۔ اور کتنے آپ کا ساتھ چھوڑ گئے ؟ تو معلوم ہو گا کہ صرف چند ساتھی رہ گئے تھے ۔ مگر یہاں وہ کمال ہوا کہ بچے سے بوڑھے تک سب ساتھ ہیں ۔ اور شروع سے آخر تک ساتھ رہے بلکہ ان میں سے ہر ایک یہ خواہش رکھتا تھا کہ پہلے مجھے میدانِ قتل میں جانے کی اجازت دی جائے ۔ تا کہ اپنے کو قربان کردوں اور سبقت لے جاؤں ۔ حضرت علی اکبر کا واقعہ آپ کے سامنے ہے کہ سب سے پہلے آپ نے پیشکش میں پیشقدمی کی ۔ ایسا کیوں تھا ؟۔ اس لئے کہ یہاں اس شہادت عظمی کا مقصد بھی بلند تھا ۔ اس کے لئے تربیت بھی ایسی ہی ملی تھی ۔ اور امام حسینؑ کی شخصیت بھی بلند تھی ۔ اور تمام وہ اسباب موجود تھے ۔ جو نیک اور صحیح اور اپنے مقام پر بلند تر تھے ۔

کچھ لوگ ظاہری دنیوی وجاہت و عزت کو نعمت الہی سمجھتے ہیں ۔ لیکن وہ مقصد جو زندگی کا اعلی مقصد ہے ۔ ان کی نظروں سے فوت ہو جاتا ہے ۔ حضرت امام حسین علیہ السّلام نے اس اعلے ترین مقصد کے لئے ایک معیار پیش کیا ۔ کہ دنیا اور اس کے گناہ آلود عیش کو ابدی طور پر دین سے خارج کر دیا جائے ۔ اور یہ معیار کسی خاص گروہ یا فرقہ کے لئے پیش نہیں فرمایا ۔ بلکہ تمام دنیا کے انسانوں کے واسطے پیش کیا ۔

ایک صاحب بہادر نے ۱۹۴۲ء کے جلسہ ٔ حسینی کی صدارت کرتے ہوئے ۱۹۳۹ء کی جنگ عالمگیر کے بارے میں کہا ۔ کہ اس کا بھی مقصد نیک ہے اور حق و انصاف کی جنگ ہے اس لئے حق پسندوں کو اس کا ساتھ دینا چاہیے ۔ میں نے اپنی تقریر میں عرض کیا کہ حضرت حسینؑ نے تو شب عاشورہ لوگوں سے کہا تھا ۔ کہ میں شمع گل لئے دیتا ہوں ۔ تا کہ جن کو جان عزیز ہے ۔ وہ بغیر کسی شرمندگی کے واپس ہو جائیں ۔ اس حسینی جنگ کا اس جنگ سے کیا مقابلہ ؟ جس میں لالچ یا جبر سے لوگ بھرتی کئے جاتے ہوں ؟ اور

کیا اب لڑائیاں نیک اور بلند مقاصد کے لئے ہوتی ہیں ؟ ان لوگوں کی زندگی قابل تقلید ہے جو کسی بلند اور اعلے مقصد کی خاطر قربانی دیتے ہیں اور ان میں سب سے اونچی مثال شہادت امام حسین علیہ السلام ہے جس کی نظیر صفحہ ہستی پر کسی دوسری جگہ نہیں ملتی -

حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھیوں کی جان نثاری اور آپ کے عفو و کرم اور جرات و دریا دلی کو دیکھئے - آپ اپنے آخری خطبے میں فرماتے ہیں -

" اے لوگو - اسلام کے اندر رہ کر اسلام کے نام کو تباہ نہ کرو - حق کی دشمنی سے باز آجاؤ " -

یہ تلقین شہادت کے بعد بھی جاری رہتی ہے - دربار یزید لگا ہوا ہے - اور آپ کے صاحبزادہ امام زین العابدین علیہ السلام باپ کا پیغام پہنچا رہے ہیں - آج تمام وہ لوگ جو حق و صداقت اور انسانیت کے بلند مقصد پر اعتقاد رکھتے ہیں ان کا اتفاق ہے کہ کبھی ایسے کام کی طرف رخ نہ کیا جائے جس کے سبب راہ راست سے آدمی بھٹک جائے - اور وہ کام کبھی نہ کیا جائے - جو انسانوں کو ایمان بالغیب سے ہٹا دے ورنہ ازلی قدریں ختم ہو جائیں گی - ابدی قدریں نسبتی نہیں ہوتیں -

انسانیت جب بھی ٹھوکر کھا کر راہ راست پر آجائے گی تو اسے وہ شمع ضیا بار نظر آئے گی - جو حضرت امام حسین علیہ السلام نے روشن فرمائی تھی - دنیا کو پھر اس راستے پر چلنا ہو گا - جو حسین ابن علی علیہ السلام کا راستہ تھا - اور اس شہادت سے سبق حاصل کرنا ہو گا - جو شہادت امام حسین علیہ السلام نے میدان کربلا میں پیش کی ہے - آیئے - اور اس عملی شہادت کے لئے تیاری کریں اور قربانی کے وہ اصول جو حضرت امام حسین علیہ السلام نے اختیار فرمائے - انہیں حسب صلاحیت عملاً قبول کرنے کی کوشش کریں -

سیاست حاضرہ کا روشن پہلو اور حضرت امام حسینؑ

(فخر قوم خاں بہادر مولوی سید کلب عباس صاحب ایڈووکیٹ)
(جنرل سیکرٹری آل انڈیا شیعہ کانفرنس الہ آباد)

جناب صدر ، راجہ غضنفر علی صاحب ، علمائے کرام اور پرستارانِ حسینؑ :-

میں متحیر ہوں کہ اپنے بیان کی ابتداء کس عنوان سے کروں ؟ جس عظیم الشان ہستی کی یادگار میں یہ جلسے منعقد کئے جارہے ہیں - اس کے کارنامے اتنے زیادہ ہیں کہ تصوّر بھی ان کا احصاء نہیں کر سکتا اور میرے لئے ان عظیم الشان کارناموں پر تھوڑی سی بھی روشنی ڈالنا محال ہے -

قبل اس کے کہ میں اپنے موضوع کی طرف آؤں - میں اس جلسہ کے بانیان سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں اور وہ اس لئے کہ مجھے معلوم نہیں کہ ان حضرات نے کس جذبہ کہ ماتحت ان جلسوں کا انعقاد کیا ہے ؟ دیکن جہاں تک غور کر سکا ہوں میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ شاید عزائے امام حسین علیہ السّلام کے طریق کار یا عنوان کار کے متعلق ہم میں جو فروعی اختلافات پیدا ہو گئے ہیں - یہ جلسے ان کا معالجہ اور موثر معالجہ بن سکیں - لہذا ان حضرات نے تجویز کیا - کہ وہ تمام پروانے جو شمع حسینی کے پروانے ہیں - خواہ وہ کسی مذہب ، جماعت یا گروہ سے تعلق رکھتے ہوں - سب کے سب ان جلسوں میں تشریف لائیں تا کہ جو عنوان عمل کا اختلاف ان میں حُسینیت کی یادگار منانے کے سلسلہ میں پایا جاتاہے - اسے حسینیت کے ذریعہ سمجھنے اور حل کرنے کی کوشش کریں - چنانچہ اسی کو مولانا صفی صاحب نے بھی محسوس کیا تھا - آپ فرماتے ہیں -

نہیں واللہ صفیؔ رسم عزاداری یہ
یادگار اس کی ہے تھا جو کہ نشان احمدؐ
یہ بتاتی ہے ہمیں قوتِ اخلاق کی حد
صبر تلخ است ولاکن بر شیریں وارد
شہ مظلوم ترا نام رہے گا باقی
ساتھ اس نام کے اسلام رہے گا باقی

میں چاہتا ہوں کہ میں بھی اسی موضوع سے اپنے بیان کو شروع کروں ۔ اگرچہ ان تیرہ سوسال میں حسینیت کی شمع ہدایت کے پروانوں نے اپنے ارد گرد ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں پروانے اکٹھے کر لئے ہیں ۔ پھر بھی ہمارا ایمانی فرض ہے کہ ہم ان لوگوں کو سمجھائیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی مصیبتوں کا تذکرہ اپنی محفلوں میں کرنا ہماری ترقی کے لئے ضروری ہی نہیں بلکہ ہماری ترقی کا ایک اہم جزو ہے ۔ غالباً اسی مقصد کے پیش نظریہ جلسے منعقد کئے جارہے ہیں ۔ حقیقتاً سیاست حاضرہ کے سب سے پہلے معمار حضرت امام حسین علیہ السّلام ہی تھے ۔ جنہوں نے سیاست حاضرہ کی بنیاد رکھی ۔ جس محاز کی ابتداء اس بزرگ ہستی نے کی تھی ۔ اس کی بنیاد عدم تعاون پر رکھی تھی جو ظلم و باطل کے استحصال کا واحد آلہ ہے ۔ یہی اصول دنیا کو آگے لے جارہا ہے اور اسی سے تمام دنیا کی قومیں ترقی کررہی ہیں ۔ اسی اصول کو حضرت امام حسین علیہ السّلام نے یزید کے ظلم و استبداد کے مقابلہ میں بیش نظر رکھا تھا ۔

آپ دیکھتے ہیں کہ جب زمانہ کروٹ لیتا ہے ۔ اور زمانہ میں تغیّروتبدّل ہوتا ہے ۔ تو اس کے ساتھ ساتھ اس کا طریق کار بھی بدل جاتا ہے ۔ مگر حضرت امام حسین علیہ السّلام نے جس طریق کار کو ۶۱ ھجری میں جاری کیا تھا ۔ وہ اتنا پائیدار اور مستحکم تھا ۔ کہ وہ آج ساڑھے تیرہ سوسال کے بعد بھی نہیں بدل سکا ۔ بلکہ میں تو کہوں گا ۔ کہ اس کو بدلنے کی کسی نے کوشش کی ہے تو وہ ناکامیاب ہوا ہے ۔ اس کی خاص وجہ یہ ہے ۔ کہ امام حسین علیہ السّلام کے اقدامات کسی ذاتی مقصد یا منفعت کے لئے نہ تھے ۔ بلکہ محض حق پرستی اور حق کوشی پر مبنی تھے ۔ یہ ایک حقیقت ہے ۔ کہ ہمارے ہر مقصد دنیاوی کے ساتھ مقصدِ ذاتی بھی وابستہ ہوتا ہے کم از کم اثر ہی سہی ۔ حکومت ہی سہی ، اقتدار ہی سہی ۔ بہر حال ذاتی غرض کچھ نہ کچھ ایسی ہوتی ہے کہ وہ دنیاوی عدم تعاون کے پیچھے لگی رہتی ہے ۔

لیکن آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کے اس بے لوث طریق کار اور مخلصانہ عنوان کار کو غور سے دیکھیں – تو معلوم ہو گا – کہ آج وہی آلات جو حضرت امام حسین علیہ السلام نے استعمال کئے تھے – دنیا بھر میں راز حیات بنے ہوئے ہیں امام عالی مقام کی کتنی دور اندیشی اور بلند نظری تھی کہ جس زمانہ میں مخلوق خدا جبرو تشدد ، ظلم و استبداد کے دباؤ سے زمین کے اندر دھنسی جارهی تھی – اس زمانہ میں آپ نے مظلومیت کے پرچم کر لہرایا – اور اس طرح لہرایا کہ ظلم کو شرما دیا – یہ آپ کی قوتِ ارادی تھی – عزم و استقلال تھا – خالق کی رضا جوئی کا جذبہ اور حقانیت تھی – جس نے حضرت کو وہ قوت عطا فرمائی – کہ آپ نے مظلومیت کے پرچم کو بلند رکھا –

بعض لوگ جو حضرت امام حسین علیہ السلام کی فطری افتاد طبیعت نسبی سے ناواقف ہیں – سوال کرتے ہیں – کہ اگر امام بیعت کر لیتے تو کیا ہوتا ؟ ان کا جواب یہ ہے کہ یزید کی نظر بیعت لینے کیلئے خصوصیت کے ساتھ حضرت امام حسین علیہ السلام پر پڑنا ہی وہ امر ہے – جس سے حضرت کا حق پر ہونا ثابت ہوتا ہے کیا آپ کے سوا اور لوگ نہ تھے جن پر اس کی نظر انتخاب بیعت کے لئے پڑتی –

نگاہِ ظلم یہ تخصیص کیسی
جگر میں کیا نہیں تھا دل میں کیا تھا

یزید جانتا تھا – کہ حسین مرجع حق ہیں اور جب تک ان کی بیعت نہ حاصل ہو جائے – میرا باطل کا لائحہ عمل کامیاب نہیں ہو سکتا – یزید کو مجبوراً اس کے لئے حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف رجوع کرنا پڑا – اگر یزید کسی ایسے شخص کے خلاف فوج کشی کرتا جو لشکر کے ساتھ اس کی سلطنت میں مخل ہوتا تو یہ واقعی دو شہزادوں کی جنگ ہوتی – لیکن حضرت تو تبلیغ کر رہے تھے – وہ بھی اس طور پر کہ ان کی فوج میں کچھ بوڑھے ہیں کچھ ننھے بچے اور کچھ عورتیں اور کچھ جوان اور کچھ شیر خوار بھی ہیں – جو حق کے لئے اپنی قربانی پیش کر رہے تھے –

ان حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ یزید کا گنہگار دل احساسِ گناہ کر رہا تھا - اور یہی احساسِ گناہ حضرت امامؑ کے حق پر ہونے کا بہترین ثبوت ہے - یزید محسوس کر رہا تھا - کہ اگر میری جاہ و حشمت کو کبھی دھکا لگے گا - تو اسی مظلوم کے ذریعہ سے لگے گا - کیونکہ یہ حق پرستی کا صحیح نمونہ ہے - اس خیال نے یزید لعین کے دل میں کھٹک پیدا کر دی کہ حسینؑ سے بیعت لی جائے - لیکن وہ یہ نہ جانتا تھا - کہ یہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کا لال جسے رسالت مآبؐ نے اپنا لعاب دہن چوسا کر پرورش کیا تھا - اس کی گردن لچیلی اور ملائم سہی مگر حق کے لئے تلورا کے سامنے اس قدر سخت اور مضبوط ہو جائے گی - کہ ہزاروں تلواروں کو خم کر دے گی - اور یہ گردن سوائے بارگاہ خدا میں جھکنے کے کسی کے سامنے خم نہ ہو سکے گی - یہی وجہ ہے کہ جس یزید نے نماز کو اور شریعت کے احکام کو پس پشت ڈال کر دین نبوی کو مٹا رکھا تھا - اسے امام حسینؑ نے اپنا سر سجدہ میں کٹوا کر خاک ذلت میں ہمیشہ کے لئے ملا ڈالا - تاکہ وہ یہ محسوس کرے کہ خدا کے بندے راہ حق میں یوں سر نثار کرتے ہیں - اور یوں قربانی پیش کرتے ہیں - میں اس واقعہ کی جانب آپکی توجہ مبذول کرنا چاہتا ہوں - کہ عین اسی وقت میں جو نماز خدا ادا کرنے کا وقت ہوتا تھا اور اذانیں ہوتی تھیں - یزید شراب نوشی کرتا اور وہی وقت اس کی تعیش پسندی اور شراب خوری کا خاص وقت ہوتا تھا اور انہی اوقات میں وہ غیر مشروع کاموں میں مبتلا رہتا تھا - اور دین خدا کا مذاق اڑاتا تھا - حد درجہ بے حیائی سے اس نے حدود شریعت کو توڑ رکھا تھا - ایسے وقت میں آپ دیکھیں گے کہ ہمارے امام حسین علیہ السلام نے اپنے خون میں نہا کر اور جسد اقدس پر ایک ہزار نو سو اکاون زخم کھا کر اس وقت جبکہ مخالف کی طرف سے برابر تیروں کی بوچھاڑ ہو رہی تھی تب بھی

آپ نے نماز کے فرض کو ادا کر کے یہ ثابت کر دیا کہ خدا کی شریعت کو توڑنے والا کون ہے ؟ اور شریعت خداوندی پر چلنے والا کون ہے ؟

حامل طاعت کونین تھی بیشک وہ نماز
جو ادا بھی نہ ہوئی اور قضا بھی نہ ہوئی

خدا بھی اس نماز گزاری کو دیکھ رہا تھا ۔ کہ اس کا بندہ خاص آخری نماز ادا کر رہا تھا ۔ نماز کو فخر ہے کہ ہمارے امامؑ نے تلواروں کے سایہ میں بھی اسے ادا کیا ۔

اب میں اس مقام پر آگیا ہوں ۔ جہاں یزید کو ہزیمت ہوئی ہے اور سیاست یزیدی کو سیاست حسینؑ نے جس مقام پر نیچا دکھایا ہے ۔ کوئی ہے جو اس سے انکار کر سکے ۔ اور یہ وہ تاریخی واقعہ ہے ۔ جس کو کوئی بھی نہیں جھٹلا سکتا ۔ کہ یزید تو اذان کے وقت ناؤ نوش اور شراب خوری میں مصروف ہے ۔ اور حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے خون میں نہا کر بھی اس نماز کو ادا کیا ۔ جس کو خدا نے فرض کیا تھا ۔ کیا کوئی مسلمان اس سیاست یزیدی کا اس سیاستِ حسینی کے ساتھ مقابلہ کر سکتا ہے ۔

دوسرا سبق اس واقعہ کربلا کا مساوات کی پکار ہے ۔ دنیا میں ہر آدمی حقوق انسانیت کی منزل میں برابر درجہ رکھتا ہے ۔ ہر ایک کو مساوی حقوق حاصل ہیں ۔ رنگ و نسل کا امتیاز زمانہ حال میں کوئی شئے نہیں ہے ۔ لہذا اب ہمیں یہ دیکھنا ہے ۔ کہ کون ہے جو اس مساوات کے رنگ میں رنگین ہے ۔ آج کل مساوات کا پرچار کیا جاتا ہے تاکہ یہ رنگ و نسل کا امتیاز مٹ جائے اور میں تو اس کا ایک شور سن رہا ہوں ۔ لیکن کربلا کی تاریخ کو اگر دیکھیں تو معلوم ہو گا ۔ کہ مساوات کا جو باب حضرت امام حسین علیہ السلام نے کھولا ہے ۔ اس کو دیکھ کر عقل انسانی حیران رہ جاتی ہے ۔ اور وہ ایسا باب ہے کہ جس میں رنگ و نسل کا امتیاز کلیتاً مٹ جاتا ہے ۔ یہ مظاہرہ حضرت امام حسینؑ نے کربلا کے ریگستان میں پیش کیا ۔ تمام اصحاب و انصار جانتے تھے ۔ کہ امامؑ کا جذبہ

مساوات کتنا بڑھا ہوا ہے ۔ حبشی غلام تک حسینؑ کے اس مساواتِ عمل کو محسوس کرتے ہیں ۔ اور جانتے ہیں کہ کچھ ایسے ہاشمی النسل جوان ہیں جو آپس میں بھی ایک دوسرے سے جہاد میں سبقت لے جانا چاہتے ہیں ۔ ذرا اس جذبہء شہادت اور ان کی قوتِ عمل کو دیکھو ۔

سیاست کا پہلا اصول یہ ہے کہ ایسے رفقائے کار پیدا کئے جائیں ۔ جن کا عزم طبیعت اور ہمتِ نبرد میدانِ عمل میں اگر برابر نہ ہو تو بھی جہاں تک اتحادِ مقصد کا تعلق ہے ۔ ان سب کا نصب العین ایک ہو اور ان سب میں ایک ہی قوت کا جذبہ عمل کارفرما ہو۔

کیا حضرت امام حسین علیہ السّلام کی یہ ایک بڑی بھاری کامیابی نہیں ہے ۔ کہ آپ نے اپنے رفقائے کار میں اپنے اصحاب اور انصار میں وہ روح پھونک دی تھی ۔ کہ ان میں سے ہر ایک ایک دوسرے سے پہلے خلعتِ شہادت پہننے کے لئے سبقت کر کے نکل آتا ہے اور اپنے آپ کو قربان کر دیتا ہے ۔

چنانچہ امام حسین علیہ السّلام کے گود کے پالے اور برابر کے بھائی جب میدان شہادت میں قربان ہونے کو جارہے تھے ۔ تو جون حبشی غلام جس کو امامؑ سے ابھی تک میدان شہادت میں جانے کی اجازت نہیں ملی تھی ۔ امامؑ کے پاس آتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ آقا میں سمجھ گیا ۔ کہ آپ میدان میں جانے کی اجازت نہیں دیتے کیونکہ میں حبشی النسل ہوں ۔ اور میرا خون سرخ نہیں ہے سیاہ ہے لہذا آپ ہاشمی جوانوں کے خون کے ساتھ میرا خون ملانا پسند نہیں کرتے ۔ حضرت امام حسین علیہ السّلام نے یہ سن کر جون کو گلے لگا لیا اور فرمایا کہ :۔

"جون ۔ یہ امر مجھ کو مانع نہیں ہے لیکن اگر تمہارا یہی خیال ہے تو جاؤ تمہیں اجازت ہے" ـــــ چنانچہ جون میدان شہادت میں جاتے ہیں اور جام شہادت نوش فرماتے ہیں ۔

جون نے شکوہ تو ضرور کیا ۔ مگر اس کو یہ معلوم نہ تھا ۔ کہ یہی امامؑ مساوات کا قائم کرنے والا ہے ۔ اب آپ امامؑ کی مساوات کی داد دیجئے ۔ کہ جب اس کی لاش پر امام حسینؑ پہنچے ہیں

تو جون کے سر کو اپنے زانو پر رکھ لیتے ہیں اور اس طرح آپ کے دامنِ رحمت میں اس کا خون لپٹ جاتا ہے ۔ جون کی اس بلندی اور رفعت کا کیا کہنا جو اس کو امامؑ کی بدولت ملی ——— ابھی ابھی جناب گوپی ناتھ امن نے اپنی تقریر کے دوران میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے عفوو کرم کا تذکرہ فرمایا ہے ۔ آپ کے عفوو کرم کا یہ عالم تھا ۔ کہ سیاسی مجرموں کو بھی بخش دیا جاتا تھا ۔ یہ سبق سوائے امامؑ کے اور کسی نے ہم کو نہیں سکھلایا ہے ۔

جب حُر آپ کا مزاحم ہو کر راستہ کاٹ رہا تھا ۔ تو آپ اسکو اور اس کی فوج کو سیراب کرتے ہیں اور وہ مجرم آخرکار اس احسان سے جھک کر اپنی خطا پر نادم اور معافی کا خواستگار ہوتا ہے ۔ تو آپ اسکو معاف فرماتے ہیں ۔ اور آپ کا آغوشِ محبت حُر کی طرف بڑھتا ہے ۔ حُر کہتا ہے خطا ہوئی ۔ آپ فرماتے ہیں معاف ہوئی ۔

واہ رے ہمت کرم آتش غیظ پھونک کر
حُر نے کہا خطا ہوئی شہ نے کہا معاف ہے

یہ ہے سیاسی بخشش اور عفوو کرم جو مجرم کی کایا پلٹ کر رکھ دیتی ہے ۔ اس کے بعد کبھی حُر منحرف نہیں ہوا اور میدان شہادت میں اپنی قربانی اس طرح پیش کی ۔ جیسے ہمیشہ کا غلام رہا ہو ۔ ذرا اس حُسنِ اخلاق کو دیکھئے ۔ کہ سپاہ یزیدی کا سپہ سالار حُر یزید سے منہ موڑتا ہے ۔ اور ادھر امام حسین علیہ السلام اپنے دشمن کو ایسا دوست بناتے ہیں کہ مرتے دم تک دوست رہتا ہے ۔ اور بعد مرنے کے بھی آج تک دوست ہی کے نام سے پکارا جاتا ہے ۔ اس کا ثبوت اس سے ملتا ہے ۔ کہ جو شخص زیارت کرنے امامؑ کے روضہ پر جاتا ہے وہ حُر کی قبر پر ضرور جاتا ہے اور زیارت کا شرف حاصل کرتا ہے ۔ یہ وہ سیاسی کارنامہ ہے ۔ جس کے علمبردار امامؑ تھے ۔ لیکن سب سے بلند اور آخری کارنامہ یہ ہے ۔ کہ میدان قتال سے واپس آکر امام خیام اہلبیتؑ کی طرف رُخ کرتے ہیں ۔ یہ کیوں ؟ اس لئے کہ ایک طرف تعاونو علی البر والتقوی پر عمل ہو ۔ اور

ایک طرف حکم خدا کی تعمیل ہو ۔ جس نے آلِ محمدؐ پر سلام کا حکم "سلام" علی آلِ یسین" کہہ کر فرمایا تھا ۔ لہذا امام حسین علیہ السّلام ادھر رُخ فرماتے ہیں ۔ کہ آخری سلام بھی آلِ رسول پر بھیج دیں ۔ اور اس حکم کی تعمیل بھی ہو جائے ۔ لیکن مساوات یہاں آ کر اب عملاً ثابت ہوتی ہے ۔ کہ امام نے سلام کرتے وقت فضّہ کو فراموش نہیں کیا ۔ بلکہ اس کو بھی سلام کیا ۔ دکھلانا مقصود یہ تھا ۔ کہ جہاں تک منزل کا تعلق ہے ۔ لونڈی ، غلام ، آقا ، مالک میں کوئی فرق نہیں ۔ سب کے سب برابر ہیں ۔ اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت گذار لونڈی فضہ کو بھی اسی طرح سلام کر کے حضرت امام حسین علیہ السّلام واپس آتے ہیں ۔ فضّہ نے بھی اس آخری سلام کو فراموش نہیں فرمایا ۔ اور اس کے بعد مصیبت کی منزلیں طے کی ہیں ۔ آپ کچھ خدمت تو میدانِ کربلا میں سرانجام دیتی ہیں اور کچھ شام کے دربار میں بلا کسی خوف و ڈر کے انجام دیتی ہیں ۔ لیکن جو بات میں عرض کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ :۔

جب کبھی دمشق جانا ہو تو آپ کو اس لونڈی کا قبہ بھی جناب سکینہ کے روضہ مبارک کے برابر بنا ہوا ایک ہی طرح کا نظر آئے گا ۔ تمام زوار جہاں جناب سکینہ کے روضہ کی زیارت کا شرف حاصل کرتے ہیں وہ اس معظمہ کی زیارت کو بھی جاتے ہیں ۔ ایسا کیوں ہے ؟ اس لئے کہ **اس نے** وہ نمونہ پیش کیا ہے ۔ کہ اپنے کردار سے ، سیرت سے اور عمل سے ، اپنے خلوص اور خدمت سے تاریخ اسلام **میں** ایک مخصوص جگہ حاصل کرلی ہے ۔

دیکھئے ۔ کیا حسین علیہ السّلام کا قبضہ دریا پر نہیں ہوا ؟ اور ضرور ہوا ۔ پھر قبضہ کے بعد کیا حضرت امام حسین علیہ السّلام نے پانی پی لیا تھا ؟ نہیں ۔ کیوں ، وہ اس لئے کہ مقصد یہ تھا کہ وہ بھوکے پیاسے رہتے ہوئے اس منزل امتحان کو طے کریں ۔ جس سے تمام رفقاء و اعوان وانصار گزر چکے تھے ۔ حصولِ رضائے حق کے لئے اس شہید اعظم نے سوکھا گلا کٹایا ۔ مگر زبان پر کلمہء شکر ہی رہا ۔ جبروتشدد کی انتہا معلوم ہو گئی ۔ مگر حسینؑ کے صبر کا اندازہ نہ ہو سکا ۔

پنداشت ستم گر کہ جفا برما کرد
برگردن او بماند و برما بگذشت

حضرت امام حسین علیہ السلام نے دنیا کے سامنے وہ نمونہ وفا پیش کیا ۔ جس نے جفا کو مرہونِ منت بنا دیا اس مطلب کو ایک شعر میں پیش کرتا ہوں اور اپنے بیان کو ختم کرتا ہوں -- ؏

خود جفا جس کی ہے شرمندہ احسان حسینؑ
تونے وہ طرز وفا پیش خدا رکھا ہے

اُسوۂ حسینؑ کے انفرادی اور اجتماعی پہلو پر ایک نظر

(عزت مآب جسٹس ایس ، اے رحمن صاحب)

برادران گرامی --

آج اس جلسہ میں اس وجہ سے حاضر ہوا ہوں کہ میں بھی سید الشہداء کی یادگار منانے والوں میں شرکت کر کے سعادت حاصل کر سکوں - منتظمین جلسہ کا شکر گزار ہوں - کہ انہوں نے مجھے دعوت دے کر اس اجتماع میں شرکت عطا کرنے کا موقعہ عطا فرمایا --

میری طبیعت علیل ہے - اس لئے میں نے درخواست کی کہ اس موقع پر چند ٹوٹے پھوٹے الفاظ گوش گزار کرنے کے بعد اجازتِ رخصت مل جائے --

حضرات علمائے کرام کی دلنشین تقاریر کے بعد جناب گوپی ناتھ صاحب امن کی تقریر دلپذیر جس انداز خلوص کے ساتھ ہوئی اور جس شان کے ساتھ موصوف نے منقبت حضرت امام حسین علیہ السّلام بیان کی وہ آپ اپنی مثال ہے - میں اپنی اور آپ کی طرف سے ان کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں -

اُسوۂ حسینؑ میں ہم کو ایک طرف تو اس بلند کرداری کی طرف راہنمائی ہوتی ہے - جس کو دنیا حسینؑ کے نام سے جانتی ہے - یعنی انفرادی سیرت کی بلندی - دوسری طرف آپ کی وہ حیثیت سامنے آتی ہے - جو اجتماعی پہلو سے ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے -

دنیا میں جب اصول کی جگہ بے اصولی شرافت و نجابت کی جگہ فسق و فجور کا ظہور ہونے لگتا ہے - تو اللہ تعالے ایک ایسے شخص کے وجود کو لاکھڑا کرتا ہے - جو اس کے سامنے سینہ سپر ہو کر دنیا بھر کو صحیح راستے پر گامزن کر دیتا ہے - اس کی مثالیں تاریخ میں موجود ہیں - اور ان مثالوں میں سب سے زیادہ درخشندہ مثال حضرت امام حسین علیہ السّلام کی ہے --

انہوں نے ہم پر واضح کیا کہ راہ حق میں سرکٹ تو سکتا ہے لیکن استبداد کے سامنے جھک نہیں سکتا -

انسان کی زندگی میں بعض ایسے مرحلے بھی آتے ہیں کہ جب سوچنا پڑتا ہے ۔ کہ اس منزل پر زندہ رہنا مشیت الہی کے موافق ہے ۔ یا جان کو جانِ آفریں کے سپرد کرنا حق ہے ۔ ع

ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی

وہ مرحلہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی زندگی میں بھی آیا اور جس شان استقلال ، صبرو شکر اور رضا بہ قضا کے ساتھ آپ نے اسے نباھا وہ دنیا پر روشن ہے ۔ اور رہتی دنیا تک آپ کا نام گرامی الوحِ قلوب پر ثبت رہے گا ۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طنیت را

وہ برگزیدہ ہستی جس نے یہ منظر دکھایا اور دنیا کو صحیح زندگی کی راہ بتائی ۔ اگر اسے انفرادی نقطہ نظر سے پرکھا جائے تو معلوم ہو گا ۔ کہ اس مظلوم پر جو ظلم و ستم توڑے گئے ۔ بیسک وہ غم اور رنج والم کی درد ناک داستان پیش کرتے ہیں اور ہماری ہمدردی اور دلسوزی کا خراج چاہتے ہیں ۔

مگر اس کے علاوہ ان کے کردار کا اجتماعی پہلو بھی ہے اور ہمارے لئے وہ بھی کافی اہمیت رکھتا ہے ۔

استبدادی حکومت کے سامنے سب کچھ راہ حق میں قربان کرنے کا جزبہ ہی وہ حقیقت ہے جسے خدا تعالےٰ نے شہادت کے نام سے موسوم کیا ہے ۔ یہ ذات الہی پر شہادت ہے اور تمام جھوٹے خداؤں کے لئے ایک دعوتِ جنگ ہے کہ خدائے یکتا کا ماننے والا کبھی شرک کا مرتکب نہیں ہو سکتا ۔

ہر کہ رمز مصطفےٰ فہمیدہ است
شرک را در خوف مضمر دیدہ است

عالم انسانیت کو حضرت امام حسین علیہ السلام نے اسی سبق کی تعلیم دی ۔ کاش ہم اس کو سمجھتے اور یہی وہ فضیلت ہے امام

عالی مقامؑ کی جسے ایک بزرگ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ :-

حقا کہ بنائے لاالہ الہ است حسینؑ
سرداد ندا د دست در دست یزیدؔ

بیشک آپ عملی ثبوت قائم کر گئے کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں - اور آپ نے کرب و بلا کی پُرخار وادی سے اطمینان قلب کے ساتھ گزر کر ہمارے لئے ایک راہ حیات درخشاں کر دی -

آپ نے اسلام میں زندگی کی روح پُھوک دی خدا تعالیٰ ہمیں توفیق دے - کہ جس طرح کہ ہم زبان سے شہادت حسینؑ کو تسلیم کرتے ہیں دل سے بھی اسے تسلیم کریں - اور عمل کے ساتھ بھی آپکے اُسوۂ حسنہ کی پیروی کریں -

حسینؑ کا تعارف

(خطیب آلِ محمد مولینا اظہر حسن صاحب زیدی)

حضرات محترم —

اِس عظیم الشان جلسہ کے دوران میں حضرات منتظمین کئی بار کہہ چکے ہیں — کہ میں تقریر کرنے والوں کو آپ سے متعارف کرواتا رہوں — چنانچہ کل سے میں یہی کام سر انجام دے رہا ہوں — ہر خطیب و عالم کے بارے میں مجھ کو جتنا علم تھا — وہ جناب کو معلوم ہوتا رہا — اب منتظم صاحبان نے اس عہدہ سے ترقی دے کر حکم فرمایا ہے کہ اب تک مقرروں کا تعارف کرواتے رہے اب چند لمحوں کے لئے حضرت امام حسین علیہ السلام کی تعریف کا شرف حاصل کروں —

غور فرمایا — آپ نے حکم کی نوعیت پر ؟ کیا عرض کروں — پھر ایسے علمائے کرام اور مقررین عظام کے سامنے — بھلا ان کی موجودگی میں کون کیا کہہ سکتا ہے اور کس سے کیا کہا جا سکتا ہے ؟لیکن جب حکم ہے تو حاضر ہوں — چند منٹ میں جو کہا جائے گا — کہہ کر بیٹھ جاؤں گا —

آپ مسلسل ان حضرات کی زبان سے ان کے بہترین بیان سن رہے ہیں جو اٹھا معلوم ہوا — کہ کمال کو حدوں تک پہنچا دیا لیکن جب دوسرے کی باری آئی — تو اس کے متعلق بھی یہی گمان ہونے لگا — کہ اقلیم کمال کا فاتح تو یہ ہے — مگر جب میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی شخصیت کا تصوّر کرتا ہوں — کہ یہ وہ شخصیت ہے جو ان تقاریر سے بلند تر مقام کی مالک ہے تو محسوس ہوتا ہے کہ کسی نے بھی کوئی کمال نہیں کیا — آپ کی شان ہی آماجگاہ کمال ہے —

ہمارے پاس جس قدر ذخیرہ ہے — وہ نرا یہ کہ فلاں نے کیا کہا ؟ لیکن حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے پاس کہا نہیں بلکہ "کیا" ہے — آپ کے متعلق یہ کہا جائے گا — کہ حضرت نے یہ "کیا" ہے —

اب "کہا" کو "کیّا" سے کیسے نبھایا جائے ؟

اصل بات یہ ہے کہ ہمارے پاس نہ الفاظ ہیں نہ معانی ۔ جو حضرت امام حسین علیہ السلام کے بارے میں حقائق کی تصویر پیش کر سکیں ۔ بہر حال حکم کی تعمیل کروں گا ۔ ان ہی مقررین کی کہی ہوئی بات کہہ دیتا ہوں ۔

دیکھئے سامنے کی بات ہے کہ موسلا دھار بارش کے بعد بھی ہلکی ہلکی پھوار پڑتی رہتی ہے ۔ یہ بادل برس چکے ۔ لیکن منظر کا سلسلہ اثر پیش نظر ہے ۔ آج جو بات سنی تھی ۔ اسی کو دہراتا ہوں ۔ شائد اتنی دیر میں وقت پورا ہو جائے ۔

معلوم نہیں کون بزرگ تھے ۔ جنہوں نے فرمایا تھا ۔ کہ حضرت امام حسینؑ کربلائے معلّٰے میں شہادت کے لئے تشریف فرما ہوئے ۔ بس میں بھی اسی کے متعلق کچھ عرض کر کے بیٹھ جاؤں گا ۔

بات یہ ہے کہ دنیا کے وہ افراد جن کو اللّٰہ نے انسان بنایا ہے ۔ جیسے ہم ، تم اور وہ ، اور فرشتہ نہیں بنایا۔نہ حیوان بنا ڈالا ۔ اگر خدا چاہتا ۔ تو فرشتہ یا حیوان بنا سکتا تھا ۔ لیکن اس کا منشا یہ ہوا ۔ کہ انہیں انسان ہی بنایا جائے ۔ انسان بنانے کا مطلب کیا ہے؟ یہ انسان اپنی زندگی میں انسان بن کر رہے ۔ نہ حیوان ۔ بعض کی تعریف میں مولوی صاحبان جو یہ فرما دیتے ہیں کہ فلاں صاحب تو فرشتہ ہیں تو حقیقتاً یہ تعریف نہیں ہوتی ۔ صاف معنی تو یہ ہوئے کہ یہ صاحب فرشتہ ہو گئے ۔ گویا ان سے انسانیت رخصت ۔ حالانکہ فرشتہ ہونا کوئی کمال کی بات نہیں ۔ فرشتے تو وہی تھے جو انسان کو سجدہ کر رہے تھے اور جس نے ہم کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا وہ فرشتہ ہی نہ رہا ۔

کائنات کی ہر شئے انسان کی فرماں بردار ہے ۔ تمام حیوان ، سب فرشتے ۔ کل اشیاء ۔ انسانیت کے حلقہ بگوش ۔ صاحب ۔ ہم قدرت کے عجب شاہکار ہیں ۔ واہ رے انسان ۔ لوہے کا آکاش پہ اڑایا ،دانے کو دھرتی سے اٹھایا ۔ کشتی کو موجوں پہ چلایا ۔ سمندر کی تہوں کو پایا ۔ موتی کی آبرو کو بچایا ۔

ہوا فضا سب پر حکومت ، لیکن بے بسی ہے تو ایسی کہ نہ آنے پر بس نہ جانے پر بس کسی نے کہا آؤ ، آگئے ، جب کہے گا واپس جاؤ ، رک نہ سکیں گے ۔

یہ انسان کہتا تو یہ ہے کہ دنیا میں بے بس ہے ۔ مگر عالم یہ کہ کہیں ، بس کرنے کو تیار نہیں ۔ دس روپیہ کی نوکری مل گئی ۔ تو بس نہیں ۔ پچاس روپیہ تنخواہ ہو جائے تو بس نہیں ۔ ہزار روپیہ کی ملازمت ہاتھ آئے تو بس نہیں ۔ ساری دنیا مل جائے تو بس نہیں ۔ جہنم مل جائے تو بس نہیں ۔ غرضیکہ حضرت انسان نہ کسی منزل پر بس کرتا دکھائی دیتا ہے اور نہ کہیں اس کی ہوس کا سٹاپ نظر آتا ہے ۔ بے بس ہو کر بس کرنا جانتا ہی نہیں ۔ انسان کا دماغ کیا ہے ۔ الٹا پیالہ ۔ الٹے پیالے میں سمندر بھی انڈیل دیجئے ۔ تب بھی نامراد خالی ہی رہے گا ۔ ہاں قبر میں جب کیڑوں سے پالہ پڑے گا ۔ تب جاکر کہیں بس کرے تو کرے ۔ دنیا بھر کی ہوس بھری ہوئی ہے ۔ ہر ایک شئے کو حاصل کرنے کے درپئے ۔ علمائے کرام نہ ہوتے تو اسی بات کو اور پھیلا کر عرض کرتا ۔ مگر ڈر ہے کہ کہیں عرض میں طول نہ پیدا ہو جائے ۔

ہاں ۔ جہاں انسان کو خواہشوں کا سلسلہ لا متناہی وہاں دنیا کی ہر چیز اس سے پناہ مانگتی ہے ۔ اس کو اس کی "میں" نے تباہ کر رکھا ہے ۔ تکبر" اور غرور اس میں موجود ہے ۔ ٹھوکر کھا کر بھی باز نہیں آتا ۔ ہوا بھرنے کے بعد خود ہی تباہ نہیں ہوتا ۔ بلکہ دوسروں کو بھی تباہ کر دیتا ہے ۔ میں انارکلی بازار گیا ۔ تو دیکھا ۔ کہ ایک دکان میں شیشے کی ایک الماری میں ایک بڑا گیند جسے فٹ بال کہتے ہیں بند پڑا ہے ۔ میں نے دکاندار سے پوچھا یہ کیا چیز ہے ۔ اس نے کہا ۔ جناب ہاتھ نہ لگائیے گا ۔ لیکن شام کے وقت یونیورسٹی گراؤنڈ جانکلا ۔ تو دیکھتا کیا ہوں ۔ کہ وہی فٹ بال ٹھوکروں میں ہے ۔ بھئی یہ نقشہ کیوں بدلا اس کی یہ گت کیوں بن رہی ہے ۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ جب دکان میں تھا ۔ تو اس میں ہوا نہیں بھری تھی اب میدان میں آیا ہے ۔ تو غرور کی ہوا لے کر بس ۔ اسی لئے

ٹھوکروں کی بوچھاڑ ہو رہی ہے ۔

ہاں ۔ تو ایسے عالم میں جب کہ انسان کی "میں" اُسے حیران کئے ہوئے ہے ۔ ضرورت ہے ایسے حاکم اور ایسی طاقت کی ۔ جو انسان کو ٹھیک کرے ۔ اس کے بس اور بے بسی کو قابو میں رکھے ۔ اس کے لئے ایسا قانون یاضابطہ پیش کرے جو اسے تھامے رہے ۔ اور ایسے دستور کی یقیناً ضرورت ہے ۔ کیونکہ انسان کے ٹھیک رہنے سے ہی کل عالم کا نظام درست رہ سکتا ہے ۔ اور بس ۔۔

اچھا تو معلوم ہوا کہ تمام انسانوں کو مہذب اور منظم کرنے کے لئے ایک صحیح قانون اور اچھی حکومت کی ضرورت ہے ان کے بگڑنے سے دنیا بگڑے گی اور ان کے سنورنے سے سارا جہان سنور جائے گا ۔

انسانوں نے اپنے خیال کے مطابق قانون اور ضابطے بنائے لیکن چونکہ بنانے والے ہم انسان تھے ۔ اس لئے جو بنایا ۔ وہ اپنے لئے مفید اور دوسروں کے واسطے مضر ۔ بس اسی نفسا نفسی نے اسے بگاڑ دیا ۔ بالآخر خالق نے کہا ۔ آؤ ایک قانون اور ضابطۂ حیات میں پیش کرتا ہوں ۔۔ جو تمام خرابیوں سے پاک ہے جو تمہارے مصنوعات میں موجود ہیں ۔ اس نے اس نظام کا نام اسلام رکھا اور لائحۂ عمل کا نام قرآن ۔ اس کے مطالب لَارَیْبَ فِیْہ ۔ اس کا بیان لَا یَمَسُّہ اِلاّ الْمُطَہَّرُوْن ۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ حق نے سنایا ، حق نے اتارا ، حق ہی اس کے مظاہر ، حق اس کے الفاظ حق اس کے اشارات ، یہ کتاب حق سے اتنی بھری ہوئی کہ اب حق نہ رہا ۔ کسی کو کہ اس کو ناحق کہہ دے ۔

تو جناب ایسی کتاب پیش کر دی ۔ اور فرمایا ۔ کہ اِسکے احکام پر عمل کرو ۔ اس نے سکھایا ۔"قُل اللھم مالک الملک" تمہارا مالک کون ہے ؟ اللّٰہ ہے شہنشاہ یا بادشاہ کون ہے ؟ اللّٰہ ہے ۔ آپ نے سنا ؟ آپ مسلمان ہیں ؟ آپکا مالک کون ہے ؟ اللّٰہ ہر شئے کا مالک ہے ۔ اللّٰہ ، دنیا کی ہر شئے کا شہنشاہ اللّٰہ ہے اس کے علاوہ نہ کسی کو حکومت نہ حکم ۔ تو یہ بتلایا اسلام نے ۔

یہی وہ اعلان تھا ۔ جو قرار داد مقاصد کے پہلے فقرہ میں کیا گیا تھا ۔ کہ "تکوینی و تشریعی حیثیت سے اصل حاکم اللہ رب العالمین ہے" ۔ اللہ کے رسولؐ نے جو کچھ بتایا ۔ وہ یہی تھا ۔ کہ کوئی مالک نہیں ۔ مگر ایک اللہ ۔ رسولؐ کے بعد اسکے جانشینوں نے جو کچھ بیایا وہ یہی تھا ۔ کہ کوئی حاکم نہیں سوائے اللہ کے کوئی بادشاہ نہیں سوائے اللہ کے ۔ ایک مسلمان کا حاکم صرف اللہ ۔ اس کا مالک صرف اللہ ہے ۔

ہاں اسلام نے یہی اور صرف یہی بتایا تھا ۔ لیکن ٦٠ھ میں شام کے علاقہ میں جو راجہ تخت پر بیٹھا ۔ یزید اس کا نام تھا ۔ تخت پر بیٹھتے ہی اس نے اعلان کر دیا ۔ کہ اب میں ہوں مالک ۔ مسلمان اس کے خلاف سمجھے ہوئے تھے ۔ مگر یزید حکم دیتا ہے ۔ کہ میں مالک ہوں ۔ اب میرا حکم چلے گا ۔ اور یزید خدا کے قانون کا ہاشمیوں کا وضع کردہ سمجھتا تھا ۔ پس دونوں مالکوں کے درمیان تصادم ہوا ۔ ایک مالک تھا اصلی اللہ ۔ ایک تھا نقلی مالک یزید ۔ لہذا یہاں حضرت امام حسین علیہ السلام اور یزید کا مقابلہ نہ تھا ۔ بلکہ یزید خدا سے متصادم ہو رہا تھا ۔ البتہ مقابلہ اگر حسینؑ سے ہوتا تو اس صورت میں ہوتا ۔ جب یزید یہ کہتا کہ میں امام ہوں یا میں رسول کا نواسہ ہوں یا سید ہوں ۔ معلوم ہوا ۔ کہ اس کا مقابلہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے نہ تھا بلکہ اللہ سے ۔ کیونکہ اس نے اپنے آپ کو مالک الملک کہا تھا ۔

اب دونوں اپنی ملکیت کا فیصلہ کراتے ہیں ۔ یزید سے کہا گیا ۔ کہ تم اپنی مالکیت کے گواہ لاؤ ۔ اس نے رے کی حکومت ، جاگیریں ، فوجیں اپنے دعوے کے جواب میں پیش کر دیں ۔ ادھر اللہ تعالے نے کہا ۔ کہ ہمارے مالک الملک ہونے کی گواہی کون دے گا ؟ کون تیار ہے ؟ سناٹا چھا گیا کل دنیا پر ۔ کسی شخص کی ہمت نہ ہوئی ۔ آخر نوجوانان جنت کا سردار اپنی کمر باندھ کر اٹھا اور پکارا ۔ "خداوندا ۔ میں گواہی دیتا ہوں ۔ کہ تو مالک الملک لا شریک لہ ہے ۔

اسی لئے جب امام سے کوئی پوچھتا ہے ۔ کہ میدانِ کربلا میں کیوں جارہے ہیں ۔ تو آپ فرماتے ہیں ہم گواہی دینے جارہے ہیں کہ خدا مالک الملک ہے ۔ اس کے سوا کسی کی حکومت نہیں ۔ گواہی کو عربی میں شہادت کہتے ہیں پس کسی کو طاقت ہے ۔ کہ وہ اس مقدمہ میں آ کر گواہی دے ۔ سوائے اس کے کہ جس کی ماں بتولؑ ہو ۔

جس نے آغوش رسولؐ میں پرورش پائی ہو ۔ اور جو سجدہ کی حالت میں نانا کے کندھوں پر جائے ۔ اور محسوس کرے کہ ناناجان سجدہ کو لمبا کر رہے ہیں ۔ تو یہ طے کر لے کہ اس سجدہ کا بدلہ سجدہ ہی سے دوں گا ۔ حضور نے سجدہ سے سر اٹھا لیا مگر میں ایسا سجدہ کروں گا کہ سر کو رکھ کر پھر کبھی نہ اٹھاؤں گا ۔

پس میں جاکر گواہی دوں گا کہ بے شک اللہ ہی مالک الملک ہے ۔ اسی لئے حضرت امام حسین علیہ السّلام کو میدانِ کربلا میں جانا پڑا تاکہ اس ظلم و تعدّی تشددو تعصب کے لئے گواہی دیں ۔ آپ کو منادی کرنا پڑی کہ میں اپنی گواہی کو تسلیم کرانے جارہا ہوں ۔ اور دستاویزات سمیت جارہا ہوں ۔ آپ بیٹے سے کہتے ہیں تم چلو ۔ بھائی سے کہتے ہیں تم چلو بچوں اور عورتوں کو ساتھ لیتے ہیں ۔ اور دوسری محرم کو میدانِ کربلا میں پہنچ جاتے ہیں ۔ ساتویں تک مقدمہ کی سماعت ہوتی رہی ۔ دسویں محرم کو گواہیاں پیش کرنا شروع کیں ۔ جب تمام گواہیاں ختم ہو گئیں تو خود بہ نفس نفیس آگے بڑھے اور شہادت عظمیٰ کا انعام لینے کے لئے سر مبارک جھکادیا ۔

اللہ نے کہا کیا چاہتے ہو ۔ نبوت تو ختم کر چکا ۔ امامت پہلے دے چکا ۔ عصمت تمہاری والدہ کا حصّہ تھی ۔ وہ مل چکی ۔ رضا تمہارے باپ کو حاصل ہوئی ۔ اب ایک شئے میرے پاس باقی ہے ۔ اور وہ شہادت کبریٰ ہے ۔ لو وہ تم لے لو ۔ انعام دیا گیا ۔ اور فرمایا گیا ۔ کہ آج سے جتنے میرے گھر اے حسینؑ ۔ اتنے ہی تیرے گھر ۔ جہاں جہاں میر تذکرہ ہو گا ۔ وہاں وہاں تیرا تذکرہ بھی ہو گا ۔ چنانچہ یزید کے خلاف ڈگری ہوئی ۔ حضرت امام حسین علیہ السّلام کا نام عالم میں مشہور ہوا ۔ اور یزید کا تخت و تاج چھین لیا گیا ۔ حسینؑ کا آج سب کچھ باقی اور موجود ہے ۔ لیکن یزید کا سب کچھ جاتا رہا ۔

وہ برباد و ذلیل و خوار ہوا ۔

آپ حضرات کے سامنے صبح کی بات پھر دھرادی ۔ لہذا اب ختم کرتا ہوں ۔ السّلام علیکمُ

اُسوۂ حسینیؑ

(خطیب پاکستان حضرت مولینا قاضی احسان احمد صاحب)
(شجاع آبادی)

الحمد للہ و کفی و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفی
امابعد

قال اللہ تعالیٰ فی القران المجید و الفرقان الحمید فاذ کرونی اذ کر کم و الشکرلی ولا تکفرون ۔

ان نعمتوں پر مجھ کو یاد کرو ۔ میں تم کو یاد رکھوں گا ۔ اور میری شکر گزاری کرو اور میری ناسپاسی مت کرو ۔

خدا در انتظار حمدِ مانیست
محمد چشم برراہِ ثنا نیست
خدا مدحِ آفرین مصطفےٰ بس
محمد حامدِ حمد خدا بس
محمد! از تومی خواھم خدارا
خدایا از تو عشقِ مصطفےٰ را

صدر محترم برادران عزیز ۔

حق کی تاریخ بڑی ھی صبر آزما ھے ۔ سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر ایں دم تک جس نے بھی حق کہا ۔ اس کی زندگی کبھی آرام سے نہیں گزری ۔ رومی نے کیا خوب کہا ھے ۔

گفتارِ صدق مایہ آزاری شود
چوں حرف حق بلند شود دارمی شود

اور یوں بھی کہا جاسکتا ھے ۔

دیدار متاعیست کہ بردار فروشند
گل نیست کہ در کوچہ و بازار فروشند

طاقت اور صداقت کی ٹکر ازل سے رھی ھے اور تاقیام قیامت رھے گی ۔

ستیزہ کاررہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

طاقت نمرود کے پاس ، صداقت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ـ طاقت نے کہا ـ میں آگ جلاؤں گی ـ صداقت نے کہا ـ میں چھلانگ لگاؤں گی ـ طاقت اپنے زعم میں انانیت کا ڈنکا بجا رہی تھی صداقت اپنے عزم کامل پر مسرور تھا ـ بالآخر صداقت نے اپنے عزم راسخ اور یقین کامل سے نارِ نمرود کو گلزار بنا کر دکھا دیا ـ

جس محسنِ انسانیت کی یاد منانے کے لئے آج ہم اکٹھے ہوئے ہیں ـ ان کی سیرت بیان کرنے سے پہلے میرا جی چاہتا ہے ـ انکی والدہ ماجدہ مخدومہ کونین جگر گوشہ ٔ نبی ثقلین کی سیرت طیبہ کے متعلق کچھ عرض کرنے کا فخر حاصل کروں ـ اس لئے کہ حضرت اسمعیل علیہ السلام کی قربانی ـ اور اُس کی عظمت اسی وقت معلوم ہو سکتی ہے جب کہ سیدہ ہاجرہ علیہا السّلام اور سیدنا ابراہیمؑ خلیل اللّٰہ کی مقدس زندگیاں پیش نظر ہوں ـ

نبی اکرم صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ میں پاک اصلاب اور پاک ارحام میں آیا ہوں ـ

بیٹے کی عظمت کا پتہ تب چلتا ہے جب یہ معلوم ہو کہ اس کے والدین کی سیرتیں کیسی تھیں ـ حضرت اسمعیل علیہ السلام کے والد اگر نار نمرود میں امتحان دے کے کامیاب ہوئے ـ تو والدہ شیرخوار بچے کے ساتھ تنہا رضائے الٰہی کے لئے "واد غیر ذی ذرع" میں مقیم ہوئیں ـ کھجوروں کا خریطہ اور پانی کا مشکیزہ ختم ہو جاتا ہے ـ حتی کہ چھاتی کا دودھ بھی خشک ہو گیا ـ سیّدہ ہاجرہ اسی عالم میں اپنے سمیع و بصیر رب کو پکارتی ہیں اور دو ٹیلوں کے درمیان جنہیں صفا و مروہ کے نام سے پکارا جاتا ہے ـ دوڑتی ہیں ـ ان کی دعائیں ، التجائیں اور دوڑنا بارگاہِ الٰہی میں ایسا مقبول ہوتا ہے کہ ہر ایمان والے کو جو حرم کعبہ میں داخل ہونے کی تمنّا لے جائے ـ حکم دیا جاتا ہے کے حرم کعبہ میں داخل ہونے سے پہلے صفا و مروہ کے درمیان دوڑ لگاؤ دنیا کے دوسرے مذاہب والے آپ سے پوچھیں گے کہ یہ ہر شاہ و گدا ، عالم و جاہل ـ نیک

و گنہگار ، سب کو ایک لباس ایک دعا اور ایک ھی راہ پر کیوں دوڑایا جارھا ھے ؟ ان دوڑنے والوں میں امراء بھی ھیں اور بادشاہ بھی ۔ علماء وصوفیاء بھی ھیں اور تابعین بھی ،صحابہ کرام بھی ھیں اور خلفائے ذوالاحترام بھی ۔ بلکہ فخر کائنیات سید الانبیاء حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی حکم دیا جاتا ھے کہ میرے محبوب ۔ تم ھاجرہ کے فخر ھو ۔ لیکن دوڑو ضرور اسی طرح دوڑو جس طرح تمہاری جدہ بی‌بی ھاجرہ دوڑی تھیں ۔

بزرگانِ محترم ۔ میں نے خطبہ مسنونہ کے بعد آیہ کریمہء پڑھی تھی ۔ دیکھئے یہ ھے یاد کی یاد ۔ اگر ھاجرہ اکیلی خدا کو پکارتی ھیں تو وہ پکار قیامت تک پکاری جائے گی ۔

باپ آگ میں امتحان دیتا ھے والدہ میدان میں امتحان دیتی ھیں ۔ پکار سنی جاتی ھے اور اسمعیل علیہ السلام کی ایڑیوں کے پاس پانی کا چشمہ ابلتا ھوا نظر آتا ھے ۔ یہ قانون فطرت ھے ۔ کبھی دے کے آزمایا جاتا ھے ۔ اور کبھی نہ دے کے ۔ کبھی ایڑیوں کے قریب چشمے پیدا ھوتے ھیں اور کبھی دریاؤں کے کنارے پیاسا رکھ کے امتحان لیا جاتا ھے کہ راضی برضائے الٰھی رھنے والے ایسے ھوتے ھیں ۔ آپ سیدنا حسینؑ کی سیرت اطہر سننے سے پہلے اسی پر توجہ فرمایئے ۔ کہ ان کی والدہ کون تھیں ۔ ان کے پدر بزرگوار کی مقدس زندگی کس طرح گزری ؟ اگر حسینؑ تسلیم و رضا کا پیکر نظر آتا ھے اور ھجوم اعدا میں مشعل قرآن اس کے قول و فعل سے فروزاں ھے ۔ ھاں جسکی ماں چکی پیستے ھوئے بھی قرآن پڑھتی ھو ۔ اس کا بیٹا ھر حال میں قاری قرآن کیوں نظر نہ آئے ۔ اقبال نے سیرت سیدہ کو یوں نظم کیا ھے ۔

آں ادب پرورده صبر و رضا
آسیہ گردان و لب قرآن سرا
بہر محتاجے دلش آں گو نہ سوخت
بایہودی چادر خوورا فروخت

یہ داتا کی بیٹی حقیقی داتا کے نام پر سب کچھ دیتی ھے ۔

اس خاندان نے انسانیت کو یہ اصول بخشا ہے ۔ کہ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے ۔

سیدنا حسین علیہ السلام کے والد ماجد کی مبارک زندگی پر نظر دوڑایئے ۔ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "ارحم امتی ابوبکر ، اشد فی امراللہ عمر ، احیا هم عثمان واقضا هم علی" زبان نبوت سیدنا علیؑ مرتضٰی کو اسلام کا چیف جسٹس (   ) قرار دیتی ہے ۔ اس لئے تا کہ دنیا جان لے ۔ کہ علیؑ منصف ہے ۔ اس سے کبھی کتمان حق یا مصلحت کوشی ہو نہیں سکتی ۔ کیونکہ جس ملت و مذہب کا چیف جسٹس ہی مصلحت کوش اور زمانہ ساز ہو جائے ۔ اس مذہب و ملت کا انجام معلوم ۔ علیؑ صرف قاری قرآن ہی نہیں وہ ایقان قرآن کا مجسمہ ہے ۔ یہودی کے باغ میں مزدوری کے لئے تشریف لے جاتے ہیں ۔ ایک دینار اجرت کا ملتا ہے ۔ گھر تشریف لاتے ہیں ۔ سیدۃ النساءؑ العالمین بیمار ہیں پوچھا ۔ امّ الحسینؑ کچھ کھانے کو جی چاہتا ہے ؟ سیدہ فرماتی ہیں میٹھا انار ۔ بازار جاتے ہیں ۔ دینار دے کر انار خریدتے ہیں ۔ واپسی پر ایک بیمار فی سبیل اللہ کچھ کھانے کو مانگتا ہے ۔ فاتح خیبر کے پاس صرف ایک انار ہے اور وہ بھی اپنی بیمار رفیقۂ حیات ، جگر گوشہ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ۔ لیکن اللہ کے نام کے یہ حقیقی عظمت شناس اس نام پر اور اس کے احکام کی اطاعت کے لئے سب کچھ لٹانے والے ہیں ۔ سائل کے سوال کو خالی کیسے جانے دیتے ۔ انار توڑ کر بیمار کو کھلایا ۔ خالی ہاتھ واپس آئے ۔ اور امّ الائمہ سے فرماتے ہیں ۔ انار ایک مسافر بیمار کو کھلا آیا ہوں ۔ سیدہ عالم کہتی ہیں آپ کو مبارک ہو ۔ جس وقت آپ نے بیمار کو انار کھلایا ۔ قادر کریم نے اسی وقت میرے دل کو تسکین عطا کر دی ہے یہ ہے بھی صحیح ۔ کسی نے سچ کہا ہے ۔

جانور فربہ شود از راہ نوش

آدمی فربہ شود از راہ گوش

حقیقی راحت ، تسکین خاطر اِنہی اللہ والوں کو میسّر ہے ـ گھر میں علیؑ المرتضیٰ فاطمہؑ الزہرا مصروفِ گفتگو ہیں دروازے پر حضرت ابوذر غفاریؓ دستک دیتے ہیں ـ سیدنا علیؑ باہر جاتے ہیں ـ حضرت ابوذرؓ عرض کرتے ہیں کہ رحمت دو عالم نے آپ کیلئے انار بھیجے ہیں ـ علیؑ مرتضیٰ گنتے ہیں ـ حضرت ابوذرؓ کی جھولی میں نو انار ہیں ـ حضرت علیؑ فرماتے ہیں ـ ابوذر میں نو انار نہ لوں گا ـ

حضرت ابوذرؓ مبتسم ہو کے عرض کرتے ہیں ـ"کیوں" ؟ فرمایا تم نے کلام مجید میں نہیں پڑھا ـ "من جاءَ بالحسنة فله عشر امثالها " ارشاد ربانی ہے ـ" ایک نیکی کا بدلہ دس اور تمہاری جھولی میں نو انار ہیں ـ ساری دنیا کا ذرہ ذرّہ غلط ہو سکتا ہے ـ لیکن قرآن کریم کا ایک نقطہ بھی غلط نہیں ہو سکتا"

حضرت ابوذرؓ اپنی آستین سے نکال کے دسواں انار بھی جھولی میں ڈال دیتے ہیں ـ اور عرض کرتے ہیں ـ کہ حضورؐ نے تو دس انار عنایت فرمائے تھے ـ ایک انار میں امتحاناً اٹھا لیا تھا ـ حضرات ـ یہ ہے اس قابل صد احترام خانوادے کا ایمان بالقرآن ـ

فدایانِ حسینؑ ـ

دنیا جانتی ہے کہ امام حسین علیہ السّلام کا جھگڑا کفار سے نہ تھا ـ بلکہ ان سے تھا جو مسلمان کہلاتے تھے ـ عدوی گنتی ان کی زیادہ تھی ـ کہا گیا ـ کہ حسینؑ بیعت کرو ـ آپ نے ارشاد فرمایا ـ شراب و زنا اور فسق و فجور کے متوالوں کی بیعت کا تقاضا اہل حق سے ؟ یہ ناممکن ہے ـ میں راہ حق میں سب کچھ نثار کر دوں گا ـ لیکن اسلام کی صداقت پر آنچ نہ آنے دوں گا ـ طاقت اکثریت ، خواہ وہ کسی شکل میں ہو ـ جب اہل حق سے ٹکرائے تو اہل حق پر فرض ہوتا ہے کہ وہ تمام مصلحت اندیشیوں سے مبرّا ہوتے ہوئے سر دھڑ کی بازی لگا دیں ـ

حق حق ہے ـ خواہ اظہار حق کی راہ پھولوں کے ہار میسر آئیں یا تختہ دار پر لٹکنا پڑے ـ

میں یہ عرض کرنا اپنا مذہبی ، ملی اور انسانی فرض سمجھتا ہوں ۔ کہ ہمیں انسانیت کے ان روشن میناروں کی طرف آنکھیں اٹھا کر اپنی زندگیوں کا بھی جائیزہ لینا چاہئیے ۔ کہ ہمارے شب وروز اُسوۂ یزیدیت کے اتباع میں گزر رہے ہیں یا پیروی حسینیت کرتے ہوئے ؟۔

میرے پیشرو ، جناب مجتہد العصر فرما رہے تھے کہ حسینؑ نے عبودیت کا درس دیا ۔ میں عرض کرتا ہوں ۔ صحیح آدمیت انہی بزرگوں کے اتباع میں میسّر آتی ہے ۔ اگر ہم عملاً ان بزرگوں کے نقش قدم پر نہیں چلے اور ہماری روز مرّہ کی زندگیاں ان کے انوار سیرت سے منوّر نہیں ہوتیں تو پھر دعوے محبت عبث ۔

بارگاہ نبی اکرمؐ میں ایک کافر محارب کی بیٹی گرفتار کر کے لائی جاتی ہے ۔ حضورؐ اپنی چادر عطا کرتے ہیں کہ اس کے چہرے پر ڈال دی جائے ۔ اور اس ـــــ عصمت کے آئینہ پر کوئی نگاہِ غلط نہ پڑے ۔ بارگاہ رسالت میں عرض کیا جاتا ہے ۔ حضور ۔ یہ دشمن کی بیٹی ہے ۔ محسن انسانیت کی زبان فیض سے ارشاد ہوتا ہے ۔

بیٹی ، بیٹی ہے ۔ خواہ کسی کی ہو ۔ تم کسی کی بیٹی کی آبرو بچاؤ ۔ تمہاری بیٹیوں کی آبرو خدائے تعالےٰ بچائے گا ۔

کیا ہماری سوسائٹی آج اس فرمان پر عمل پیرا ہے ؟ کیا ناموس انسانیت ہماری بوالہوسانہ نگاہوں سے محفوظ و مامون ہے ؟ ذرا سوچئے اپنے شب و روز کا محاسبہ کیجئے ۔ دوسروں پر زبان طعن کھولنے سے پہلے ، اپنے اعمال و اقوال پر نگاہ دوڑائیے ۔ یہ کیا ہے ۔

سارے جہاں کا جائیزہ اپنے جہاں سے بیخبر

شراب و زناء یزید کی سوسائٹی کی یادگار ہیں یا حسینؑ کی ؟ ہم طاقت کے حلیف ہیں یا صداقت کے مطیع کیا ہر چڑھتے ہوئے سورج کی پوجا ہمارا شعار نہیں ؟۔

حضرات ۔

رحمت دو عالم نے بارگاہِ ایزدی میں استدعا کی تھی کہ

یا اللہ میں حمایت حق میں قتل کیا جاؤں - پھر زندہ کیا جاؤں - پھر قتل ہوں - آپ نے مسلسل کئی بار اُن الفاظ کا اعادہ فرمایا فخر دوعالم کی یہ دعا ضرور قبول ہوئی - اور اس طرح کہ حضور کے جگر گوشہ حسین ابن علی علیہ السّلام نے خلعتِ شہادت زیب تن فرما کر راہِ حق میں جاں سپاری کا اُسوۂ حسنہ پیش فرمایا -

سر نہ تھا ، قبر نہ تھی جسم کفن پوش نہ تھا
کہہ سکو کہہ دو حسینؑ اب بھی سبکدوش نہ تھا

حضرات -

کرتی ہے پیش اب بھی شہادت حسینؑ کی
آزادی حیات کا یہ سرمدی اصول

چڑھ جائے کٹ کے سر ترا نیزے کی نوک پر
لیکن یزیدیوں کی اطاعت نہ کر قبول

پس جناب حسینؑ کے ہر محب کا فرض ہے - کہ اطاعت حسینؑ کرتے ہوئے سسکتی ہوئی انسانیت کو فسق و کفر کے ناپاک بندھنوں سے آزاد کرائے -

طاقت حق کو بظاہر کچل سکتی ہے - لیکن ختم نہیں کر سکتی - جناب حسینؑ نے -

سوزدروں سے ظلم کو فی النّار کر دیا
ہر وار کو یزید کے بیکار کر دیا

میں زندگی کے ہر لمحہ کو یاد خدا میں گزارنے والے حسینؑ کی بارگاہِ عالی اپنا ہدیہ عقیدت پیش کرتے ہوئے عرض کرتا ہوں

ہری ہے شاخ تمنا ابھی جلی تو نہیں
جگر کی آگ دبی ہے مگر بجھی تو نہیں
جفا کی تیغ سے گردن وفا شعارونکی
کٹی ہے برسر میدان مگر جھکی تو نہیں

واخرو عوانا ان الحمد اللہ رب العالمین -

-:-----:-

خطبۂ صدارت

شہید اعظم حضرت امام حسین علیہ السلام

(میاں محمد افضل حسین صاحب وائس چانسلر)
(پنجاب یونیورسٹی)

دنیا میں حق اور باطل کی جنگ ازل سے شروع ہوئی اور غالباً ابد تک جاری رہے گی ۔ سچائی ہمیشہ کذب کا مقابلہ کرتی آئی ہے ۔ اور یہ مقابلہ آئیندہ بھی جاری رہے گا ۔ حق اور باطل کے اس معرکے میں چھوٹے سے چھوٹے انسان سے لے کر دنیا کی بڑی سے بڑی شخصیتوں تک نے حصہ لیا ۔ اور بسا اوقات یہ واقعات تاریخ کے اوراق پر بھی منتقل ہوئے ۔ ان واقعات میں سے تاریخ نے جو بے مثال واقعہ ہمارے سامنے پیش کیا ۔ وہ شہید اعظم حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت تھی ۔ اس شہادت سے حضرت امام نے جو سب سے بڑا سبق دنیا کو دیا وہ یہ تھا ۔ کہ باطل کے سامنے کسی صورت میں بھی ۔ ۔ ۔ مسلمان کو سر نہ جھکانا چاہیئے ۔ حالات کا تقاضا کچھ ہی کیوں نہ ہو اور لالچ اور حرص کے پھندے کتنے ہی مضبوط کیوں نہ ہوں ۔ مسلمان کو سچائی اور صرف سچائی کی حمایت کرتے ہوئے اپنا تن ، من اور دھن سب کچھ قربان کر دینا چاہیئے ۔ حضرت امام کے عزم راسخ اور حق کی حمایت کا عدیم المثال واقعہ رہتی دنیا تک ایک انمٹ نقش کی طرح مسلمانوں کے دل پر قائم رہے گا ۔ اور انہیں ہر زمانے میں سچائی کی حمایت کرنے پر آمادہ کرتا رہے گا ۔

آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ چند مغربی مفکروں نے بھی اس واقعہ کو بہت اہمیت دی ہے اور کافی احترام کی نظروں سے دیکھا ہے ۔ چنانچہ مشہور انگریزی مورخ ایڈور ڈگبن نے اپنی تاریخ زوال روما میں واقعہ کربلا کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے ۔

آپ تھکے ماندے اور زخموں سے چور اپنے خیمے کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے ۔ آپ نے اپنے ہاتھ مرنے والوں کی فاتحہ کے لئے اٹھائے یہ خون سے رنگین تھے ۔ مایوسی کے عالم میں جب آپ کی ہمشیرہ نے خیمہ سے نکل کر کوفیوں کے سردار سے کہا ۔

کہ مىں اپنی آنکھوں کے سامنے حسینؑ کو شہید نہ ہونے دوں گی ۔ تو آپ کی ریش مبارک پر آنسوؤں کے قطرے گرے اور آپ پھر میدان میں تشریف لے آئے ۔ حسینؑ کی شہادت کے اس واقعہ کو جب بہت عرصہ کے بعد دور دراز کے ملکوں میں بیان کیا جائے گا ۔ تو سنگدل سے سنگدل انسان کے دل میں بھی همدردی کے جذبات اُمنڈ آئیں گے ۔

حضرت امام حسین علیہ السّلام ۴ ھ میں ۵ شعبان کو حضرت محمد صلی اللّہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی فاطمۃؑ الزهرا کے هاں پیدا هوئے ۔ آپ کو یہ شرف حاصل تھا ۔ کہ آپ کے نانا حضرت محمّدؐ نے آپ کے کان میں آذان دی ان کی زندگی شروع سے هی اتنی پاکیزہ اور صاف تھی کہ آج اس مختصر فرصت میں وہ تمام واقعات بیان نہیں کئے جاسکتے ۔ جو مورخوں کی فساطت سے هم تک پہنچے هیں ۔ اس لئے میں صرف چند ایک واقعات بیان کروں گا ۔ تا کہ هم مسلمان حضرت امام شهید جیسی بزرگ هستی کی زندگی سے اپنے لئے سامان هدایت تلاش کر سکیں اور یہ دیکھ سکیں کہ همارے بزرگوں اور برجستہ شخصیتوں کے صرف ایک فعل یا ان کے ایک بڑے کارنامہ نے ان پر لازوال شہرت کے دروازے نہیں کھول دیئے تھے ۔ بلکہ ان کی زندگی شروع سے لے کر آخر تک سچائی ، حق پرستی اور عمل کا ایک نمونہ تھی ۔

آپ کی دریا دلی اور سخاوت کے بهت سے واقعات مشهور هیں ۔ ایک دن ایک غریب و مفلس عرب آپ کے دروازے پر آکے بیٹھ گیا ۔ اور اس نے عربی میں چند شعر آپ کی خدمت میں لکھ کر بھیجے ۔ جن کا مطلب یہ تھا ۔"میں ایک، ایسا بیکس آدمی هوں ۔ جس کے پاس کوئی چیز ایسی نہیں رهی ۔ جس کی کوئی قیمت هو ۔ البتہ خاندانی شرافت ، ذاتی عزت اور خود داری باقی هے ۔ جسے میں نے بڑی مشکل سے بچایا هے ۔ لیکن اگر آپ جیسا بزرگ ان چیزوں کا گاهک هو ۔ تو میں یہ بھی دیڑالنے کو تیار هوں" ۔

اس آدمی نے یہ شعر بھیجنے کے بعد کچھ دیر تک خاموشی اختیار کی ۔ اور جب کوئی جواب نہ ملا ۔ تو اس نے پھر جند شعر

لکھ کر اندر بھیجے جن کا مطلب یہ تھا - "میں اگر آپ جیسے سخی کے دروازے سے اپنی حاجت روائی کئے بغیر چلا جاؤں اور لوگ مجھ سے پوچھیں کہ میں نے حسینؑ سے کیا پایا ہے اور میں کہوں کہ آپ نے مجھے کچھ دیا ہے - تو یہ جھوٹ ہو گا - لیکن آپ سے کچھ حاصل کئے بغیر چلا جانا اور سچی بات لوگوں کو بتانا مجھے ناگوار گزر رہا ہے -

یہ شعر جب حضرت امام حسین علیہ السّلام کے پاس پہنچے تو آپ نے فوراً دس ہزار درہم اس پیغام کے ساتھ بھجوائے "بھلے آدمی تم نے بڑی جلدی کی - تمہاری جلدی کی وجہ سے تمہاری زیادہ مدد نہ کر سکا - اگر تم نے مجھے کچھ وقت دیا ہوتا - تو میں تمہاری خواہش بہتر طور پر پوری کرتا - یہ بہت کم رقم ہے - لیکن تم یوں سمجھو کہ تم نے مجھ سے کچھ مانگا ہی نہیں اور میں نے تمہیں کچھ دیا ہی نہیں -

حضرت انس نے بیان کیا ہے - کہ ایک دن آپ کی ایک لونڈی نے آپ کو پھولوں کا ایک خوشبو دار گلدستہ پیش کیا - آپ نے پھولوں کی خوشبو سونگھی اور لونڈی کو آزاد کر دیا - حضرت انس نے پوچھا -" آپ نے لونڈی کو اتنا بڑا معاوضہ کیوں دیا ؟" - آپ نے فرمایا "اللّٰہ تعالےٰ کہتا ہے - کہ جب کوئی آدمی تم کو سلام کرے - تو تم اس سے بہتر انداز میں اس کا جواب دو - اللّٰہ سب چیزوں کو دیکھ رہا ہے " -

آپ کی نیک نفسی ، ذکاوت طبع اور غیر معمولی ذہانت کے بھی کئی ایک واقعات ہم تک پہنچے ہیں - لیکن میں نے مختصراً یہ چند باتیں حضرت امام شہید کی زندگی سے آپ کی خدمت میں پیش کی ہیں - تا کہ آپ اندازہ لگا سکیں کہ ہمیں اس دنیا اور آخرت میں عزت حاصل کرنے کے لئے ان بزرگوں کی زندگی سے کیا سبق حاصل کرنا چاہیئے -

میں آپ کا از حد ممنون ہوں - کہ آپنے آج کے جلسہ کی صدارت سے سرفراز فرمایا اور اپنے ناچیز خیالات پیش کرنے کا موقعہ بخشا -

-:-----------:-

واقعہ کربلا سے اقوام عالم کی دلچسپی کیوں ہے ؟

جناب مولانا ڈاکٹر سید مجتبی حسن صاحب کامون پوری
پی ، ایچ ، ڈی (ازہر)

صدر شعبہ دینیات شیعہ ۔ مسلم یونیورسٹی (علی گڑھ)

بین الاقوامی رہنما :۔

یہ فخر کی بات ہے کہ حسینؑی تحریک میں آج ہر نقطہء خیال کے انسان شریک ہیں ۔ یہ تحریک خالص انسانی مفاد پر مبنی ہے ۔ نسلی و قومی تنگ نظری کا ہاتھ اس کے دامن تک نہیں پہنچ سکا ۔ جب کسی تحریک کا نصب العین کل انسانیت کی خدمت ہو گا ۔ تو اس سے ایک روز عالمگیر ہمدردی حاصل ہونا لازمی ہے ۔ حسینیتؑ کے پلیٹ فارم نے صدیوں کا تجربہ پیش کیا ہے اور اگر اسلام کی تبلیغ میں وسعت نظر کارفرما ہے تو جلد سے جلد فطرت انسانی اس کی ہمدم ودم ہمساز بن جاتی ہے ۔

مہرنیمروز کافی بلندی سے اپنی نورانی کرنیں برساتا ہے ۔ گدائے بوریہ نشین یہ سمجھتا ہے کہ سورج کی توجہ صرف مجھ پر ہے اور وہ محبّت سے اپنی حسین کرنوں کا ہار میرے گلے میں ڈال رہا ہے ۔ اور شاہ یہ سمجھتا ہے کہ سورج صرف میرے محل کی قندیل ہے ۔ حالانکہ وہ جس سطح سے نور افشانی کر رہا ہے ۔ اس کے سامنے شاہ و گدا سب برابر ہیں اور سب حسب حیثیت اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں ۔

خدا سب کا ہے ۔ رسول سب کے ہیں ۔ امام سب کے ہیں ۔ کسی نہ کسی شکل میں ان کے فیوض سے سبھی فائدہ اٹھاتے ہیں ۔ جو محسوس نہیں کرتے ۔ وہ خدا کی ہستی کا انکار کرتے ہیں ۔ رسول کی ضرورت سے اختلاف کرتے ہیں ۔ امام کے تصوّر کے منکر ہیں اور جو بینائی سے محروم ہیں ۔ انہیں سورج کے طلوع و غروب کا علم نہیں ہوتا ۔

امام حسین علیہ السّلام کے سامنے کل انسانوں کی بھلائی تھی ۔ اور وہ انسان پر انسان کی حکومت کو درست نہیں سمجھتے تھے ۔

ان کا عقیدہ تھا ۔ کہ ظلم و زیادتی کو برداشت کرنا انسانیت کی ذلت ہے ۔ ہر نیکدل انسان کو مظلوم سے محبت ہوتی ہے اور اس کا دائرہ عمل بڑھتا جاتا ہے ۔ امام نے مسلکِ حق کی حمایت اور صحیح اصول کے تحفظ کے لئے اپنی اور اپنے عزیزوں اور دوستوں کی جان قربان کی ۔ اپنے محسن کے ساتھ دلچسپی شرافت انسانی کے عین مطابق ہے ۔

امام حسین علیہ السلام کا مقابلہ یہودیوں ، عیسائیوں اور مجوسیوں سے نہ تھا ۔ بلکہ ایک ایسی اندرونی جماعت سے تھا ۔ جو سیاسی مفاد کے لئے اپنے چہرے پر اسلام کی نقاب ڈالے ہوئے تھی ۔ ورنہ حقیقتاً اس کا کوئی مذہب نہ تھا ۔

امام کی ان سے بیزاری نے دنیا پر واضح کر دیا ۔ کہ اسلام عالمگیر مفاد سامنے رکھتا ہے اور احکام خدا اور انسانی مفاد کے خلاف اقدامات پر کسی کے ساتھ مروت پر آمادہ نہیں ہے ۔ خواہ اس کے سامنے نام نہاد مسلمان ہی کیوں نہ ہوں جس قوم و ملک و نسل کو بھی ظلم و بے انصافی و انانیت کا مقابلہ کرنے کی ضرورت پڑے گی اُسے امام حسین علیہ السلام کو اپنا رہنما بنایا ہو گا ۔ اس شدت اور اس آن بان سے ظلم کے مقابلہ کی مثال کہیں اور نہیں ملتی بے انصافی پر احتجاج اس دلیری و ہمت سے اور اس منظم طریقہ سے کہیں نہیں پایا جاتا ۔

امام حسینؑ کی روحانی قوت میں اس قدر وسعت ہے ۔ کہ باوجود " الہیاتی " اختلاف کے ہر قوم مدح و ثنا کا گلدستہ آپکی بارگاہ میں پیش کر رہی ہے ۔

نہ من بر آں گل عارض غزل سرایم و بس
کہ بلبلان تو ازہر طرف ہزار انند

مہاتما گاندھی اُس وقت کہتے تھے ۔ جب ملک غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا ۔ انسان کی نجات حسینیؑ اصول پر عمل کرنے سے ہو سکتی ہے ۔

انہیں کا قول ہے ۔" امام حسین علیہ السّلام کی قربانی دلوں میں ثناو صفت کا لازوال جذبہ پیدا کرتی ہے ۔ کیونکہ انہوں نے تشنگی کی ازیت اور موت کو اپنے لئے اپنے بچوں اور تمام خاندان کے واسطے گوارا کر لیا ۔ لیکن ظالمانہ طاقتوں کے سامنے سر نہیں جھکایا "۔

بھارت کے وزیر اعظم پنڈت نہرو کہتے ہیں ۔ "یہ حقیقت ہے کہ لاتعداد نسلیں کربلا کی اس قربانی اور عظیم سانحہ سے زبردست طریقہ پر اثر پزیر ہوتی آئی ہیں ۔ یہ خود اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ قربانی کس قدر لازوال قیمت رکھتی ہے ۔ اس شہادت میں ایک عالمگیر پیغام ہے ۔ حضرت امام حسین علیہ السّلام نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا ۔ مگر ایک ظالم حکومت کے سامنے سر نہیں جھکایا ۔ انہوں نے یہ خیال نہیں کیا ۔ کہ ہماری مادی توانائی دشمنوں کی قوت کے مقابلہ میں کم ہے ۔ ایمان کی قوت ان کے نزدیک سب سے بڑی طاقت تھی ۔ جو ہر مادی قوت کو ہیچ سمجھتی ہے ۔ ہر قوم و ہر فرقہ کے لئے یہ قربانی شمع راہ ہدایت ہے "

ہیروز درشپ کے مشہور مصنف مسڑ کارلائل نے لکھا ہے ۔ "بہادرانہ کارنامے" ایک قوم اور ایک ملک تک محدود نہیں رہتے ۔ بلکہ تمام انسانی برادری کی میراث اور ملکیت ہو جاتے ہیں ۔ ان کی وجہ سے آنے والی نسلوں میں سلسلہ شجاعت و استقامت باقی رهتا ہے ۔ اس لحاظ سے واقعہ شہادت حسین علیہ السلام پر جس قدر غور و فکر کیا جائے گا ۔ اسی قدر اس کے اعلے مطالب روشنی میں آتے جائیں گے ۔۔

گذشتہ صدیوں میں اور آج بھی دنیا کے وسیع الخیال انسان امام حسین علیہ السّلام کے متعلق اظہار عقیدت کرتے رہے ہیں اور کر رہے ہیں کل اور آج کی عقیدتمندیوں کا جائیزہ لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ ۔

ہر قوم کہتی ہے ہمارے ہیں حسینؑ

جرات و ہمت کا سرچشمہ :-

امام حسین علیہ السلام جرات و ہمت کا سرچشمہ ہیں - پس ماندہ اقوام کو خصوصاً ہمیشہ ایسے رہنما کی ضرورت پڑتی ہے - جو جمے ہوئے خون کو کھولا دے اور مردہ ذہنیت میں جرات و ہمت کی نئی روح بھر دے -

امام کے سامنے جب عزت و ذلت کا سوال آیا تو آپ نے ابتدا سے عزت کی حفاظت کا جو مصمم عزم کیا - اس میں آخری سانس تک کوئی فرق نہیں آ سکا - حضرت کا یہ ارشاد آج بھی تاریخ کے صفحات میں صور آزادی اور جرسِ جرات وغیرت کا بنا ہوا ہے -

"بد اصل اور بد اصل کے فرزند ابن زیاد نے مجھے ذلت و عزت کے درمیان روک رکھا ہے - خدا و رسول ، مقدس اصلاب اور پاکیزہ شکم راضی نہیں ہیں - کہ میں ذلت گوارا کو لوں "-

حضرت نے فرمایا -

"بخدا میں ذلیلوں کی طرح اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں نہ دوں گا - اور نہ غلاموں کی طرح بھاگنے کی کوشش کروں گا "- امام کا ارشاد ہے -"زندگی کی ذلت اور قتل ہو جانے کی ذلت دونوں ہی ناخوشگوار ہیں - لیکن اگر کسی کا انتخاب ضروری ہے تو میں کہتا ہوں - بہتر یہی ہے کہ موت کیطرف قدم بڑھایا جائے "-

وجودِ خدا پر آخری دلیل :-

خدا رسی کا ذریعہ کسی نے "وجدان" کو ٹھہرایا - کسی نے گرو کی رہنمائی کو مقدم سمجھا - کسی نے "دلیل و برہان" سے مدد لی - کبھی "معجزہ" سے مدد مانگی گئی اور مافوق الفطرت شہادتیں وجود الہ پر پیش کی گئیں - "نامحرمان معرفت" نے ان سب پر اعتراض کیا - وجدان کے فیصلوں کی صحت سے انکار کیا - دلیل و برہان کے مقابلہ میں سفسطہ اور ہٹ دھرمی سے کام لیا "معجزات" کو جادو کہا - اور اعلان نبوت کو (معاذ اللہ) ہوس اقتدار و جاہ طلبی سے تعبیر کیا - حالانکہ ان سب سے خدا رسی کی راہ میں روشنی

ملتی تھی ـ لیکن انکار ونہرد نے ان سے فائدہ اٹھانے سے گریز کیا ـ

امام حسین علیہ السلام نے کل انبیاء کی نمائیندگی میں وجود الہ پر کامل یقین کے ثبوت میں "شہادت" کو پیش کیا اور یہ ثابت فرمایا ـ کہ انبیاء سلف اور آپ کے سامنے کوئی ذاتی و سیاسی مقصد نہ تھا ـ اور آپ عقائد کی صحت پر اتنا یقین رکھتے تھے ـ کہ اس کے عوض میں کسی دوسری چیز کو قبول نہیں کر سکتے تھے ـ اس راہ میں امام نے اپنی اور اپنے عزیزوں اور دوستوں کی جان و عزت کی قربانی کو گوارا کر لیا ـ اور اس کے خلاف کسی سمجھوتہ پر راضی نہ ہوئے اس کے بعد یہ شبہ یقیناً بے جا ہو گا کہ امام حسین علیہ السلام اور یزید میں سلطنت و ریاست کے لئے اختلاف تھا ـ اگر سلطنت کے حصول کے لئے یہ اختلاف تھا ـ تو زندگی ہر ممکن صورت سے بچالی جاتی ـ لیکن اس راہ میں جو نزرانہ پیش ہوا وہ جان عزیز تھی ـ جو ہر جاندار کو پیاری ہوتی ہے ـ اس سے قطعی نتیجہ نکلتا ہے ـ کہ جس چیز کی ان کو طلب تھی ـ وہ انہیں زندگی اور زندگی کے وسائل سے ہزار درجہ عزیز تھی ـ اور رضائے الہی اور خدمت خلق کے علاوہ کوئی چیز نہیں ہو سکتی ـ

ناامیدی میں اُمید کا چراغ :ـ

بقاءِ دین و تحفظ آزادی کے لئے غلام افراد و اقوام سے ہمیشہ یہ عزر سنا گیا کہ ہم مجبور ہیں ـ ہمارے پاس ظلم سے مقابلہ کی طاقت نہیں ـ "لیکن امام حسین علیہ السلام نے اپنے عمل سے سکھایا ـ کہ حق اور سچائی کے ساتھ بے سروسامانی "ناامیدی" کا سبب نہیں بن سکتی ـ انسان کی نظر فرض کی ادائیگی پر ہونی چاہیئے ـ جب فرض پکارے تو اٹھ کھڑا ہونا چاہیئے ـ جدوجہد اپنا کام ہے ـ انجام خدا نے اپنے ذمہ لیا ہے ـ

امام نے ہمیشہ پر امید رہنے کی تلقین فرمائی ـ آپ کا ارشاد ہے ـ

"میں فرض کی پکار پر ضرور لبیک کہوں گا ـ شریف انسان کے لئے موت اس وقت باعث ذلت نہیں ـ جبکہ اس کا مطمح نظر نیکی

ہو اور جہاد کا محرک اسلام کی حفاظت ہو ۔ جبکہ وہ اپنی ہستی مٹا کر صالحین کی غمخواری کر رہا ہو ۔ اور قابل مذمت کام سے الگ ہو اور مجرم کا مخالف ہو ۔"

"ایسے موقع پر میں نفس کی بقاء کا خواہش مند نہ ہونگا اور اسے فوج کثیر کے سامنے ڈال دونگا ۔ اس کے بعد اگر میں زندہ رہا تو شرمندہ نہ ہونگا (اس لئے کہ حق کے لئے آخری جدوجہد سے گریز نہیں کیا) ۔ اور اگر مر گیا تو کوئی ملامت نہ کر سکے گا (کیونکہ ملامت فرض کی ادائیگی میں کوتاہی پر ہوتی ہے) سب سے بڑی ذلت انسان کے لئے یہ ہے کہ وہ مجبوری کی زندگی بسر کرے"۔

مقصد اور زندگی :۔

بے مقصد زندگی بے رنگ و بے کیف و بیکار ہے ۔ مقصد ہی مردہ رگوں میں خون دوڑتا ہے اور زندگی کی راہ میں سرگرم بناتا ہے ۔

از تخلیق مقاصد زندہ ایم
از شعاع آرزوتابندہ ایم

اگر کسی قوم یا فرد کے سامنے کوئی مقصد نہیں تو وہ مٹ جاتی ہے ۔ غلط مقصد بھی وقتی حرکت کا باعث ہوتا ہے ۔ اور اگر صحیح مقصد کے لئے قدم اٹھتا ہے ۔ تو اس سے بہت دور رس فائدے مرتب ہوتے ہیں ۔

جہانِ تازہ کی افکارِ تازہ سے ہے نمود
کہ سنگ و خشت سے ہوتا نہیں جہاں پیدا

مشترک مقصد سے یک جہتی کس طرح پیدا ہوتی ہے ۔ اور اختلاف کس طرح دور ہوتے ہیں ۔ اس کا کچھ اندازہ گذشتہ جنگ کے موقع پر سب ہی نے کیا ۔ دشمن سے تحفظ کا مقصد کل باہمی اختلافات پر غالب آگیا تھا ۔ چونکہ یہ محدود مقصد تھا ۔ اس لئے جنگ ختم ہوتے کے بعد پھر اختلافات اپنی جگہ پر آگئے ۔

اسلام نے انسان کے سامنے لامحدود مقاصد رکھے۔ اسلام نے کل انسانیت کی ترقی و نجات اپنے سامنے رکھی۔ بیشک انسان زمین پر سانس لیتا رہے گا۔ نیکی و بدی کے معرکے کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہو گا۔ اسلام ہر عہد میں نیکی کی تائید کے لئے ایک مضبوط دل جماعت تیار کرنا چاہتا ہے۔ جو باطل کے سامنے سر نہ جھکائے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے جو فرد یا جماعت مقصد کے لئے تگ و تاز چھوڑ دیتی ہے ذلت و خواری اس کی قسمت بن جاتی ہے۔ "ذلة فی الحیاة الدنیا" اس کے برعکس پاکیزہ زندگی انعام الٰہی ہے۔ اور ذلت و خواری سے بری ہے۔ "ولایرھق و جوھھم قترولا ذلة"۔ اصول پر کامل یقین اور مال و جان سے راہ خدا میں جہاد اسلام کا ایک دائمی منصوبہ ہے۔ اسی مقصد کی تبلیغ کے لئے انبیاء آتے رہے۔ تا کہ ہر انسان آگے بڑھے اور صحیح قدم اٹھے۔ اسی مقصد کے اعلان کے لئے جناب رسول خدا نے اپنے قول و عمل کو وقف فرما دیا۔ یہی کام حضرت امام حسین علیہ السلام کو کربلا میں کرنا پڑا۔ بنی امیہ "کھاؤ، پیؤ اور داد تعیش دو" کا اصول رائج کرنا چاہتے تھے۔ صحیح مقصد اور خوف خدا کا تصور ان کی راہ میں رکاوٹ پیدا کر رہا تھا۔ انسان کو مطلق العنان جوان بنانے کے لئے انھوں نے قوت شھویہ "سے کل اخلاقی و مذہبی پابندیاں ہٹا لی تھیں۔ لیکن شہوت کے لئے بڑے بڑے مرکز قائم کر دیئے۔ محترم مقامات کو ناپاک ماحول میں تبدیل کرنے کے ہر ممکن کوشش کی۔ یزید کہتا تھا۔ جیسا کہ علامہ ابن حجر ہیتمی نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے۔

اقول لصحب ضمت الکاس شملھم
وداعی حبابات الھوی یترنم
خذو ابنصیب من نعیم ولذة
فکل وان طال المدی یتصرم

جب ساتھی دور شراب کے لئے جمع ہوئے تھے اور عشق و محبت کے محرکات نغمہ سرا ہو رہے تھے۔ تو میں نے کہا۔ جس قدر ممکن ہو۔ عیش و لذت سے دامن بھر لو۔ زندگی کتنی ہی لمبی ...

آخر تو اُسے ختم ہونا ہی ہے اس کے مقابلہ میں امام حسین علیہ السلام شرافت انسانی اور اعلے فضائل کے دلدادہ تھے ۔ حضرت فرماتے تھے ۔

سبقت العالمین الی المعالی
بحسن خلیقة و علوهمة
ولاح بحکمتی نور الهدی فی
لیال فی الضلاً لة مدلهمة
یرید الجاهدون لیطفئوه
ویابیٰ اللّٰه الا ان یتمه

"میں بلندی کی جدوجہد میں کل مخلوق سے آگے نکل گیا ۔ یہ راہ میں نے حسن خلق اور بلند ہمتی سے طے کی ۔ سخت تاریک راتوں میں میرے نور ہدایت سے روشنی پیدا ہوئی ۔ منکر چاہتے ہیں کہ اس روشنی کو بجھا دیں ۔ لیکن مشیت الٰہی یہ ہے ۔ کہ روشنی کامل ہو کر رہے "۔

امام حسین نے باطل سے مقابلہ کے تصّور کو شدید تر بنا دیا ۔ وسیع پیمانہ پر اس کی عملی حدیں قائم کر دیں تا کہ جب تک نسل انسانی زمین پر قائم رہے ۔ حق بے یارو مددگار نہ ہو ۔ سچائی ، صبر ، حیا ، تواضع ، حلم ، وفاءِ عہد اور اخوت انسانی کی طاقت سے باطل کو ہمیشہ ناکام بنایا جائے ۔ انفرادی نجات کا تصور غیر اسلامی ہے اسلام کا واضح اعلان تھا ۔"من رائ منکم منکر افلیغیره وان لم یستطیع فبلسانه وان لم یستطیع فقلبه وذالک اضعف الایمان"۔

یعنی اگر کوئی انسان برائی کو دیکھتا ہے تو اپنے ہاتھ (قوت) سے اسے مٹانا چاہیئے ۔ اگر اس میں اتنی قوت نہ ہو ۔ تو زبان ہی کو اس کے خلاف استعمال کرے ۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے ۔ تو دل ہی میں اسے برا سمجھے اور یہ آخری صورت کمزور ترین ایمان کی علامت ہے ۔

یزید نے جب انسانی زندگی کو پستی وونائت کے غار میں گرانا چاہا اور کوئی زندگی کی حفاظت کے لئے نہ اٹھا تو امام

نے اپنی قوت ، اپنی زبان اور اپنا دل سب کو ایک مرکز پر لگادیا اور آخری سانس تک باطل کا مقابلہ کرتے رہے -

امام حسین علیہ السلام اپنے عہد میں اس جماعت کے سپہ سالار تھے - جس نے ابتدائے آفرینش سے اب تک باطل سے انکار کا علم اونچا رکھا - حضرت نے انکار باطل کے تسلسل کو آگے بڑھایا اور مقصد صحیح کے لئے سب کچھ قربان کر دیا -

مقصد کی راہ میں موت کا خوف :-

موت کا خوف بہت سی برائیوں کا سرچشمہ ہے - اور بہت سی خوبیوں سے محرومی کا سبب بنتا ہے - مردان راہ خدا کبھی موت سے مرعوب نہیں ہوتے - امیر المومنین علیہ السلام ہمیشہ فرمایا کرتے تھے -"میرے لئے موت کوئی نامانوس چیز نہیں ہے - "جب ابن ملجم نے مسجد کوفہ میں بحالت نماز حضرتؑ پر تلوار کا وار کیا تو بے ساختہ حضرتؑ کے منہ سے نکلا -" کعبہ کے رب کی قسم مجھے کامیابی کا شرف حاصل ہو گیا -" امام حسینؑ علیہ السلام نے بھی موت کی ہیبت کو اپنی تقریروں سے بہت کم کیا - بلکہ اُسے اپنے ماحول میں خوش منظر بنا دیا - مکہ کی تقریر میں آپ نے موت کو خوبصورت دلھن سے تشبیہہ دی - راستے میں آپ نے اپنے عزیز بیٹے علی اکبر سے خواب بیان کیا - جس میں موت کو کافلہ کا پیشرو دیکھا گیا تھا - حضرت علیؑ اکبر نے فرمایا - جب ہم حق پر ہیں تو ہم کو موت سے کیا ڈر" ؟-

حضرت قاسمؑ نے بھی امام کے سوال کے جواب میں کہا- مجھے موت شہد کے جام شیریں سے زیادہ خوشگوار معلوم ہوتی ہے "- جو اسوۂ حسینی سے واقف ہو گا - وہ حصول مقصد کے لئے موت کو اپنا ہمدم و ہمساز اور معین و مددگار بنالیگا -

آخری سانس تک امن کیلئے کوشش :-

سرور عالم جناب رسول خدا نے عالمی امن کے لئے دعوت دی - جبکہ ایک قبیلہ دوسرے قبیلے سے ایک قوم دوسری قوم سے ایک ملک دوسرے ملک سے دست و گریبان تھا - حضرت نے دلگداز

مصائب سے امن کو خریدا اور مالی و جانی خسارہ سے جنگ کو ٹالنے کی کوشش کی - اور جب جنگ ناگزیر ہو گئی - تو اُسے اخلاقی سبق بنا دیا - حضرت علی علیہ السّلام نے بھی امن کے لئے شدید نقصانات اٹھائے - اور جنگ کو صرف دفاع کی صورت میں مدّمقابل بنایا جبکہ وہ دروازے پر آکر کھڑی ہو گئی - اور جنگ کے سوا سب راستے بند کر دیئے گئے - امام حسین علیہ السّلام کو بھی اپنے مقدس اسلاف کی طرح امن سے عشق تھا -

امام حسن علیہ السّلام کے جنازے پر تیر بارانی اور روضۂ رسول میں ان کے دفن کی مزاحمت جنگ کا سبب بن سکتی تھی محبانِ علی علیہ السّلام کا قتل عام اور امیر المومنین کی شان میں منبروں پر بے ادبی ناقابل برداشت ہو سکتی تھی - لیکن امام نے امن کے لئے ہر تلخ گھونٹ کو گوارا کر لیا -

جب معاویہ کا انتقال ہو گیا اور یزید نے مدینہ میں امام کو بیعت پر مجبور کرنا چاہا - اور دارالامارہ میں مروان نے حضرت سے گستاخانہ گفتگو کی - اس وقت بھی جنگ چھڑ سکتی تھی - خانہ کعبہ میں حضرت کے قتل کی سازش بھی بنائے جنگ ہو سکتی تھی - لیکن حضرت نے مدینہ کی طرح امن کے لئے مکہ کو بھی چھوڑا - حر کے لشکر نے حضرت کا راستہ روکا - اس وقت بھی جنگ کے امکانات قریب تر آگئے تھے - لیکن امام نے دشمن کی پیاسی فوج کو پانی پلا کر امن کی قیمت ادا کی -

جب کربلا میں امام سے اصرار کیا گیا - کہ دریا سے اپنے خیمے ہٹا لیں - اگر اس وقت طاقت کا جواب طاقت سے دیا جاتا - تو یہ امام کی طرف سے "پہل" نہ ہوتی - لیکن امام نے امن کے لئے ساحل فرات سے اپنے خیمے اٹھوا لیئے - حضرت کو جب اصحاب نے تیغ آزمائی کے مشورے دیئے - تو آپ نے بار ھا فرمایا - کہ میں "پہل" نہ کروں گا -

اگر آج دنیا کی قومیں پہل نہ کرنے کا سبق واقعہ کربلا سے لیں - تو جنگ کا اندیشہ ختم اور امن کی خوشگوار فضا پیدا

ہو جائے - نیز انسان تعمیری کاموں میں لگ جائے - اسلام نہ صرف نظام حب کو کافی سمجھتا ہے نہ صرف نظام عدل کو - بلکہ ہر ایک کی خاص جگہ تجویز کرنا ہے - جب امامؑ کی امن پسندانہ پیشکش کی کوئی قدر نہیں کی گئی - تو امامؑ نے بہادری سے جنگ کا مقابلہ کیا - اور اپنے سپاہیوں کو اخلاقی معلم بنا کر میدان جہاد میں بھیج دیا -

بنا کر دند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

حضرت امام حسینؑ نے مشیروں کا کہنا کیوں نہ مانا

اگر واقعہ کربلا نہ ہوتا تو کیا ہوتا؟

(سید العلما مولانا سید علی نقوی مجتہد العصر لکھنؤ)

جناب صدر محترم اور معزز حاضرین جلسہ –

۱۳۶۱ ہجری کے بین الاقوامی اجتماعات کے بعد جو ہر دیہات ہر ہر قصبہ میں منعقد ہوئے تھے – اور جن میں سے ہر اجتماع میں ہر قوم و مذہب کے افراد شریک ہوئے تھے – کم از کم میرے لئے اور میرے ان رفقائے کار کے لئے جو دہلی یا لکھنؤ سے آئے ہیں – یا اس زمانہ میں وہاں کے باشندہ تھے – لاہور کا یہ مظاہر حسینیتؑ کوئی حیرت خیز یا غیر معمولی موقف نہیں –

مگر یاد رکھئے کہ جتنا مرض شدید ہوتا ہے دوا کی تاثیر اسی قدر زیادہ نمایاں ہوتی ہے – وہ ۱۳۶۱ء تھا – اور آج ۱۳۷۲ ھ ہے – اتنی مدت میں حالات میں زمین و آسمان کا فرق آگیا – اس درمیان میں جو انقلابات ، زلزلے ، آندھیاں اور سیلاب آئے – انہوں نے زمین و آسمان کو بدل رکھا ہے – ان حالات میں یقیناً لاہور کا یہ جلسہ خاص اہمیت رکھتا ہے اور ایک قسم کا نیا تجربہ ہے جو نوع انسانی کے سامنے پیش ہوا ہے –

۱۳۶۱ ہجری میں دلوں کے آبگینوں میں بال پڑے تھے – مگر اُن کے پرخچے نہ اڑے تھے – اور دل میں خراشیں آئی تھیں مگر گھاؤ نہ ہوئے تھے – ہمارے رحجانات کی سمتیں الگ الگ ہو رہی تھیں – لیکن جسم جدا جدا نہ ہوئے تھے –

مگر ۱۳۷۲ ھ میں جبکہ لاہور میں آج یہ عظیم الشان اجتماع ہوا ہے وہ وقت ہے – جس کے حالات نے ایسا عظیم تفرقہ ڈال دیا – کہ ملک کا کیا ذکر گھرانے اور گھر تقسیم ہو گئے – بھائی سے بھائی ، باپ سے بیٹا ، شوہر سے بیوی ، بہن سے بھائی کی جدائی ہو گئی – اس دور میں حسینیتؑ کا عجیب تجربہ ہے جو نوع انسانیت کے سامنے پیش ہو رہا ہے – یہ ثابت کر رہا ہے – کہ گوناگوں

انقلابات عالم کے باوجود جب حسینیتؑ کا پرچم کھل جاتا ہے ۔ تو مذاہب کا فرق اور اقوام و ممالک کا فرق مٹ جاتا ہے ۔ اور ہندوستان اور پاکستان ایک ہو جاتے ہیں ۔

۱۳۶۱ ہجری سے زیادہ آج کا یہ تجربہ کارگر اور مفید ہے ۔ اس لئے کہ اس وقت ہم ایک ایسے نظام کے ماتحت گرفتار تھے کہ تمدن عالم میں ہماری آواز اثر نہ رکھتی تھی ۔ عالم کی بین الاقوامی مجالس میں آواز بلند کرنے سے ہم گھبراتے بلکہ شرماتے تھے ۔ مگر اب جبکہ ہم آزاد ہو چکے ہیں ۔ تو ہم یہ حق رکھتے ہیں ۔ کہ بین الاقوامی عالم میں اپنے اس پیغام کو پہنچا سکیں ۔

آج ہم اپنے ملک میں آزاد ہوچکے ہیں ۔ ہر ایک اپنے اپنے وسائل کا خود مالک ہے ۔ اقوام عالم میں کم از کم آئینی طور پر دوسروں کے ساتھ عالمی مسائل کے حل کے لئے برابر سے بیٹھ سکتے ہیں ۔ بلکہ بعض جگہ ہم ثالث بن کر مسائل کو بھی حل کرتے ہیں اور دنیا ہمارے سامنے اپنے مسائل پیش کرتی ہے ۔

تو یہ جلسہ ایک تجربہ گاہ ہے ۔ اس کی کامیابی کے بعد میں اس مستقبل کو دیکھتا ہوں ۔ جبکہ پاکستان اور ہندوستان دونوں کے اکابر و زعماء حسینیتؑ کے زیر سایہ عالمی مسائل کو طے کریں ۔ اور شاید آگے چل کر وہ حالات پیدا ہوں ۔ کہ حسینؑ ڈے کا یہ جلسہ کل عالم کے کسی بڑے مرکز میں منعقد کیا جائے خواہ امریکہ میں خواہ یورپ میں اور خواہ روس وغیرہ میں اور پھر اس حسینیتؑ کے مرکز پر بین الاقوامی دکھ درد کا علاج کیا جائے ۔

یاد رکھیئے کہ آج کوئی تاجدار و فاتح ممالک ایسا تصور نہیں کیا جا سکتا ۔ جس کا نام اقوام و ملل کو گلے ملا دے چاہے وہ کتنے ہی جاہ و جلال کا مالک ہو ۔ مگر کربلا کے تڑپتے لاشے اور نیزوں پر بلند ہونے والے سر آج دنیا کو ایک موقف پر لے آ سکتے ہیں ۔

سمجھے آپ نظام اہلبیتؑ ؟ ۔

دنیا نے فتح ممالک کو کامیابی کی دلیل سمجھا ـ لیکن اہل بیت علیہم السّلام نے فتح قلوب کو اصل فتح کی دلیل سمجھا فاتحین ممالک ختم ہو گئے ـ لیکن فاتحین قلوب اسی طرح زندہ ہیں ـ

یاد رکھئے کہ یہ فتح کا راز تھا جسے حسین علیہ السّلام کے مشیر کار سمجھے ہوئے نہ تھے ـ

لیکن حضرت امام حسین علیہ السّلام اس راز سے واقف تھے ـ مشیروں نے حضرت امام حسین علیہ السّلام کو رائے دی کہ آپ کربلا نہ جایئے ـ مگر امام نے مشیروں کا کہنا نہ مانا ـ تو کیا یہ برا کیا ؟ پیغمبر اسلام نے اپنے مشیروں کا کہنا کب مانا تھا ـ کسی اور کا ذکر کیا سگے چچا کا کہنا نہ مانا ـ

یہ مشیرانِ امام مستقبل سامنے رکھتے تھے ـ اور آج کے مشیروں کا حوالہ دینے والے بھی وہی دماغ رکھتے ہیں ـ بیشک وہ محدود نگاہ کی رو سے مر گئے مٹ گئے ، برباد ہو گئے ـ گود کے بچے تک شہید ہو گئے ـ عورتیں اسیر ہو گئیں ـ مگر یہ سب مشیروں کا کہنا نہ مان کر ہوا ـ مگر پیغمبر اسلام نے بھی تو مشیروں کا کہنا نہ مان کر دکھ ہی اٹھائے ـ

یہ نہ دیکھئے کہ ۱۳ برس کے بعد ہجرت ہوئی ـ اور انصار ملے ـ لیکن ہجرت سے پہلے ۱۳ برس رسولِ خدا نے کیا کیا دکھ سہے ـ جسم مبارک پر پتھر کھائے ـ سر مبارک پر خس و خاشاک پھینکا گیا ـ شعب ابی طالب میں تین برس مقید رہے ـ یہ زمانہ اتنا شدائد سے بھرا ہوا تھا ـ کہ کئی کئی وقت نہ کھانا ملتا نہ پینا ـ درختوں کے پتے کھا کھا کر گزر کی جاتی تھی ـ انہی تکالیف کا اثر تھا ـ کہ محاصرہ سے باہر آنے کے بعد چند ہی ماہ کے اندر حضرت خدیجہ اور حضرت ابوطالب علیہ السلام دونوں کی وفات ہو گئی ـ جس کی بنا پر رسول خدا نے اس سال کا نام عام الحزن رکھ دیا ـ یہ سب کچھ کہنا نہ ماننے کا نتیجہ تو نہ ہوا ـ

اب دنیا بتائے کہ انہوں نے اچھا کیا یا برا ؟ اور اس کا نتیجہ کیا ہوا ۔ پھر اگر پیغمبر اسلام کا مشیروں کے مشوروں کو رد کر دینا درست تھا ۔ تو حضرت امام حسن علیہ السلام نے اگر مشیروں کا کہنا نہ مانا تو کیا برا کیا ؟۔

کتب تواریخ میں مشیروں کا ذکر بہت ہے ۔ مگر کسی ضعیف روایت میں بھی یہ بات نہ ملے گی ۔ کہ کسی مشیر نے یہ رائے دی ہو ۔ کہ آپ یزید کی بیعت کر لیجئے ۔ مشورے اس طرح کے تھے ۔ کہ آپ عراق نہ جائیے ۔ طائف تشریف لے جائیے ۔ مکہ معظمہ میں قیام کیجئے ۔ لیکن کسی نے یہ نہیں کہا ۔ کہ آپ یزید کی بیعت کر لیجئے ۔

اس کے معنی یہ ہوئے کہ یزید کی بیعت کرنا امام حسین علیہ السلام کے لئے سب ہی کے نزدیک ناممکن یا ناروا بات تھی ۔

اب بیعت نہ کرنے کے بعد جن جگہوں کے لئے مشورہ دیا جا رہا تھا ۔ ان میں سے کوئی بھی کیا ایسی تھی ۔ جو مملکت یزید کی حدود سے باہر تھی ۔ لہذا نتیجہ یہی تھا ۔ کہ یزید کی طرف سے فوج کشی ہو ۔ پنڈت ویاس دیو مصرا کا وہ مصرعہ کس قدر پسندیدہ ہے ۔ جو آپ نے اپنی تقریر کے دوران میں کہا ۔ کہ آپ سوال مقتل کے انتخاب کا تھا ۔ "شہادت امام حسین علیہ السلام تو یقینی تھی ہی ۔ اگر مدینہ میں رہتے تو اسی طرح ہوتا ۔ جیسا حضرت امام حسن کے ساتھ ہوا ۔ اسی طرح اگر مکہ میں ہوتے تو بھی خفیہ طریقے سے خاتمہ کر دیا جاتا ۔ امام حسینؑ کا مکہ چھوڑنا کن حالات میں تھا ۔ اس کو یوں سمجھئے کہ جو دستور فطرت کے خلاف عمل ہو ۔ اسے ضرور غیر معمولی اسباب کا نتیجہ ماننا پڑے گا ۔ وہ حسین جو ۲۵ حج پاپیادہ کر چکے ہوں اور حج کے اس قدر مشتاق ہوں کہ مدینہ سے آ آ کر حج کرتے ہوں ۔ اس طرح کہ مرکب ساتھ خالی جارہے ہوں اور آپ پیروں پر جارہے ہوں ۔ کیا اتنا ذوقِ عبادت رکھنے والے حسین کو مکہ سے آج وہ رابطہ نہ تھا ۔ جو مسلمانوں کو خانہ کعبہ سے ہوتا ہے ؟ ان کا تعلق خانہ کعبہ

کے ساتھ مذہبی تعلق کے علاوہ خاندانی تعلق بھی تھا ۔ وہ انکے باپ کا مولد بھی تھا ۔ پھر خیال تو کیجئے ۔ پیغمبر اسلام کا نواسہ اور ایک دن حج کا باقی رہتے ہوئے وہاں سے سفر کر رہا ہے ۔ جبکہ تمام مسلمان مکہ کی طرف حج کرنے جارہے ہیں ۔ وہ وہاں سے نکل رہے ہیں راہ میں قافلہ والے حیرت سے پوچھتے ہیں کہ امام اس وقت کدھر جا رہے ہیں ؟۔

اور ہر شخص کا سوال فرزندِ رسول کے دل پر نشتر کا کام کر رہا ہے ۔ ہر ایک سے کہاں اصلی بات بتاتے ؟ کسی کسی سے کہہ بھی دیا ۔ کہ اگر میں نکل نہ کھڑا ہوتا ۔ تو قتل ہو جاتا یا گرفتار ہو جاتا ۔ (واللّٰہ لو لم خرجت لا خزت) اس لئے کہ حاجیوں کے بھیس میں سپاہی بھیجے گئے تھے ۔ کہ جب اور جہاں امام ملیں ۔ انہیں شہید کر دیا جائے ۔ ان ظالموں کے لئے جب وہ شہر الحرام حرام نہ تھے تو بلد الحرام ان کے لئے حرام کہاں ہو سکتا تھا ۔ جب ان کو وقت کی حرمت کا خیال نہ تھا ۔ تو جگہ کا احترام کہاں کرتے ؟

آج دنیا سیاست کے نقطۂ نظر سے اس امر کو جانچے کہ اگر کہیں مکہ میں طواف یا سعی کی حالت میں یا نماز میں کوئی شخص آ کر شہید کر دیتا تو فرزند رسول شہید ہو جاتے ۔ لیکن آج تک دنیا کو یہ نہ معلوم ہو سکتا کہ قاتل کون ہے ۔

صفحاتِ تاریخ پر آج یہ معاملہ صاف ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام بالکل بے جرم تھے اور ان کا قاتل یزید تھا ۔ لیکن اگر فرزند رسول اس صورت میں شہید ہو جاتے تو قاتل امام پوشیدہ ہو کر زندہ رہتا ۔ البتہ امام حقیقی معنوں میں قتل ہو جاتے اور آپ کا مقصد بھی آپ کے ساتھ ہی قتل ہو جاتا ۔

کیا مشیران امام اتنے دور رس تھے ۔ جو ان نتائج کو مد نظر رکھ کر مشورہ دیتے ۔ ان میں کچھ واقعی ہمدرد تھے ؟ اور کچھ نمائشی طور پر خیر خواہ تھے ۔ جو سیاست کے ماتحت ہمدرد بن رہے تھے ۔ مگر سب کے مشورے صرف وقتی حالات کی

بناء پر جذبات سے متاثر ہو کر دیئے گئے تھے - مگر امام حسین علیہ السّلام جذبات سے بلند تر تھے - کیونکہ جذبات سے بلند ہستی کا نام ہی معصوم ہے - اور انہوں نے مشوروں کی مخالفت کر کے اپنا جذبات سے بلند ہوتا دکھا دیا - اور ثابت کر دیا - کہ وہ جذبات سے کسی طرح متاثر نہیں ہوتے -

کہا جاتا ہے کہ کربلا کا واقعہ اس قدر اہمیت کیوں رکھتا ہے یا اسکویہ اہمیت کیوں دی جاتی ہے اگر یہ واقعہ نہ ہوتا - تو کیا ہوتا؟ مگر اب جبکہ واقعہ کربلا ہو چکا ہے - میں کیا بتاؤں کہ نہ ہوتا - تو کیا ہوتا - جس نے تاریکی دیکھی نہ ہو - اور دن کو ہی آنکھ کھولی ہو - وہ پوچھے کہ سورج نہ ہوتا؟ تو اُسے کس طرح مطمئین کیا جا سکتا ہے؟ امام نے جو قربانی پیش کی ہم نے اسی کی برکات کے زیر سایہ آنکھ کھولی ہے - آپ نے حقانیت کا ایسا سورج چمکایا جو کبھی غروب ہونے والا نہیں - لہذا اب کوئی کیا سمجھے کہ واقعہ کربلا نہ ہوتا - تو کیا ہوتا - یہ کہنا ایسا ہی ہے - جیسا کہ کوئی کہے کہ خدا نہ ہوتا تو کیا ہوتا ------- ؟ ظاہر ہے - کہ خدا نہ ہونے کا تجربہ ہی کسی کو نہیں ہو سکتا - کیونکہ خدا ازل سے ہے - میں تو سمجھتا ہوں - کہ واقعہ کربلا نہ ہوتا تو یہ جو کچھ بھی ہے - کچھ بھی نہ ہوتا - ہماری دینی زندگی جس کو دوسرے لفظوں میں انسانی زندگی کہوں گا - اور شریفانہ باشعور باعزت اور خوددار زندگی اس سب کچھ کا پتہ ہی نہ ہوتا - اذانیں نہ ہوتیں - اقامت نہ ہوتی - نماز نہ ہوتی - روزہ نہ ہوتا - حج نہ ہوتا - قرآن نہ ہوتا - اخلاق نہ ہوتا - احساس نہ ہوتا - تمدن نہ ہوتا - تہذیب نہ ہوتی - مساوات و اخوت نہ ہوتی - حریت نہ ہوتی ، جذبہ شہادت نہ ہوتا حقانیت نہ ہوتی - اور حق پرستی نہ ہوتی -

اب اس کے بعد میں کیا بتاؤں کہ واقعۂ کربلا نہ ہوتا - تو کیا ہوتا - مگر ابھی تک تو یہ دعویٰ ہی دعویٰ معلوم ہوتا ہے - اس کے ثبوت کے لئے میں کہوں گا - یہ دیکھئے کہ واقعہ کربلا نہ ہوا تھا تو کیا ہو رہا تھا - اور خدا کی قسم جو ہو رہا تھا -

وہ ایسا ہے کہ اب یقین ہی مشکل سے آتا ہے ۔ کہ یہ کیا ہو رہا تھا ؟۔

جس پیغمبر نے یہ نمونہ پیش کیا ہو کہ دین و دنیا کا اقتدار زیر قدم رکھتے ہوئے کئی کئی وقت پیٹ پر پتھر باندھا ہو اور کھانا نہ کھایا ہو اور جس پیغمبر نے ہمیں نمونہ دکھایا ہو کہ وہ معزز بیٹی جس کی تعظیم کو آپ کھڑے ہو جاتے ہیں ۔ یعنی فاطمۃ زہرا سلام اللہ علیہا ، اپنی جگہ تو ان کا یہ اعزاز مگر جب انہیں کنیز سپرد فرماتے ہیں تو کنیز کے ساتھ مساوات کا اتنا خیال فرماتے ہیں ۔ "بیٹی گھر کا سارا کام کاج فضّہ پر نہ ڈالنا بلکہ ایک دن گھر کا کام خود کرنا اور ایک دن فضہ سے لینا"۔ چنانچہ بیٹی نے ایسا ہی کر کے دکھایا کہ ایک دن فضہ کھانا پکاتی اور کام کاج کرتی ۔ اور حضرت فاطمہ علیہ السلام آرام فرماتیں ۔ اور دوسرے روز حضرت فاطمہ علیہ السلام گھر کا کام کرتیں اور فضہ آرام کرتیں ۔ لوگ کہتے ہیں کہ غلامی کو ختم کیوں نہ کر دیا ؟۔ اگر ایسا ہوتا تو معیار غلامی اپنی جگہ ہی رہتا آلِ رسولؐ نے بتایا ۔ یہ تو باہمی تعاون کے ذریعے ہیں ۔ آقا ، غلام ، خاوند ، بیوی وغیرہ ۔ یہ رشتے گھر کے افراد میں شمول کا ذریعہ ہیں ۔ ان کو ختم کرنے کی ضرورت نہیں ۔ مگر ذہنیت بدلنے کی ضرورت ہے ۔

آج جب چھوٹے بھائی سے یہ سلوک روا رکھا جاتا ہے ۔ سگ باش برادر خود مباش ۔" تو ہمارے اس تمدن میں غلام کنیز کے ساتھ اچھا برتاؤ کہاں ہو گا ۔ مگر یہ قصور ہمارے تمدن کا ہے ۔ آلِ محمدؐ کے غلاموں اور کنیزوں سے پوچھیئے ۔ کہ تم کو آزاد ہونا منظور ہے یا غلام رہنا ؟ آج کی آزادی ہزار غلامی سے بدتر ...... اور وہ غلامی رشک تاجداری تھی وہ فاطمہؑ زہرا کا حسب ہدایت پیغمبر برتاؤ اپنی کنیز فضہ کے ساتھ اور اسی طرح حضرت علی علیہ السّلام کا برتاؤ اپنے غلام قنبر کے ساتھ ۔ اس وقت نہیں جبکہ آپ خانہ نشین تھے ۔ بلکہ اس وقت جب آپ شہنشاہ تسلیم کئے جا رہے تھے ۔ ایسے وقت قنبر کے ساتھ جو برتاؤ آپ نے دکھلایا ۔

کہ بازار میں دو پیراہن خریدے - ایک سات درہم کا دوسرا پانچ درہم کا - سات درہم والا پیراہن قنبر کو حضرت نے عطا فرمایا اور پانچ درہم والا خود زیب تن کیا - قنبرؓ عرض کرتے ہیں - کہ حضور - یہ کچھ بہتر ہے - آپ اسے زیب تن فرمائیے - ہم میں آج کا کوئی آدمی اول تو ایسا کرتا ہی کیوں ؟ اور اگر کوئی لیڈر قسم کا آدمی ایسا کر بھی دیتا تو جب قنبرؓ نے .... عرض کیا تھا - کہ حضور یہ بہتر ہے - آپ پہن لیں تو وہ فوراً اپنی مصلحانہ حیثیت کا علم اونچا کر دیتا - بلکہ جواب میں ایک تقریر کر دیتا - کہ قنبر میں دنیا سے اس تفرقہ کو ختم کرنا چاہتا ہوں - میں دنیا میں غلاموں کے معیار کو بلند کرنا چاہتا ہوں وغیرہ وغیرہ -

لیکن حضرت علیؑ نے یہ جواب نہیں دیا - حالانکہ پیش نظر بھی تھا - لیکن قنبر سے اگر یہ فرماتے تو اس جواب میں خود عدم مساوات مضمر تھی - اس ارشاد سے قنبر کو احساس غلامی پیدا ہو جاتا - آپ قنبر کو ایسا جواب دیتے ہیں - جیسا اپنے بچوں کو دیا جاتا ہے - کہ تم جوان ہو - تمہیں یہ پیراہن خوب لگتا ہے -

پیغمبرؐ اسلام جس طرح کی تربیت مسلمانوں کی کرنا چاہتے تھے وہ اس واقعہ سے بھی ظاہر ہے - کہ حضرت کے پاس صف مین ایک رئیس خالی جگہ پا کر بیٹھ جاتے ہیں - کہ اتنے میں ایک غریب بوسیدہ کپڑوں والا جو آداب نبوی کا عادی ہے آ کر اس رئیس کے پہلو میں بیٹھ جاتا ہے - رئیس صاحب نے اپنے معیار طبیعت کے لحاظ سے بہت ضبط سے کام لیا - اپنا دربار ہوتا تو شاید یہ اس کو ڈانٹ ڈپٹ کر نکال دیتے اور بدتمیز کہہ دیتے - مگر وہ بارگاہ پیغمبر تھی - یہاں یہ ممکن نہ تھا - پھر بھی فطری طور پر ذہنیت کا مظاہرہ اس طرح ہوا - کہ رئیس نے اپنا لباس سمیٹ لیا پیغمبر اسلام نے اتنا بھی گوارا نہ کیا اور خلق عظیم کی تیوریوں پر بل آ گیا - فرمایا - "تم نے یہ کیا کیا ؟" کہا "اس کی غربت تم میں آجاتی یا تمہاری ریاست اسکو مل جاتی یا چلی جاتی - دامن کیوں سمیٹا ؟"

مربی اعظم کی تنبیہ کا اتنا اثر ہوا ۔ کہ وقتی طور پر اس کا ضمیر شرمندہ ہوا ۔ اور عرض کی یارسول اللہ اس گناہ کے کفارہ میں میں اپنی نصف دولت اس غریب بھائی کو دیتا ہوں ۔ متبسم ہوتے ہوئے حضور غریب کی طرف متوجہ ہوئے کہ یہ نصف دولت کی پیشکش تجھ کو منظور ہے ۔ غریب صحابی نے جواب میں عرض کیا کہ میں اسے شکریہ کے ساتھ واپس کرتا ہوں ۔ حضور نے فرمایا "یہ خوشی سے دے رہا ہے" ۔ اس نے عرض کی ۔ کہ مجھے ڈر ہے کہ یہی ذہنیت کہیں مجھ میں پیدا نہ ہو جائے ۔

محض اخلاق کی کتابوں میں نمائشی طور پر اصول کو درج کر دینا آسان بات ہے ۔ لیکن جیتی جاگتی عمل کی دنیا میں اتنی کم مدت میں اس کو پیش کر دینا بڑی مشکل بات ہے ۔ پیغمبر خدا نے ہر تعلیم کو عمل کی صورت میں دنیاکے سامنے زندہ مجسمے کی شکل میں پیش کر دیا ۔ کہ میرا نظام فقط ذہنی یا دماغی نہیں بلکہ عملی ہے ۔ وہ زندہ نظام ہے جو سیرت وکردار کی شکل کے سامنے نمودار ہوتا ہے ۔ میرا آئین اخلاق لفظی نہیں بلکہ بالکل عملی ہے ۔

یہی وجہ ہے ۔ کہ کتاب اللہ کے ساتھ اہلبیتؑ کی ضرورت ہوئی ۔ اور ارشاد ہوا ۔ انی تارک فیکم ثقلین کتاب اللہ و عترتی اہلبیتی ۔ اور اسی لئے ان اہلبیت کو مباہلہ کے میدان میں اپنے ساتھ لے گئے تھے ۔

میرا عقیدہ ہے اور میرے نزدیک ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہونا چاہیئے ۔ کہ دعائے رسولؐ کسی کی آمین کی محتاج نہ تھی ۔ بلکہ ان میں سے ہر فرد کی دعا تنہا کافی تھی ۔ مگر خالق اکبر نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو ہدایت فرمائی ۔ کہ ان سب کو ساتھ لے جاؤ منزل مباہلہ میں ۔

اسی لئے کہ جب صادقین اور کاذبین میں مقابلہ ہو رہا ہے ۔ تو دنیا جان لے کہ خالص صادقین کے افراد یہ ہیں ۔ اور جب رسالت مآب دنیا سے اٹھ جائیں ۔ تو جو کام آپ کے بعد ان

سے لیا جانا ہے وہ زندگی ہی میں ان سے لے لیا جائے ۔ اس لیئے نصرت اسلام کے لئے آج ان کو ساتھ لیا ۔ اور شریک کار بنایا ۔ مباھلہ کے ان شریک کار ہونے میں سب سے کمسن حسینؑ تھے اور ان کو رسول خدا اپنی گود میں لے گئے تھے ۔ پیغمبر خدا کی نگاہ حال کے آئینے میں مستقبل کا نقشہ دیکھ رہی تھی ۔ کہ اسی حسینؑ کی قربانی کی دنیا کو ضرورت پیش آئے گی ۔ چنانچہ ۶۰ ھجری میں وہ پیش آ گئی ۔ یہ اھل بیت علیھم السلام دنیا میں اسی لئے چھوڑے گئے تھے ۔ اور ان کا تعارف مسلمانوں سے اسی لئے کرایا گیا تھا۔ کہ یہ اسلامی تمدن کی زندہ تصویر تھے ۔

کیا حیرت کی بات نہیں ۔ کہ خود مسلمانوں کی تربیت اسی معیار پر کی جا رہی ہو ۔ صرف پچاس برس کے بعد ہی یہ وقت آ گیا ۔ کہ دار الحکومت اسلامی میں ریشم کے پردے لٹک رہے ہوں ۔ غلام زریّں کمر بند لگائے بادشاہ کے سامنے کھڑے ہوں ۔ اور دروازہ کے اوپر پہرے لگے ہوں ۔ تا کہ کسی غریب کی رسائی نہ ہو سکے ۔ اور کسی مظلوم کی فریاد اُس کے کانوں میں پہنچانا ناممکن ہو جائے ۔ یہی نہیں بلکہ بادشاہ کے سامنے طلاء ونقرہ کے برتنوں میں پانی پلایا جا رہا ہو ۔

یہ سب باتیں یزید سے پہلے ہو چکی تھیں اور ان مسلمانوں میں اگر کوئی صحابی مثلاً عباد بن صامت وغیرہ ٹوکتے بھی تو ان کو قدامت پسند ہونے کی سند ملتی تھی ۔ یاد رکھیئے کہ یہی حالات ترقی کر کے یزید کے کردار میں شرک کے درجہ تک پہنچے ۔ یزید سے پہلے سونے ، چاندی کے برتنوں میں پانی پیا گیا ۔ جو ظرف کے اعتبار سے شرع اسلامی میں حرام ہے ۔ تو یزید کے یہاں شیشے کے جاموں میں شراب پی جانے لگی ۔ اور شراب کے دور چلنے لگے ۔ اب بجائے صدائے تکبیر کے ناؤ نوش کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں ۔ رنگ برنگ کی محفلوں میں نماز کا وقت آ کر گزر جاتا ہو ۔ لیکن رونق محفل میں کچھ فرق نہ آتا ہو ۔

غضب یہ ہے کہ یہ سب کچھ جانشینی رسولؐ کے نام پر ہو رہا ہو اور سب مسلمان درباری وغیرہ مان رہے ہوں ۔ اور یہ اتنا حیرت انگیز

نہیں جتنا کہ عام طور پر مسلمانوں کا ماننا یعنی سب کچھ ہو رہا ہو ۔ اور مسلمان اس حاکم کو خلیفۂ رسول مان رہے ہوں ۔

آج کا مسلمان ضرور حیرت سے یہ پوچھے گا ۔ کہ کیا مسلمان ان کو مان رہے تھے ۔ جی ہاں سب مان رہے تھے ۔ اگر سب نہ مان رہے ہوتے تو تاریخ شمار کر کے کیوں بتاتی ۔ کہ فلاں فلاں نے نہیں مانا ۔ تاریخ کا شمار کرنا بتا رہا ہے ۔ کہ اور سب مان رہے تھے ۔ وفات پیغمبرؐ کے پچاس برس بعد ہی یہ احساس مذہبی کا حال ہو چکا تھا ۔ اور ٦١ ھجری سے اب تک کہ ١٣١٣ برس ہو چکے ہیں ۔ عموماً احساس کیا جاتا ہے کہ اسلام گھٹتا چلا جا رہا ہے ۔ اور تمدن و تہذیب کی حدیں پامال ہو رہی ہیں ۔ مگر ٦٠ ھجری کے مقابل میں اس وقت بھی حالت بہتر ہے ۔ اور یہ مجمع کم نہیں ہے ہمارے اس جلسہ کا ۔ میں اسی مجمع میں شہر اور دیہات سے آئے ہوئے تمام لوگوں سے پوچھتا ہوں ۔ کیا ان میں سے کوئی ایک بھی یزید جیسے شخص کو جانشین رسول مان سکتا ہے ۔ آج کے جاہل سے جاہل اور فاسق و فاجر مسلمان سے بھی پوچھا جائے تو یزید جیسے آدمی کو جانشین رسول نہ مانے گا ۔ لیکن رسولؐ خدا کی وفات کے صرف پچاس برس بعد لوگ مان رہے تھے کیا اس کے بعد بھی کسی ثبوت کی ضرورت ہے کہ واقعہ کربلا نہ ہوتا تو کیا ہوتا ۔

ظلم اور فسق و فجور سے یہ نفرت کیونکر پیدا ہوئی ۔ آپ نہ مانیں گے ۔ یہ واقعہ کربلا کا فیض ہے ۔ آج کا یہ جلسہ اور اسطرح کی تمام یادگاریں اس اثر کو زندہ رکھنے کے لئے ہیں ۔ اسی کیلیئے یہ عزاداری ہوتی ہے ۔ اور اسی کے لئے نام حسینؑ کی یہ تکرار کی کی جاتی ہے ۔ اب بھی سوال ہو گا ۔ کہ حسین نے مشیروں کا کہنا کیوں نہ مانا ۔ اور یہ کہ آپ یزید کی بیعت کر لیتے تو کیا حرج تھا ؟۔

میں کہوں گا ۔ کہ وہ حسینؑ نہ ہوتے جو مان لیتے ۔ کوئی اور ہوتا ۔ حسینؑ تو کبھی پشیمان نہیں ہوئے ۔ کہ مشیروں کا کہنا کیوں نہ مانا ۔ حسینؑ کے ساتھ والا بھی کوئی پشیمان نہ ہوا ۔ کوئی بچہ حسینؑ کے ساتھ کا نادم نہ ہوا ۔ اور ادھر کوئی اور کیا خود یزید

ملعون نادم ہوا ۔ مگر یاد رکھیئے گا ۔ اس فرق کو ۔ وہ ندامت زندگی ضمیر کا نتیجہ نہ تھی ۔ جسے توبہ سمجھا جا سکے بلکہ احساس شکست کا نتیجہ تھی ۔

اب اس خیال سے کہ میرے بعد والے مقررین پر ظلم ہو گا ۔ اور مجھے خود جلسہ کے مفاد کا بھی احساس ہے ۔ اس لئے اپنی تقریر کو اس دعا پر ختم کرتا ہوں ۔ کہ خدا کرے جس طرح آج کے جلسہ میں اجسام جمع ہوئے ہیں ۔ اسی طرح ہمارے دل و دماغ بھی یکجا ہو جائیں ۔ اور حسینیت کا جھنڈا خدا کرے لہراتا رہے ، اور مشرق سے مغرب تک کو اپنے سایہ میں لے لے ۔

درسِ کربلا

(محترم جناب ڈاکٹر سید محمود صاحب مرحوم)
(سابق وزیر خزانہ ہندوستان)

صاحب صدر و حضرات ـ

میں ۱۹۶۵ء کے بعد پہلی مرتبہ آج حاضر ہوا ہوں ـ خوش ہوں کہ پاکستان بننے کے بعد دوبارہ اس متبرک اجتماع میں شرکت کرنے کی سعادت حاصل کی ـ میں دراصل تقریر کرنے نہیں آیا ـ بلکہ پہلو نکالا ہے کہ اس طرح سے احباب و ارباب انجمن سے بھی ملاقات ہو جائے گی اور حضرت امام حسین علیہ السّلام کی اس بابرکت مجلس میں شرکت کا ثواب بھی حاصل کر لوں گا ـ

پاکستان اور ہندوستان کی موجودہ خوشگواری دیکھ کر مجھے ازحد مسرت ہوئی ہے ـ چند برس پہلے پڑوس صوبہ میں جو مناظر دیکھنے میں آئے تھے ـ ان کی رو سے کہا جاتا تھا ـ کہ شاید صدی یا نصف صدی تک ان تعلقات میں خوشگواری پیدا ہونے کا کوئی امکان نہ ہو گا ـ مگر خدا کا شکر ہے ـ کہ پچھلے چند دنوں سے دونوں ملکوں کے تعلقات میں نمایاں تبدیلی ہو چکی ہے ـ جو آئیندہ چل کر بڑی ہی خوش آئیند ثابت ہوگی ـ کیونکہ دونوں ملکوں کے عوام کے دل مل چکے ہیں اور انہیں اب جدا کرنا ممکن نہیں ہو گا ـ

چند برس پہلے کی حالت کے پیش نظر موجودہ حالات اور تعلقات کا پیدا ہونا واقعی حیرت انگیز اور کسی طرح ایک معجزہ سے کم نہیں

اور یہ امر یقیناً ایسے ہی جلسوں ، تقریروں اور قابل قدر رہنماؤں کی مخلصانہ کوششوں کا نتیجہ ہے کہ اس قدر جلد یہ بچھڑے ہوئے دل آپس میں پھر جڑ گئے ہیں ـ

میں تقریر کرنے نہیں آیا ـ البتہ اتنا ضرور کہنا چاہتا ہوں ـ کہ مجھ سے پہلے سید علی نقی صاحب کی تقریر جو آپ سن چکے ہیں ـ اس کی تعلیمات آپکے لئے کافی ہیں ـ آپ ان پر عمل پیرا ہوں ـ رہا "یوم الحسین" تو اس سلسلہ میں میرے محدود خیالات پیش ہیں ـ

بعض بعض ناقدین سمجھتے ھیں ۔ کہ یہ واقعہ ھوا ھی نہیں ۔ لیکن میں کہتا ھوں ۔ کہ اگر واقعہ کربلا واقعی نہ ھوتا ۔ تو اسکا ذکر تاریخ کی کتابوں میں اتنے زور شور سے نہ ھوتا ۔ واقعہ کربلا میں ھمارے لئے ایک بہت بڑا سبق پوشیدہ ھے ۔ امام حسین علیہ السّلام کی قربانی ، ایثارو فدائیت کی عظیم ترین مثال تھی ۔ یہ اس قدر اھم اور بڑی تھی ۔ کہ چودہ سو سال کا عرصہ گزرنے کے باوجود اس کی اھمیت اور اسکے تاثرات میں کمی واقع نہیں ھوئی ۔

یہ روشنی جو آپ دیکھتے ھیں ۔ یہ وھی روشنی ھے ۔ جس کو حضرت امام حسینؑ نے نور نبوت سے حاصل کیا تھا ۔ آپ ایک سچائی پر قائم رھے ۔ حسے سمجھتے تھے ۔ اور اسکے مقابل ایسے شخص کے سامنے ناز سے سر کو نہ جھکایا ۔ جو کسی طرح اس امر کا مستحق نہ تھا ۔

دنیا جب تک قائم رھے گی ۔ آپ کی قربانی کو یاد رکھے گی ۔ یہ قربانئ ہمیشہ ھمارے دلوں کو گرماتی رھے گی ۔ اور اسی کے سبب ھم میں ایمان کی شمع روشن رھے گی ۔

جناب ڈاکٹر صاحب نے حضرت امام حسین علیہ السّلام کے عزم و استقلال کو خراج عقیدت پیش کرتے ھوئے فرمایا ۔ کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام کو میدان جنگ میں جانے سے روکتے ھوئے حضرت عبد اللّٰہ بن عباس نے اس قدر سمجھایا کہ آپ نے فرمایا ۔

"برادرم آج اگر مجھے ذرّہ بھر بھی یقین ھوتا ۔ کہ آپ میرا کہنا مان لیں گے ۔ تو میں آپکی زلفیں پکڑ لیتا اور آپکو باز رکھنا یا کسی اورطرح کی منت سماجت سے کام لیتا ۔ تاکہ آپ جان دینے کے عزم سے ٹل جائیں ۔ بلکہ اپنی ھر ممکن کوشش صرف کردیتا کہ آپ اپنا ارادہ ترک کر دیں ۔ لیکن امام کے عزم و استقلال میں ذرّہ بھر فرق نہ آیا ۔

ایک اور واقعہ حضرت امام حسین علیہ السّلام کو آپکے ۷۲ رفقاء سمیت بچانے کیلئے عدی جیسے شخص نے راستے میں آ کر پہاڑوں کی اوٹ میں ۲۰ ھزار لشکر جرار کی پیشکش کی ۔ لیکن آپ نے اسے قبول نہ فرمایا ۔ اس لئے کہ خدا تعالے کی رضا و حکم آپکو منظور تھا اور

قدرت چاھتی تھی - کہ اس واقعہ سے ایسی مثال قائم ہو جائے - جو ہمیشہ کے لئے شمع ھدایت بن جائے -

آنحضرت کو پیغمبر آخر الزمان بنایا گیا تھا - اس لئے کہ آپکی تعلیم و پیغام آخری تھا - جس کے بعد کوئی دوسرا پیغام نہ ہو گا - کہ سب انسان بھائی بھائی ھیں - خدائے تعالے کی ذات محتاج نہ تھی - کہ ھم سے زبردستی آپکو منواتا اور بہ جبر عبادت کراتا - اسکا منشاء یہ تھا - کہ جس طرح خدا تعالے کی وحدانیت حق ھے - اسی طرح انسانوں کی یکسانیت بھی حق ھے - پس اس آخری پیغام کو ہمیشہ اور باقی رکھنے کے لئے ضرورت تھی - کہ اس کیلیئے مثالی نمونہ باقی رکھا جائے - جس کی قربانی کے پیش نظر انسان زیادہ قربانی دے سکے - اور بوقت ضرورت اس مثال کو نمونہ بھی بنا سکے -

معاف فرمائیں - وقت کی کمی کے سبب میں زیادہ دیر تقریر نہ کر سکوں گا - میں آپ کو آپ کے جذبات کو دیکھ کر امید رکھتا ھوں - کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام کی یادگار سے جو سبق حاصل ہوتا ھے - آپکو یاد رھے گا - اور آپ اس پر عمل پیرا ھونگے -

حضرت امام حسین اور اھلبیت علیھم السّلام کی عظمت اورفضیلت امام شافعی کے اس شعر سے پورے طور پر عیاں ھے -

کفاکم من عظیم الفضل انکم

من لم یصل علیکم لاصلواۃ لہ

تمہاری عظمت کے لئے یہ کافی ھے - کہ جو شخص تم پر درود نہ بھیجے اس کی عبادت نہیں ھوتی -

حسینیؑت کیا ہے

(جناب سردار گیانی گورمکھ سنگھ صاحب)

راجہ صاحب اور حاضرین جلسہ ۔

میں اس پاک مجمع میں آکر آپکی صورتوں کو دیکھ کر اور مولانا علی نقی صاحب کی تقریر سن کر ایسا محسوس کر رہا ہوں ۔ جیسے یونیورسٹی ہال میں کوئی گاؤں کا کسان دیکھ رہا ہے کہ کیا ہو رہا ہے ۔ اچھا ہوا ۔ کہ راجہ صاحب نے مہمان کہہ کر مخاطب نہ کیا ۔ ورنہ میرے آنسو نکل پڑتے ۔ میں اپنے آپکو آج کے دن مہمان نہیں سمجھتا ۔ یہ میرا وطن ہے ۔ میں ایک منٹ کے لئے بھی نہیں بھول سکتا ۔ کہ آپ میرے بھائی ہیں ۔ آج حضرت امام حسین علیہ السلام کا دن منایا جا رہا ہے ۔ مجھے راجہ صاحب نے حکم دیا تھا اسے ٹالنا میرے لئے مشکل تھا ۔ بلکہ اسکی تعمیل میرے لئے باعث فخر ہے ۔ یہ ٹھیک ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام کے متعلق میرا زیادہ وسیع مطالعہ نہیں اور نہ ہی واقعات سے زیادہ آگاہ ہوں ۔ لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ حسینیت کیا ہے ۔

امید ہے کہ حاضرین میرے الفاظ کی بندش یا جملوں کی ترتیب کا خیال نہ کریں گے ۔ بلکہ یہ دیکھیں گے کہ میرے الفاظ میرے دل سے کس درجہ ہم آہنگ ہیں ۔

حضرت امام حسین علیہ السّلام شہیدوں کے سرتاج تھے ۔ لیکن سید کی تعریف یہ میں جانتا ہوں ۔ وہ صرف اس ڈھنگ سے نہیں ہے کہ آپنے کلمہ حق کے لئے جان دے دی ۔ اور یزید کی بیعت نہ کی ۔ لہذا وہ شہید ہیں بلکہ میں ان کو اس ڈھنگ سے سوچتا ہوں ۔ کہ اگر آپکی اسطرح شہادت نہ بھی ہوتی ۔ تب بھی آپکی موت شہادت ہوتی ۔ آپکی زندگی ہی سراسر شہادت تھی ۔ خلق خدا کی خدمت آپکا مقصد تھا ۔ آپنے اپنی حیات سے لوگوں کو جینے کے لئے مرنا سکھایا ۔ مگر ایسا مرنا جو زندگی کے لئے باعث رشک ہو ۔ سچ تو یہ ہے کہ ۔

قوماں مردیاں نہیں جو مردیاں ہن
اوہو مردیاں جو مرنوں ڈردیاں ہن

خدا کا بندہ ہمیشہ خلق خدا کی خدمت کے لئے سچائی کے لئے اور نیکی کے لئے مرتا ہے ـ اور جو اس طرح نہیں مرتا ـ وہ خود ار نہیں مردار مرتا ہے ـ

وہ کبھی امر نہیں ہو سکتا ـ جو ایک جسم کی خاطر اذیتیں برداشت نہیں کر سکتا ـ حضرت امام حسن علیہ السلام نے انسان کو کامیاب زندگی کا سبق سکھایا ـ سبکوں کو ایک طرف اور بدوں کو ایک طرف کر دکھایا ـ پھر اس ڈھنگ سے انہیں الگ الگ کر کے علیحدہ ہونا بھی سکھایا ـ اور آپس میں جڑنا بھی سکھایا ـ

انہوں نے موتی کو سکھایا ـ کہ اس کے جسم میں جب سوراخ کیا جائے گا ـ تو اسکے بعد بڑی خوبصورت مالا میں اسے پرو دیا جائے گا ـ

آ پنے حکومت کے نشہ والوں کو بھی سکھایا ـ کہ حکومت کس طرح کرنی چاہیئے ـ اور مذہب والوں کو بھی سکھایا ـ کہ انسانیت کس طرح حاصل کرنی چاہیئے ـ

لڑائی ہمیشہ اصولوں سے لڑی جاتی ہے ـ حضرت امام حسین علیہ السّلام نے ان اصولوں کی ۰۰۰۰ پوری طرح پابندی کی ـ

عین گھمسان کی لڑائی کے وقت آپنے فرمایا ـ کہ بے شک دنیا کی بلائیں میرے سر پر آ پڑیں ـ مگر جس مقصد کے لئے آیا ہوں ، اور جو ارادہ لے کر نکلا ہوں ـ وہ ضرور کامیاب ہو جائے ـ آپنے کسی کا مشورہ نہ مانا ـ کمزور ہوتے یا پیچھے ہٹنے تک کا خیال نہ آیا ـ کیونکہ آپ سکھانا چاہتے تھے ـ

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

اگر حضرت امام حسن علیہ السّلام عمل کرنے کا سبق نہ دیتے تو سینکڑوں سال گزرنے کے بعد بھی زندگی کی تصویر نمایاں نہ ہوتی ـ نہ اور نیک بک جارہتے ـ اور چاروں طرف زندگی اور موت میں آویزش نظر آتی ـ

آج تک دنیا کی تاریخ میں ایسا واقعہ نہیں دیکھا گیا ـ جو واقعہ امام کے ساتھ پیش آیا ـ اگر بدترین سے بدترین دشمن بھی لڑتے ہیں تو ان میں قتال ہوتا ہے ـ لڑائی ختم ہو جاتی ہے ـ اور اگر کوئی دشمن زخمی ہو جائے ـ تو اسکے بھی منہ میں پانی ڈالا جاتا ہے ـ لیکن واقعہ کربلا وہ واقعہ ہے ـ جہاں حسین علیہ السّلام کے عزیزو اقارب کے لاشے تپتے ہوئے ریگستان میں پڑے ہیں اور کوئی پرسان حال نہیں ـ

خدا کی مغفرت ہر وقت کام کرتی ہے ـ گنہگار پر ترس کرنا چاہیئے ـ البتہ اسکے گناہ کو ختم کرنا چاہیئے ـ حضرت امام حسین علیہ السّلام نے انسانیت کو بچایا ـ اور گناہ کو مٹایا اور للکار کر کہا ـ کہ میں کبھی پہل نہ کروں گا ـ

ستم کو ہم کرم سمجھے جفا کو ہم وفا سمجھے
جو اس پر بھی وہ نا سمجھے تو اس بت سے خدا سمجھے

حضرت امام حسین علیہ السّلام جیسے مہاپرش میدان جنگ میں مجبوراً لڑائی کرنے آئے ہیں ـ ان کے دل میں کسی سے نفرت نہیں بلکہ آپ نے حیرت انگیز طریقہ سے انسان کے دل ملائے ـ اور ہم کو انسانیت کے گر سکھائے ـ آج بھی امام حسین علیہ السّلام کے نقش قدم پر چلنے اور ان کے اصولوں کو ماننے کی بے انتہا ضرورت ہے ـ کیونکہ بدی اور برائی نے پھر سے انسانیت کو پریشان کر رکھا ہے ـ جو سچائی امام حسین علیہ السّلام نے دنیا کے سامنے رکھی تھی ـ سینکڑوں سال گزرنے کے باوجود آج بھی اسکی اتنی ہی ضرورت ہے ـ جتنی کہ پہلے تھی ـ

پس واجب ہے ـ کہ بدی کی قوتوں سے لڑنے کے لئے آپکے نقش قدم پر چلا جائے ـ سچائی کبھی بدلتی نہیں ـ جیسے کئی صدیوں پہلے دو اور دو چار تھے ـ آج بھی دو اور دو چار ہیں ـ وقت کا پردہ سچائی کو کبھی چھپا نہیں سکتا ـ

"سردار جی نے پاکستان کے ہائی کمشنر راجہ غضنفر علی خاں کے کارہائے نمایاں پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ آج بھارت

میں ہماری سوسائٹی کے روح رواں راجہ کی ذات ہے۔ رواداری اور بھائی چارہ کی جو فضا انہوں نے دونوں ملکوں کے درمیان پیدا کر دی ہے۔ وہ کسی اور کے بس کا روگ نہیں تھا۔ کھیل کھیل میں بہترین کھلاڑی کیطرح دونوں ملکوں کے عوام کو آپ نے جیت لیا۔ بزرگوں کی بستی گرد کی نگری امرت سر اُجاڑ بن گئی تھی۔ لیکن ۶ اپریل ۱۹۵۵ء کو ہمارے مسلمان بھائیوں کی آمد سے یہ ضلع رشک جنت بن گیا۔ میں نے اپنی زندگی میں اپنے ہم وطنوں کو اس روز سے زیادہ کبھی مسرور و خنداں نہیں پایا۔ میچ لڑنے کے بہانے راجہ جی نے دونوں ملکوں کو باہم ملا دیا۔ اور اب عوام کہہ رہے ہیں۔ کہ سرکاریں دونوں لڑیں تو لڑیں ہم نہ لڑیں گے۔ دونوں سرکاریں بیٹھ کر جھگڑے طے کرتی پھریں۔ مگر ہمارے جھگڑے ختم ہو گئے۔ میں یہ الفاظ نہ دہراتا تو غلط کہتا۔ اور صحیح بات کا اظہار نہ کرتا۔ مگر میں اپنا یقین پیش کر رہا ہوں۔ کہ یہ سب صفتیں راجہ جی میں حسینیؑت کے دامن کو تھامنے سے آئی ہیں۔ یہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی تعلیم کا اثر ہے۔ جس کے سبب راجہ جی نے ملکوں کے دل ملا دیئے۔ یہ کوئی معمولی سی بات نہیں ہے۔

میں نے آپکا بہت وقت لیا۔ ہاں میں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی یاد میں پنجابی زبان میں ایک چھوٹی سی نظم لکھی ہے جو پیش خدمت ہے۔

اس کے بعد آپنے اپنی نظم پڑھ کر سنائی۔ جس سے حاضرین بہت محظوظ ہوئے۔

خطبہ صدارت

پیغام حسینیتؑ

(ہز ایکسلینسی عالیجناب راجہ غضفر علی خان صاحب سفیر پاکستان)
(متعین ہند)

حضرات۔

جس موضوع پر آج آپنے جید اور قابل علمائے کرام کے ارشادات سنے ہیں۔ اس قدر وسعت ہے اور وہ اس قدر بلند ہے کہ تقاریر اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔ خواہ وہ کس قدر بھی اعلے اور معیاری ہوں۔ اس عنوان میں ہمیشہ ہی گنجائش رہتی ہے۔ کہ اس کی عظیم وسعتوں سے ہر ایک کچھ نہ کچھ حصہ لے سکے۔

ہم نے جب سے ہوش سنبھالا ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السّلام کے واقعات شہادت سنتے چلے آ رہے ہیں لیکن بہاؤ کا رخ ہی کچھ ایسا ہے۔ کہ قیامت آ جائے گی۔ لیکن کربلا کی داستان غم باقی رہے گی۔ آج آپ حضرات کے سامنے جو کچھ بیان کیا جا چکا ہے۔ میں اسکی "سمری" یا خلاصہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔

ماہ محرم میں عزاداری ہوتی ہے۔ مرثیہ خوانی کی جاتی ہے۔ تقریریں ہوتی ہیں۔ اور ہمارا فرض بھی ہے۔ کہ ان دنوں میں حضرت امام حسین علیہ السّلام کی یاد منائیں۔ مگر آج نہ تو محرم کا چاند ہے۔ نہ وہ موسم۔ پھر کیوں خاص طور پر، کس حیثیت سے اور کس لئے ان جلسوں کا انعقاد کیا گیا ہے؟ اس سلسلہ میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ شائد ارکان مجلس کو یہ احساس ہوا ہے کہ عموماً حضرت امام حسین علیہ السّلام کا یادگار محض رسم و رواج کے طور پر منائی جاتی ہے۔ مگر اب ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ پیغام حسینیت پر توجہ دی جائے۔ اور اسے زندہ کیا جائے۔

اس بابرکت جلسے میں مختلف اطراف سے لوگ جمع ہوئے ہیں۔ ان کو چاہیئے۔ کہ یہ پیغام محض سننے کی حد تک ہی محدود نہ

رکھیں اور گھروں کو خالی ہاتھ نہ لوٹ جائیں بلکہ اپنے اپنے مقامات پر پہنچ کر ایسی سوسائیٹیاں قائم کریں ۔ جو حسینیت کے کردار کا مثالی نمونہ پیش کر سکیں ۔

میں سمجھتا ہوں ۔ کہ اگر ۲۰۰ افراد بھی اس فریضہ کو انجام دینے کا بیڑا اٹھالیں ۔ تب بھی یہ کام بڑے اچھے پیمانے پر پایہ تکمیل کو پہنچ سکتا ہے ۔ اور یہ بات یقینی ہے کہ ان دو سو افراد کی مثالی زندگی دوسرے لوگوں کے لئے قابل تقلید ہو گی ۔ نیز میں دعویٰ کے ساتھ کہہ سکتا ہوں ۔ کہ موجودہ افراتفری اور عالم کی بدامنی کا صحیح علاج یہ ہے کہ دنیا حسین علیہ السلام کے اسوہ حسنہ کو اپنائے ۔ اور اس پر عمل پیرا ہو ۔

ہاں ہمیں یہ دیکھنا چاہئے ۔ کہ ہمارے محلہ یا شہر یا قریہ میں رہنے والے جو حسینیت کا دم بھرتے ہیں ۔ وہ ظلم تو نہیں کرتے ۔ چوری تو نہیں کرتے ۔ ان کے اخلاق و کردار برے تو نہیں ہیں ۔ اگر واقعی یہ نقائص ان لوگوں میں پائے جائیں ۔ تو پھر ان کے حسینی ہونے سے کیا فائدہ ؟۔

کسی امر کے موثر تر ہونے کے تین معیار ہوتے ہیں ۔

(الف) یا وہ چیز بذات خود اچھی ہو ۔ تو کیا حسینیت سے بڑھ کر کوئی اور شئے اچھی ہو سکتی ہے ؟۔

(ب) اس کی وضاحت کے لئے اعتراف کرنے والوں کا طرزبیان اچھا ہو ۔ تو اس موضوع میں کیا کوئی کسر باقی رہ گئی ہے ؟۔

(ج) اس کے بتانے والے رسول خدا کی امت کی زینت ہوں ۔ ان کے منہ سے نکلی ہوئی بات دل کے اندر جا اترتی ہے ۔ اور یہ بات بھی ہم کو حاصل ہے ۔ کہ ہمارے اماموں کا کوئی قول یافعل رسول خدا کے کسی قول و فعل سے جدا نہیں ۔

پس جب یہ تمام لوازمات ہمارے پس موجود ہوں ۔ تو یہ ہمارا فرض ہے ۔ کہ حسینیت کے پیغام اور اس کے تمام اصول اپنائیں ۔

یہی وہ راہ ہے ۔ کہ جس پر چل کر ہم اپنے سارے کاموں میں کامیاب ہو سکتے ہیں ۔

یاد رکھنے کے لائق اہم بات یہ ہے ۔ کہ آپ کا مقصد بلند ہونا چاہیئے ۔ اور اس کے حصول کے لئے اسباب و ذرائع کی بلندی بھی ضروری ہے ۔ حضرت امام حسینؑ نے بلند مقصد کیلئے بلند وسائل ہی اختیار فرمائے ۔

آپکو یہ علم تھا ۔ کہ میں شہید ہونے کے لئے جارہا ہوں ۔ آپکے پاس بچ نکلنے کے ذرائع بھی موجود تھے ۔ مگر آپ ان کو نہ بروئے کار لائے ۔ بلکہ اپنا سر کٹا کر اپنے مقصد میں کامیابی حاصل فرمائی ۔ آپ کا مقصد اور وسائل دونوں بلند تھے ۔

جو لوگ مذہب اور سیاست کو جدا جدا سمجھتے ہیں ۔ وہ آئیں اور یہ سبق حاصل کریں ۔ کہ کس طرح حضرت امام حسین علیہ السّلام نے سیاست کو مذہب کے ساتھ رکھا ۔ بڑا مشہور واقعہ ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کے بھائی مسلم بن عقیل حضرت ہانی کے یہاں جا کر ٹھہرے ۔ تو ابن زیاد وہاں پہنچا ۔ حضرت ہانی نے مشورہ دیا ۔ کہ یہ ابن زیاد ہی فساد کی جڑ ہے ۔ اگر اسکو ابھی ختم کر دیا جائے ۔ تو ٹھیک ہو گا ۔ کیونکہ اس وقت موقعہ بھی اچھا ہے ۔ اب اگر دیکھا جائے تو مقصد کے اعتبار سے ابن زیاد کے قتل کرنے میں کوئی برائی نہ تھی ۔ کیونکہ وہ محض فریب کاری کے لئے امام کا لباس پہن کر خلق خدا کو دھوکہ دیتے ہوئے کوفہ میں داخل ہو گیا تھا ۔ اور دارالخلافہ پر قابض ہو گیا تھا ۔ ایسے شخص کو مقصد کے حصول کی خاطر قتل کرنا مفید تھا ۔ حسینیت کے عامل سفیر کو تین بار یہ موقعہ دیا جاتا ہے ۔ کہ آپ ایک وار سے دشمن کو قتل کر دیں ۔ بالآخر ہانی مایوس ہوتے ہیں ۔ اور ابن زیاد کے چلے جانے کے بعد دریافت کرتے ہیں ۔ کہ آپ نے اس موقعہ کو ہاتھ سے کیوں جانے دیا ؟۔ آپ نے فرمایا کہ "کیا تم نے شارع کا یہ فرمان نہیں سنا کہ کسی دشمن کو بے خبری کے عالم میں قتل نہ کیا جائے "۔

یہ مانا کہ اس فریبی کا قتل کرنا مقصد کے لئے نیک تھا ۔

لیکن اس کو اس طرح بے خبری کے عالم میں قتل کرنا نیک ذریعہ نہ تھا ۔ پس سفیر کا فرض ہے ۔ کہ وہ محض محبت کے اصول کو سامنے رکھ کر اپنا فرض ادا کرے ۔

یہ وہ اصول اور تعلیم ہے ۔ جو حسینیت سے ہمیں ملتی ہے۔ ہمارا مقصد حیات نیک ہو ۔ لیکن ساتھ ساتھ اس کے حصول کے لئے ذریعہ و سبب بھی نیک ہونا چاہیئے ۔ تیسرا اصول جو حسینیت ہمیں سکھاتی ہے ۔ وہ یہ ہے ، کہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو نظر انداز کر دینا چاہیئے ۔

دریائے فرات کے کنارے حضرت امام حسین علیہ السلام کے خیمے نصب ہیں ۔ لیکن امام سے کہا جاتا ہے کہ دریائے فرات کے کنارے سے اپنے خیمے اٹھا لیجئے ۔ دریا کے کنارے ٹھنڈا پانی بہہ رہا تھا ۔ اور ٹھنڈی ہوائیں بھی چل رہی تھیں ۔ لیکن امام حسین علیہ السلام دشمن کے اس پیغام کے ملتے ہی خیمے اٹھوا دیتے ہیں اور اس جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ خیمے نصب کرتے ہیں ۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کے اس عمل سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں چھوٹی چھوٹی باتوں سے درگزر کرنا چاہیئے ۔

چوتھے آپ نے سکھایا ۔ کہ عفوو کرم کو کسی مقام پر ترک نہ کیا جائے ۔ جس شخص نے امام حسین علیہ السلام کے گھوڑے کی باگ پکڑی تھی اور گستاخی کی تھی ۔ جب وہ حاضر ہو کر معافی کا خواستگار ہوا ۔ تو آپ فرماتے ہیں ۔ کہ جاؤ ہم نے تمہیں معاف کیا ۔

ہاں یہ خیال قطعًا کوئی اہمیت نہیں رکھتا ۔ کہ امام حسین علیہ السلام نے یہ سب ریاست و سیاست کے لئے کیا تھا۔ حضرت امام عالی مقام کی زندگی اپنے لئے نہ تھی ۔ آپ کی زندگی ہمارے آپ کے لئے اور کل انسانیت کے لئے تھی ۔

پانچویں آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے ۔ کہ جنگ میں دشمن کے مقابلے میں کبھی پہل نہ کی جائے ۔ لیکن آج اس مادیت کے زمانہ میں کیا کیا جائے ۔ کہ اس کے پرستار کس طرح پہل

کرتے ہیں ۔ اور دشمن کو ختم کرنا چاہتے ہیں ۔ لیکن امام حسین علیہ السلام کا کردار یہ نہ تھا ۔

یہ کردار امام حسین علیہ السلام نے اپنے والد ماجد حضرت علی علیہ السلام سے سیکھا تھا ۔ جب جنگ میں دشمن خود دعوت اور اختیار دیتا ہے ۔ کہ آپ اس پر پہل کریں اور وار کریں ۔ مگر آپ جواب میں فرماتے ہیں ۔ کہ اسلام کی یہ تعلیم نہیں ہے ۔ کہ دشمن پر پہلا وار مومن کی طرف سے ہو ۔ اس کی تعلیم یہ ہے ۔ کہ پہلے دشمن کی طرف سے وار ہو ۔ پھر اس کے جواب میں اس پر وار ہو ۔

آج دنیا اس اصول کو اگر مان لے اور اس پر عمل پیرا ہو تو تمام جنگیں ختم ہو جائیں اور عالم میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک امن و امان قائم ہو جائے ۔

آج دنیا کے مہذب ممالک کہتے ہیں ۔ کہ ہم ایک اصول اور ایک مقصد کے لئے جنگ کرتے ہیں ۔ اور وہ اصول "تحفظ جمہوریت" ہے ۔ اور اسی تحفظ جمہوریت کے لئے ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم تیار کئے جاتے ہیں ۔ لیکن امام حسین علیہ السلام نے کون سے اصول کے لئے کیا کیا ؟ ۔ آپ کس لئے لڑ رہے تھے ؟ ۔ تاریخ شاہد ہے ۔ کہ آپ ایک زریں اصول کے لئے لڑ رہے تھے ۔ ایک طرف کل نیکی تھی اور دوسری طرف کل بدی ۔ اسی کل نیکی کے لئے حضرت امام حسین علیہ السلام گھر سے نکلتے ہیں اور جان دے کر اس اصول کو زندہ کر دیتے ہیں اور اس طرح زندہ کرتے ہیں کہ پھر اس کے مرنے کا کوئی امکان ہی نہیں رہتا ۔

پہلی جنگ عظیم میں لاکھوں افراد ہلاک و تباہ ہوئے ۔ مگر پتہ نہ چلا کہ کون حق پر تھا ۔ اور کون غلطی پر ۔ پھر اس لڑائی کو ختم ہوئے مشکل سے بیس سال گزرے تھے ۔ کہ ایک اور عالمگیر جنگ شروع ہو گئی ۔ مگر امام حسین علیہ السلام نے ایسی جنگ لڑی ۔ کہ اس کے بعد ان اصولوں کے تحفظ کے لئے اور کوئی جنگ نہ کرنی پڑی ۔

ضرورت اس امر کی ہے ـ کہ حسینیت کی ابدی یادگار کو مشتہر کیا جائے ـ ہمارا فرض ہے ـ کہ اپنے گاؤں اپنے قریہ اور شہروں میں واپس جا کر حسینیت کا علم بلند کریں ـ لیکن یادگار حسینیت کے ساتھ کردار حسینیت کو بھی مستحکم کرتے رہیں ـ

کس قدر افسوس کی بات ہے ـ کہ بعض آدمی چند دن کے نمازی بن جاتے ہیں ـ تو بے نمازیوں کو حقارت سے دیکھنے لگتے ہیں ـ حالانکہ یادگار حسینیت یہ ہے ـ کہ نماز کو ادا کیا جائے ـ اور کردار حسینیت یہ ہے کہ کسی کو نفرت یا حقارت سے نہ دیکھا جائے ـ

عبادت و عقیدہ اور عمل و کردار کی مثال ایک سپاہی کے فرائض کی سی ہے ـ کہ وہ وقت پر پریڈ کرے اور اپنی ڈیوٹی اور فرض کی ادائیگی پر نظر رکھے ـ اگر کوئی سپاہی قواعد، پریڈ تو باقاعدہ کرتا رہے ـ لیکن جنگ کے وقت میدان جنگ میں لڑنے کو نہ نکلے ـ تو کیا وہ اپنی ڈیوٹی یا فرض ادا کرتا ہے ہرگز نہیں ـ پس عبادت اور اعمال کی صورت بھی یہی ہے ـ کہ عقیدہ بھی پاک ہو ـ عبادت بھی کی جائے ـ لیکن اس کے ساتھ ساتھ عملاً اصول اسلام کی پیروی بھی کی جائے ـ ہمارے لئے ضروری ہے ـ کہ حسینیت کو مانیں ـ اور ساتھ ہی تعصب، نفرت اور حقارت کو چھوڑ دیں ـ اس لئے کہ یہ سب بدی ہے ـ اور یہ عصاب ان تمام اصولوں کی نفی کرتے ہیں ـ جن کے لئے حضرت امام حسین علیہ السلام نے جدوجہد کی تھی ـ

یہ امر بطور سبق ہم کو سیکھ لینا چاہیئے ـ کہ قید ہونا زمین کے لئے لڑنا اور مرنا آسان ہے ـ لیکن اصول کی خاطر ایسا کرنا بڑا مشکل کام ہے ـ ہماری لڑائی اور جھگڑے خلوص اور محبت حق اور سچائی کے لئے ہونے چاہیئں ـ اس میں منافقت ذاتی دشمنی اور دوسرے اغراض بالکل نہ ہوں ـ ہماری قربانی ـ نیکی اور اخلاص کے لئے ہونی چاہیئے اس میں کسی بدی اور باطل کی ملاوٹ نہ ہونے پائے ـ

اس لئے نہایت اہم بات آپ کے سامنے یہ پیش کرنا ہے کہ آپ اپنی عداوتیں اور دشمنیاں بھول جائیں ۔ اپنے دلوں کو آئینہ کی طرح صاف کر لیں ۔

یہی وہ پیغام ہے ۔ جس کا نام حسینیت کا پیغام ہے ۔ جو آج بھی زندہ ہے اور اس کو عملی جامہ پہنانا ہم سب کا فرض ہے ۔ کربلا کا واقعہ نہ مٹنے والا واقعہ ہے ۔ امام حسین علیہ السلام نے انسانیت کا درس دیا ۔ اور اسی درس کی سچائی کو ثابت کرنے کے واسطے اپنی جان تک قربانی دی ۔ یہ قربانی ہمارے لئے قابل تقلید ہے ۔

یہ سٹیج ، سیاسی سٹیج نہیں ہے ۔ اور نہ یہاں سیاست حاضرہ پر کلام کرنے کا موقعہ ہے ۔ لیکن میں اس قدر ضرور کہوں گا ۔ کہ پاکستان اور ہندوستان کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے ۔ ہم آزاد رہتے ہوئے بھی باہم اچھے دوستوں کیطرح رہ سکتے ہیں ۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ آپ ان علمائے کرام کو بھول جائیں ۔ جو ہندوستان سے آئے ہیں ۔ اور وہاں رہتے ہیں ۔ کیا مولانا علی نقی صاحب اور مولانا صبغتہ اللہ کو چھوڑا جا سکتا ہے ۔ ہرگز نہیں ۔ ان کو کبھی بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا ۔ انکو بھول جانا غیر فطری ہو گا ۔ ہندوستان میں بسنے والوں سے ہمارے تعلقات دوستانہ ہونے چاہیئے ۔ آپ اس بات کو سامنے رکھیں ۔ کہ مسجدیں اور امام باڑے ہم کو دعوت فکر دے رہے ہیں ۔ کہ ان میں نمازی نہیں رہے ۔ ان میں امام کی یاد منانے والے باقی نہیں ہیں ۔ بچپن میں جب ہم ڈاکٹر اقبال مرحوم کے یہ شعر پڑھتے تھے کہ ۔

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحب اوصاف حجازی نہ رہے
فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی
رہ گئی رسم اذاں روح بلالی نہ رہی

تو ان کا مطلب کچھ اور سمجھتے تھے ۔ لیکن اب اس کا مطلب میری سمجھ میں آیا ۔ کہ آج کل یہ بات بالکل صادق آتی ہے ۔ تو کیا آپ ہندوستان سے دوستانہ تعلقات رکھے بغیر ان مساجد یا امام

باڑوں کو آباد کر سکتے ہیں ۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے ۔ کہ گذشتہ سال دہلی میں محرم کے دنوں مین میں رات کے وقت موٹر لیئے یہ پوچھتا پھرتا تھا ۔ کہ یہاں کوئی امامباڑہ بھی ہے ۔ جہاں مرثیہ خوانی ہو رہی ہو ۔ تو مجھے بتایا گیا ۔ کہ قاضی حوض چلے جایئے ۔ چنانچہ میں وہاں گیا ۔ موٹر سڑک پر کھڑی کی ۔ اور گلی کوچوں سے گزرتا ہوا وہاں جا پہنچا ۔ جہاں مرثیہ خوانی ہو رہی تھی ۔ وہاں میں نے جا کر دیکھا کہ گنتی کے پندرہ بیس آدمی بیٹھے تھے ۔ جن میں میرے عزیز دوست پنڈت دیاس دیو مصرا اور ان کے بھائی بھی موجود تھے اور اسی روز سے ان سے جان پہچان ہوئی ۔

تو میرا عرض کرنے کا مطلب یہ ہے ۔ کہ ان حالات کی موجودگی میں محبت و دوستی کے تعلقات کے بغیر دونوں ملکوں کے رہنے والے کبھی چین سے نہیں رہ سکتے ۔

یہ مسائل جو اختلاف کا باعث ہیں حل ہو کر رہیں گے ۔ اور ایسے اصولوں پر حل ہوں گے ۔ جو انصاف پر مبنی ہوں ۔ میں سچ کہتا ہوں ۔ کہ دونوں ملکوں کے عوام تازہ واقعات کے مدنظر آپ سے اس میں متفق ہیں کہ ان کے دل آپس میں مل چکے ہیں ۔

گیانی گورمکھ مسافر صاحب نے جو کچھ اپنی تقریر میں کہا ہے ۔ وہ بالکل درست ہے ۔ گیانی جی نہایت ایماندار آدمی ہیں ۔ وہ منافق نہیں ہیں ۔ جو ان کی زبان پر ہے وہی ان کے دل میں ہوتا ہے ۔

پاکستان کے تمام لوگ دل سے چاہتے ہیں ۔ کہ ہندوستان کے ساتھ محبت و دوستی کے تعلقات قائم ہوں کاش دونوں حکومتیں مل کر عوام کے جذبات کا جائزہ لیں ۔ اور باہم بیٹھ کر فیصلہ کر لیں ۔ جہاں تک عوام کا سوال ہے ۔ پاک و ہند دونوں ممالک کے باشندے بالکل یک جان ہو چکے ہیں ۔ اس کا ثبوت ہمیں اس مظاہرہ سے ملتا ہے ۔ جو ۳۵ ہزار مسلمان نے امرت سر اور جالندھر میں کیا ہے ۔ کتنے اشخاص ایسے ہیں جنہوں نے بس کا

کرایہ دیا - یا کھانے کے پیسے ادا کئے -

دونوں حکومتوں کو چاہیئے - کہ خیر سگالی اور دوستی کے موجودہ جذبات سے فائدہ اٹھائیں - اور پاک و ہند کے اس رشتہء محبت کو بڑھانے کے لئے زیادہ سے زیادہ کوشش کریں - تا کہ دونوں ملک ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہو کر اپنی آزادی کو برقرار رکھتے ہوئے مشترکہ طور پر فلاح و بہبود کا کام انجام دے سکیں -

حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی عالمگیر شخصیت
اور
اس کے بین الاقوامی اثرات

(مولانا مرزا احمد علی صاحب قبلہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ قال اللہ تعالی ولا تقولو لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لاتشعرون

اس ایٹمی دور میں انسان و انسانیت کو تباہ کرنے کے لئے کئی جواہر معلوم کئے جارہے ہیں ۔ تا کہ تھوڑی ہی محنت سے تھوڑے ہی وقت میں انسان کو فنا کر دیا جائے ۔ لیکن انسانوں کے بہی خواہ انہی مہلک جواہر کو ایسے طریقوں پر استعمال کرنے کے وسائل سوچ رہے ہیں ۔ جو حیات پرور اور مسرت آفریں ثابت ہوں ۔ مگر باوجود ان مستحسن اقدامات کے مادی حیات پھر بھی شکار فنا ہی رہے گی ۔ البتہ اسلام نے ایک عجیب طریقہ بتلایا ہے ۔ جس سے خاص حالات میں انسان کی موت ہی ابدی اور خوشگوار حیات بن جائے ۔ یہ وہ موت ہے ۔ جو راہ خدا میں ہو ۔ اللہ تعالے نے فرمایا ہے ۔ کہ جو اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے ۔ اسے مردہ نہ کہو ۔ وہ تو ہمیشہ کے لئے زندہ ہے ۔ اگرچہ تم اسکی زندگی کو سمجھنے کا شعور نہیں رکھتے اس کا بین ثبوت یہ عظیم الشان جلسے ہیں ۔ ان کا مذکور و ممدوح تیرہ چودہ سو سال پہلے راہ خدا میں اپنی اور اپنے عزیزوں کی جانیں فدا کر چکا ہے ۔ مگر وہ ابد الاباد تک زندہ رہیں گے ۔ ان کا نام بھی زندہ ہے ۔ اور ان کے کام کا مقصد بھی زندہ ہے ۔ اور زندہ رہے گا ۔

اس بین الاقوامی تقریب کے لحاظ سے میرے بیان کا عنوان حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی عالمگیر شخصیت اور اس کے بین الاقوامی اثرات رکھا گیا ہے ۔

اللہ تعالے نے حضرت حسین علیہ السلام کو اس انتخاب عالم خانوادہ فضل و کمال میں رکھا ہے اس نے خود منتخب

فرمایا ۔ ان اللّٰہ اصطفے ادم و نوحا و آل ابراھیم وال عمران علی العالمین ۔ یقیناً اللّٰہ نے آدم و نوع و آل ابرھیم وآل عمران کو جہانوں پر منتخب فرمایا ۔ افراد منتخب خاندان منتخب اللّٰہ نے شجر اصطفاء کی جڑ انی جاعلٌ فی الارض خلیفہ فرما کر لگا لی ۔ جو ترقی کرنے والی چیز زمین میں لگائی جائے ۔ وہ بلند ہو کر رہتی ہے ۔ خواہ دو ، تین گز بلند ہو خواہ مقام قاب قوسین کی حد تک پہنچ جائے ۔ یہ کلی شگفتہ ہوئی ۔ فاد انفخت فیہ من روحی فقعو آلہ ساجدین ۔ تو بلند بام کے مکینوں نے سجدہ ریز ہو کر سلامی اتاری ۔ بث فیما رجالاً کثیراً و نساء ۔ اس شجر کا پھیلاؤ ہوتا گیا ۔ ایک دور کے بعد دوسرا دور آیا ۔ اس شجر کے پتوں کو گرانے کی کوشش کی گئی ۔ فاغر قناھم اجمعین ۔ تو مخالف آپ قہرو غضب میں ڈبو دیئے گئے تیسرا دور آیا ۔ تو دشمنوں نے شجر کو آگ میں پھینک دیا ۔ مگر اسکے خالق نے ۔ یانار کونی برداً و سلاماً علی ابراھیم ۔ فرما کر اس نار کو گلزار کر دیا ۔ لیکن مخالفوں کو نہ غرق آب کیا ۔ نہ قنا فی النار ۔ چوتھا دور آیا ۔ تو شجر کو تو بچا لیا ۔ جاغرقناھم فی الیم ۔ مگر اس کی جڑ کاٹنے والوں کو نیل میں غرق کر دیا ۔ پانچویں دور میں ثمر شجر کو ۔ بل رفعہ اللّٰہ الیہ سقف مرفوع پر اٹھا لیا ۔ وہاں اسے زندہ رکھا اور مدت معلومہ تک منتظر بنا دیا ۔ بائیبل میں ہے ۔ کہ مبارک ہے وہ جو انتظار کرتا ہے ۔ یہ انتظار کرنے والا حضرت مریم علیہ السّلام کا بیٹا مسیح علیہ السّلام ہے جو صدیقہ کبریٰ سیدہ کونین حضرت فاطمہ سلام اللّٰہ علیہا کے فرزند حضرت مہدی علیہ السّلام کے ظہور کا انتظار کر رہا ہے ۔

اب تک یہ شجر نور عالمگیر نہ تھا ۔ اب وقت آ گیا کہ یہ عالموں پر چھا جائے ۔ اس کے ظہور سے پہلے عالم کی حالت خود اس کے ظہور کی متقاضی تھی ۔ انسان جو کائینات کا سردار تھا یہ اسلام سے پہلے تمام موجودات کی غلامی کا جوا گلے میں ڈالے تھا ۔

بود انسان در جہاں انساں پرست
ناکس و نابود و ماند و زشت و پست
کاهن و پاپا و سلطان و امیــــر
بہریک نخچیر صد نخچیر گیـــــــر

اس صدی کا مشہور اروپائی مورخ و مبصر جے ایچ ڈینی سن (G.H. DENNISON) "ایموشن ایزدی بیسز آف سوی لائی زیشن" میں لکھتا ھے۔

(Emotion as the basis of civilization)

It seemed then that the great civilization that it had taken 4000 years to construct was on the verge of disintegration. Civilization stood tottering, was there any emotional culture that could be brought in together with mankind once more into unity and to save civilization. The world stood in need of a new culture. It is amazing that such a culture should have arisen from Arabia just at the time when it was most needed.

****

کہ وہ بڑی تہذیب جسے بننے میں چار ہزار سال لگے تھے انتشار و اضمحلال کے کنارے کھڑی لڑکھڑا رہی تھی ۔ کیا کوئی ایسی جذباتی ثقافت لائی جا سکتی تھی ۔ جو انسانیت کو ایک دفعہ اور اتحاد و اتفاق میں اکٹھا کر دے اور تہذیت کو بچا لے ۔ دنیا کو ایک نئی ثقافت کی ضرورت تھی ۔ جو اس تہذیب کی جگہ لے ۔ جو خونی رشتوں پر مبنی تھی ۔ یہ تعجب انگیز و

حیران کن بات ھے ـ کہ ایسی ثقافت ملک عرب سے (اسلام کی صورت میں) عین اس وقت اٹھی ـ جبکہ اسکی بہت ھی سخت ضرورت تھی ـ

ڈاکٹر سر شیخ محمد اقبال مرحوم نے فرمایا ھے ـ

تا امینے حق بہ حق داراں سپرد
بندگان را مسند خاقاں سپرد
اعتبار کار بنداں رافزود
خواجگی ازکار فرمایان ربود
تازہ جاں اندرین آدم رسید
ایں مے نوشین چکید از تاک او

کہ امین حق نے حاکموں اور بادشاھوں سے سرداری چھین کر بندوں کے سپرد کر دی اور آدم کی بنیاد میں نئی جان پھونک دی ـ اسی سے آزادی پیدا ھوئی ـ غرض عالمگیر شخصیت کے مالک رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم عالمگیر دین ، عالمگیر تمدن اور عالمگیر ثقافت و تہذیب لائے ـ اور آپ نے دنیا کو پکارا کہ کہاں جا رھے ھو ـ میرے جھنڈے تلے آؤ تا کہ تمھارے تفرقے مٹ جائیں ـ اور انسانیت بچ جائے ـ آپ نے تہذیب جدید کی بنیاد توحید خدا پر رکھی ـ پہلے سب کچھ قومی و قبائلی تھا ـ اب عالمگیر و بین الاقوامی ھو گیا ـ اللہ رب العالمین اسکا پیغامبر نزیر للعالمین ـ کتاب ھدی للعالمین امام امام العالمین ـ

خودی سے اپنی طلسم رنگ و بو کو توڑ سکتے ھیں
یہی توحید تھی جس کو نہ تو سمجھا نہ میں سمجھا

آپنے پتھر کے بتوں کو توڑا ـ سماج کے سب بند توڑے ـ نتیجہ یہ ھوا کہ انسان پہلے تو غلام تھا ـ اب بحروبر کا مالک ھو گیا ـ اور موجودات کا حکمران بن گیا ـ

ھر عمل کا رد عمل ھوا کرتا ھے ـ تمدن کے اس نئے نظام کا بھی رد عمل اور ظلمت کی خوفناک قوتوں سے تصادم ھونا چاھیئے تھا ـ مگر جس عالمگیر شخصیت نے عالمگیر نظام جدید کی بنیاد رکھی ـ اس نے ردِّ عمَل کا علاج بھی کر لیا ھو گا ـ ورنہ

نظام جدید کسی تدبر" کا نتیجہ نہیں ہو سکتا - ردِّ عمل ان میں نہیں ہو سکتا تھا - جو اس کے دائیرہ میں نہ تھے - بلکہ مسلمانوں ہی میں اور انہیں میں سے ہوا - یہ مسلمہ حقیقت ہے - کہ حضورؐ کے وصال کے تیس سال بعد مسلمانوں میں ملوکیت آئی - اور اول الملوک کسری العرب کے ذریعہ یزید تخت دمشق پر متمکن ہو کر ان کا خلیفہ بنا اور مخالف اسلام تحریک کا تصادم عالمگیر نظام اسلام سے ہوا - اسلام اور اینٹی اسلام تحریکوں کے بانیوں نے پہلے ہی سے اپنے مقاصد کیلئے تیاریاں کر لی تھیں -

ڈی - ای - لیسی - او، لیری **(D.E.LASEY O'LEARY)** نے لکھا ہے کہ ملوکیت مآب امیر معاویہ صاحب نے سرحدی قوم کی خوبصورت عیسائی عورت میسون سے شادی کی - کہیں کوئی اشارہ تک نہیں ملتا - کہ اس نے کبھی بھی اپنا مذہب بدلا ہو- اسی عیسائی عورت کے بطن سے یزید پیدا ہوا - اس کے بچپن اور اس کی جوانی کا زیادہ حصہ ماں ہی کے ساتھ بادیہ میں گزرا- معاویہ نے اس کی تربیت عیسائیوں سے ہی کرائی - جن میں سب سے بڑا سرگوئس ، عربوں کے نزدیک سرجون ، رومن کیتھولک پادری امیر معاویہ کا وزیر مال و اسلحہ سازی تھا - اسکے ساتھ اسکا عیسائی بیٹا خاص اتالیق یزید ، عیسائی شاعر اور ایک اور عیسائی پادری بھی یزید کی تعلیم و تربیت میں شریک اور اسکے ذمہ دار تھے - چونکہ اس زمانے میں عیسائیوں کو اسلام اور اسلام کے لانے والے کے ساتھ سخت دشمنی تھی - اس لئے ظاہر ہے - کہ عیسائی ماں اور عیسائی معلموں اور اتالیقوں نے یزید کو اسلام اور ہادی اسلام اور ان کے خاندان کی مخالفت پر کس حد تک تیار کیا ہو گا - اس کے برعکس حضور پر نور حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اسلام کی حفاظت کے لئے اپنی مقدس آغوش میں اسلام کے ساتھ ساتھ حضرت امام حسین علیہ السلام کی تربیت بھی فرما رہے تھے - اسلام اور امام حسین علیہ السلام ہم آغوش تھے - دونوں ایک دوسرے کے جاننے والے تھے - دونوں ایک دوسرے کی خُو بُو سے واقف - اسلام اور قرآن کیا تھے -

نزل به الروح الامین علی قلبک لتکون من المنذرین بلسان عربی مبین ـ قرآن قلب حضور پر نزول کر کے زبان اقدس سے اسلام بن کر ظاہر ہوا ـ حضرت امام حسین علیہ السلام اسی اسلام ربنـز مقدس زبان کو چوس چوس کر پلے ـ اور اسلام و قرآن آپ کے رگ و پے میں سرایت کر گئے ـ ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب فرمایا ہے ـ

هر که کاه جو خورد قربان شود
هر که نور حق خورد قرآن شود

جو گھاس اور جَو کھاتا ہے وہ قربان ہو جاتا ہے ـ جو نور حق نوش کرتا ہے ـ وہ قرآن بن جاتا ہے ـ

حضرت امام حسین علیہ السّلام قرآن ناطق بن گئے ـ آپ میں وہی عالمگیری ہو گئی ـ جو قرآن اور اسلام اور ان کے لانے والے میں تھی ـ اسی لئے سرکار ختمی مرتبت علیہ الصلواۃ والسلام نے فرمایا ـ الحسین منی و انا من الحسین ـ حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں ـ حضورؐ انور کا صلبی بیٹا کوئی نہ رہا ـ مصلحت الٰہی یہ تھی ـ کہ آپؐ کی محترم نسل آپکی بیٹی حضرت فاطمہؑ اور آپ کے ابن عم حضرت علی علیہم السلام سے ظاہر ہو ـ خدا نے انہیں کو کوثر فرما کر کثیر کیا ـ اور ان کے دشمن کو ابتر فرما کر ان کا نام ونشان مٹا دیا ـ مباہلہ میں حضرت سیدہ کے لالوں ہی کو ابناءنا کی جگہ لے گئے ـ ابناءنا کے ساتھ نساءنا آیا ہے ـ اس سے بیویاں مراد نہیں کیونکہ آیہ یذلجون ابناءکم ویستحیون نساء کم صاف ظاہر کر رہی ہے ـ کہ ابناء کے ساتھ نساء لڑکی کے معنی میں آئے گا ـ نہ کہ بیوی کے معنی میں ـ مباہلہ میں اسلام و توحید کو بچانے کے لئے پنجتن گئے ـ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم شروع ہی سے حضرت امام علیہ السّلام کو اسلام کی حفاظت کا خوگر بنا رہے تھے ـ اور اسی لئے آپکی تربیت فرما رہے تھے کہ وقت آنے پر یہ میری عزت کو بچائے ـ میری ناموس کو بچائے ـ

میرے قرآن کو بچائیے ۔ میرے دین و آئین کو بچائیے ۔ میرے اسلام و ایمان کو بچائیے اور انسانیت کو بچائیے ۔ اور اسلام پر کوئی آنچ نہ آنے دے ۔

عرب میں دور ملوکیت آ گیا ۔ ملک عفوض ۔ کاٹنے والے درندے ظاہر ہو گئے ۔ منبر رسولؐ پر بندر ناچنے لگے خلافت کا رشتہ قرآن سے ٹوٹ گیا ۔ خلافت قرآن کی مخالف ہو گئی اباحت عامہ کا اعلان ہو گیا ۔ فسق و فجور عام ہو گئے ۔ شراب خوری کی محفلیں گرم ہونے لگیں ۔ جوئے کی بیٹھکیں اور رقص و سرود کے جلسے عام ہو گئے ۔ ماں بہن سے نکاح ہونے لگے ۔ تخت خلافت تمام فسق و فجور اور انحطاط کا مرکز بن گیا ۔ پہلے کفر کفر کے لباس میں تھا ۔ اب کفر نے اسلام کا لباس پہن لیا تھا ۔ اس لئے مقابلہ بہت سخت تھا ۔ یزید کے وقت میں ملوکیت پورے جوبن پر تھی ۔ یہ ایشیا و افریقہ کا خود مختار بادشاہ تھا ۔ اس کے خزانے تھے ۔ اس کی فوجیں تھیں ۔ سب اسکی عبودیت کا کلمہ پڑھتے تھے اور یہ وبا عالمگیر ہونے والی تھی ۔ لیکن یزید کو صرف حضرت امام حسین علیہ السّلام سے اپنی آزادی میں بڑا خطرہ محسوس ہو رہا تھا ۔ اس لئے اس نے اپنی آزادی کو برقرار رکھنے اور من مانی کارروائی کرنے کے لئے حضرت امام حسین علیہ السّلام سے بیعت طلب کی ۔

کرتی ہے ملوکیت آثار جنوں پیدا

حضرت امامؑ ان چیزوں کو کیسے برداشت کر سکتے تھے ۔ اور نانا کے دین کو کیسے تباہ ہوتا دیکھ سکتے تھے ۔ آپ نے فرمایا ۔ کہ یزید شرابیں پینے والا اور طرح طرح کی بدکاریاں کرنے والا ہے ۔ میرا دست پاک ایسے ناپاک ہاتھ کے نیچے نہیں ہو سکتا ۔ یزید امام پاکؑ کی بیعت سے اپنی خدائی اور بدکاری پر مہر تصدیق ثبت کرنا چاہتا تھا ۔ اگر وارث رسولؐ امام حسینؑ یزید کی بیعت کر لیتے ۔ تو نانا کی ساری کمائی پر پانی پھر جاتا ۔

س وقت آدمیت ، انسانیت ، اخلاق و تہذیب اور دین اسلام کو بچانے کے لئے وہی حسینؑ اٹھے - جنہیں آقائے نامدار تاجدار مدینہؐ نے اسی غرض سے پالا تھا - اور پورے آداب سے مودب کیا تھا - اور اپنے کمال و جمال و جلال سے آراستہ کیا تھا - چونکہ آپکی شخصیت عالمگیر تھی - اس لئے مقاصد بھی عالمگیر تھے اور ان عالمگیر مقاصد کے لئے آپ ھی کی سی شخصیت چاھیئے تھی - تا کہ جس طرح ان کے جدِ نامدار نے تہذیب کو موت سے بچا لیا تھا - یہ تہذیب اسلام کو فنا سے بچا لیں - دنیا والے خدا پر جمع نہیں ہو سکے - کسی رشی منی پر جمع نہیں ہو سکے - مگر بھارتی اور پاکستانی اس پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے - تمام مذھبوں کی تعلیم کا لب لباب یہ ھے - کہ کسی پر ظلم نہ کرو اپنے ھمسایہ سے محبت کرو - اس لئے ظاھر ھے - کہ اگر کوئی مثالی مظلوم ہو گا اور مظلوم بھی سچائی کے لئے ہو گا - تو اس سے عالمگیر محبت ہو گی - اسی پر تمام اقوام اور تمام مذاھب جمع ہو سکتے ھیں - یہ کام تاجدار مدینہ رسول عربی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نواسے حضرت امام حسین علیہ السلام سے لیا -

اب میں اکابر اقوام کے چند اقوال حضرت امام حسین علیہ السلام کی عالمگیر شخصیت اور ان کے بین الاقوامی اثرات کے متعلق پیش کرتا ھوں - اور آپ کو یقین دلاتا ھوں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام پر تمام قومیں باوجود اختلاف عقائد و مذھب کے جمع ہو سکتی ھیں -

(۱) ھز ایکسی لینسی مہا راجہ سر ھرکشن پر شاد جی آنجہانی نے فرمایا ھے -

This (Karbala) is the incident of history whirb can be a guide and a lesson to humanity in its search for perfection.

سانحہ کربلا تاریخ کا ایک واقعہ ھے - جو تمام انسانیت کے لئے اس کی طلب کمال میں ایک رہنما اور ایک سبق ہو سکتا ھے -

No Martyr or a series of martyrs can stand in comparison to the greatness and the nobility of action of Hussain (A.S.)

دنیا کا کوئی شہید یا سلسلہ شہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی عظمت و شرافت عمل کے مقابلہ میں کھڑا نہیں ہو سکتا۔

(۲) پنڈت جواہرلال نہرو جی وزیر اعظم بھارت دیش نے فرمایا ہے ۔

One of the significant facts of history is the great and abiding influence of the tragedy of Karbala on the human world.

تاریخ کے نمایاں واقعات میں سے ایک ۔انسانی دنیا پر سانحہ کربلا کا بڑا اور باقی رہنے والا اثر ہے ۔

(۳) پرنسپل سین کہتے ہیں ۔

The tragedy of Karbala has left its indelible marks on the course of human history .... The impacts for healthy reforms and purer modes of life come from the same source infact the deliverance of Islam from the thraldom of healthenism & voice was radiated from Karbala. Lastly the Imams (A.S.) made large contributions to Islamic culture and through it reacted powerfully upon the civilization of mankind both in the East and the West

واقعہ کربلا نے انسانی تاریخ پر ناقابل محو آثار چھوڑے ہیں ۔ اسلام میں صحت بخش اصلاحات اور پاکیزہ طریق حیات اسی منبع سے آئے ہیں اور آئمہ اہلبیت نے ثقافت

اسلامیہ کو بنانے میں بے انتہا مدد دی ہے اور اس کے ذریعہ سے مشرق و مغرب کی تہذیب پر طاقتور اثر ڈالا ہے ۔

(۴) شری ڈاکٹر راجندر پرشاد جی صدر جمہوریہ بھارت کہتے ہیں ۔

The story of the martyrdom at KARBALA is one of those stories of human history which shall never be forgotten and shall never cease to influence effect and inspire lives of millions of men and women all the world over.

شہادت کربل کا قصہ انسانی تاریخ کے ان قصوں میں سے ایک ہے جو کبھی نہ بھولا جائے گا ۔ اور جو دنیا بھر کے لاکھوں زن و مرد پر اثر ڈالے بغیر نہ رہے گا ۔

(۵) عہد نامہ قدیم ١٦/٢٩ یہ تمہارے لئے دائمی قانون ہو گا ۔ کہ ساتویں مہینہ کی دسویں تاریخ (عاشورہ) کو تم میں سے ہر ایک اپنی جان کو غمزدہ بنائے ۔ اور کسی طرح کا کام نہ کرے ۔

(٦) ہندوؤں میں ایک قوم میوہسپتال دت برہمن ہے ۔ جو تقسیم سے پہلے ضلع جہلم ، گجرات وغیرہ میں رہتی تھی ۔ انکی تاریخ میں لکھا ہے انکے جد راھب کو امام حسین علیہ السلام کی دعا سے سات فرزند عطا ہوئے ۔ اور اس نے امامؑ کے دشمنوں سے لڑ کر آپکے نام پر قربان کر دیئے ۔ ان کے اس کے متعلق کوت ہیں ۔ انہیں حسینیؑ براھمن کہا کرتے تھے ۔

عزیزو ۔ اب دنیا صرف حسینیتؑ پر اکٹھا ہو سکتی ہے ۔ آؤ ہم سب مل کر ظلم کا خاتمہ کریں ۔ اور امام حسین علیہ

اسلام کے نام پر سب قومیں جمع ہو جائیں – لیکن اس میں ہمارا فرض یہ ہونا چاہیے – کہ کوئی بھی ایسی بات نہ ہو – جس سے کسی کے جذبات کو کسی طرح سے ٹھیس لگے – صرف حسینیت کا ذکر ہو – خدمتِ انسانیت کی اپیل ہو ظلم سے نفرت ہو – مظلوم سے ہمدردی ہو اور دنیا میں امن و امان کا دور دورہ ہو –

حسینی تعلیم موجودہ بین الاقوامی مسائل کا حل ہے

(مولانا سید ابن حسن صاحب رضوی جارچوی ایم اے ، بی ٹی)

صدر عالی قدر -

میں آج برسوں کے بعد لاہور کے باشندوں سے مخاطبہ کر رہا ہوں - امام حسین علیہ السّلام کی ذات سے لاہور کے شہریوں کی ۰۰۰۰۰ عقیدت کوئی نئی چیز نہیں ہے - لیکن آج اپنے ارد گرد پچاس ہزار انسانوں کا جم غفیر دیکھ کر بے انتہا مسرت ہو رہی ہے مجھے یہاں پنجاب کے ہر ضلع کے نمائیندے نظر آ رہے ہیں - سینکڑوں ایسے ہیں - جن کو شہید کربلا کی عقیدت پاکستان کے دور دراز مقامات سے کھینچ لائی ہے - یہاں ایران کے رہنے والے بھی موجو ہیں - عراق کے باشندے بھی شامل ہیں - اور ہمارے ہمسایہ ملک بھارت سے عقیدت مندوں کا جو قافلہ آیا ہے - اس میں ہندو ، مسلمان ، سکھ ، عیسائی ہر طبقہ کے لوگ اتحاد انسانی کا مظاہرہ کر رہے ہیں -

جناب صدر - میں بس یہی دیکھنے کے لئے چلا آیا تھا - کہ ایشیا کے رہنے والوں نے پچھلے پچیس سال میں جو سیاسی معاشی اور اخلاقی ترقی کی ہے - اس نے ان کو " حسین شناسی" میں کتنی مد دی ہے ؟ اور غلامی کی قید و بند سے آزاد ہو کر ہم انسانیت کے سب سے بڑے شہید کے پیغام کو زیادہ وضاحت کے ساتھ سمجھنے لگے ہیں یا نہیں ؟ اس عظیم الشان جلسے کے بلند و بالا اسٹیج پر کھڑے ہو کر جب میں اپنے گردو پیش نظر ڈالتا ہوں - چاروں طرف ان خرد افزا اور بصیرت افروز کتبوں کو دیکھتا ہوں - جن کے ایک ایک لفظ سے آزادی ، حریت ، ایثار اور قربانی کی تعلیم جھلک رہی ہے اور ایک ایک لمحے بعد وہ فلک رس نعرے سنتا ہوں - جو پچاس ہزار انسانوں کے منہ سے نکل کر فضا میں ایک کیفیت پیدا کر رہے ہیں - تو میری روح بالیدہ ہو جاتی ہے - اور میں سوچنے لگتا ہوں - کہ دنیا جتنی آگے بڑھ رہی ہے - حسینیت کو زیادہ سمجھتی جا رہی

ہے ۔ اور اب دھواں دھار تقریروں اور آتش بیان مقرروں کے بجائے ایسے مستقل اداروں کی ضرورت ہے ۔ جہاں آئندہ نسل کو درسًا اور سبقًا حسینی تعلیم سے روشناس کرایا جائے ۔ اور خود غرض ، جنگجو اور خونریز دنیا کو ایثار ، پیشہ اور صلح جو حسین کے کردار پر چلنے کی دعوت دی جائے کیونکہ ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم سے ڈری ہوئی نسل انسان کے لئے صرف کربلا کا درس عافیت ہی تسکین کا باعث ہو سکتا ہے ۔

جناب صدر ۔

میں تقریر کرنے کے ارادے سے اس جلسہ میں شریک نہیں ہوا تھا ۔ بلکہ یہاں کے ماحول اور یہاں کے مقرروں کے بیانات سے متاثر ہو کر کچھ عملی تجاویز پیش کرنے کی نیت سے آیا تھا ۔ تقریریں بہت ہو چکی ہیں اور بحمداللہ بہت اچھی ہو چکی ہیں ۔ اس لئے مجھے اجازت دیجئے ۔ کہ میں اس مجمع سے غیر رسمی طور پر بات چیت کروں ۔ اور حاضرین سے تبادلہ خیالات کر کے یہ طے کروں ۔ کہ ہم صرف تین شبانہ روز کے اس قومی میلے اور حال و قال کے اس حسینیؑ اجتماع پر اکتفا کرنا چاہتے ہیں یا دنیا کے بدلے ہوئے حالات اور تقاضوں سے متاثر ہو کر "حسینی تعلیم" کو بین الاقوامی مسائل کے حل کے لئے خود بھی استعمال کرنا چاہتے ہیں اور دوسروں کو بھی اکسیر کے اس نسخے اور کیمیا کے اس گرد سے کام لینے کی دعوت دینے کا ارادہ رکھتے ہیں ۔

یہی وجہ ہے ۔ کہ بین الاقوامی قسم کے یہ جلسے محرم کے مہینے میں نہیں ہوئے ۔ کیونکہ اس زمانہ میں ہم مذہبی اور اعتقادی لحاظ سے گریہ و بکا ، ماتم و عزا اور نوحہ خوانی اور روضہ خوانی میں مصروف ہوتے ہیں ۔ اور ہم کو بفور جذبات کثرت اعمال مذہبی کی وجہ سے اتنا وقت نہیں ملتا ۔ کہ ہم شہادت حسینؑ کے دوسرے پہلوؤں پر غور کر سکیں ۔ اور اقوام معاصر کو دعوت دے کر اپنے ساتھ شامل کریں اور غلط فہمیوں کا ازالہ کر سکیں ۔ جو وقتًا فوقتًا اس عالمگیر مشن اور وقت

گیر دعوت صلح و اتحاد کے متعلق پیدا ہوتی رہتی ہیں ۔ آج ہم جس سٹیج پر کھڑے ہو کر مخاطبہ کر رہے ہیں ۔ جس جلسہ میں شامل ہیں ۔ وہ مذہبی نہیں ۔ بلکہ بین الاقوامی ہے ۔ اس لئے ہمارا لب و لہجہ ، طرز تخاطب اور انداز استدلال بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے ۔ جو مختلف الخیال سامعین کے جذبۂ تجسس و تحقیقات کی تسکین کر سکے ۔ اور "اندھے کی شیرینی" ہو کر نہ رہ جائے ۔

ملک آزاد ہو چکا ہے ہم سب ایک صالح تمدن اور ترقی بخش معاشرہ کی تعمیر میں مصروف ہیں اور اپنے نوجوانوں کے سامنے ایک ایسا نصب العین پیش کرنے کے متمنی ہیں ۔ جو ایک طرف تو ان کو اقوام عالم کی صفوں میں سر بلند و ممتاز کر سکے ۔ اور دوسری طرف انکو سامراجی عزائم ، جوع العرض اور سماج دشمن عادات سے محفوظ رکھ سکے ۔ کہ آزاد ہونے کے بعد جب کوئی قوم منظم ہو جاتی ہے تو اسکی قوت کا اسٹیم رولر (Steam Roller) اکثر ان غلط راہوں پر پڑ جاتا ہے ۔

آپ کہیں گے یہ آزاد ملک کے آزاد نوجوانوں کے سامنے کسی کامیاب انسان کا کردار رکھئے ۔ سکندر ، چنگیز ہٹلر مسولینی کا نام لیجئے ۔ جن کا ذکر نوجوان خون کی جرأت بڑھا دیتا ہے ۔ آپ حسین علیہ السلام کا نام بار بار لے کر اس ساری دنیا کو عزاخانہ ، ماتم کدہ اور امام باڑہ بنانے کی فکر میں ہیں ۔ جہاں قوم کے بہترین دل و دماغ ، ملک کے منتخب دست و سینے مایوسیوں کے ڈھیر پر نوحہ خوانی اور سینہ کوبی کیا کریں گے ۔

دنیا کی "ثرادنو" ماضی کے صرف انہی چراغوں سے اقتباس نور کر سکتی ہے ۔ جو ان کے اندھیرے گھر میں اجالا کر سکیں ۔ جن کی روشنی کا پرتو بھیانک اور غم آفرین نہ ہو ۔ جو مردہ دلوں کے اندر توانائی اور طاقت پیدا کر سکے اور مایوس وحرماں نصیب لوگوں کی ہمت افزائی کرنے میں مدد دے ۔

وہ دیئے جو غمناک فضا پیدا کرتے ہیں ـ سر مزار جلائے جاتے ہیں ـ وہ کافوری شمعیں جن کی مدھم روشنی افسردگی پیدا کرتی ہے ـ مُردوں کے سرھانے روشن کی جاتی ہیں ـ

آپ آزاد ملک کے آزاد نوجوانوں کی زندگی ، کامرانی سربلندی اور علو ھمتی کا پیغام دینے اٹھے ہیں ـ اور مثال دیتے ہیں ـ اس انسان کی جس کی ناکام زندگی پر چودہ سو سال سے ماتم ہو رہا ہے ـ جس کا نام سنتے ہی آنکھوں سے آنسو نکل آتے ہیں ـ جس کا ذکر سن کر لوگ سروسینہ پیٹنے لگتے ہیں ـ

آیئے بظاھر اس معقول اعتراض کا جائیزہ لینے سے قبل اس بین الاقوامی اجلاس کو کسی مذھبی ، فرقہ وارانہ یا کسی طبقہ کے مخصوص نعرے کے بجائے "حسینیت زندہ باد" کے نعرے سے رونق دیں ـ تا کہ ھر مذھب و ملت اور طبقہ و گروہ کے لوگ آزادی سے اس نعرے میں شریک ہو سکیں ـ

جناب صدر ـ یہ صحیح ہے ـ کہ امام حسین علیہ السّلام کے افسانہ حیات پر سرسری نظر ڈالنے سے بہت سے لوگوں کو یہ غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے ـ اور چودہ سو سال کا یہ طویل عرصہ بھی اُن کے پیام کو پورے طور پر سمجھانے کا حق ادا نہیں کر سکا ـ

بات یہ ہے ـ کہ امام حسین علیہ السّلام نے اپنے طرز عمل سے یہ سمجھانا چاھا تھا ـ کہ کامیابی اور ناکامی کا وہ معیار جو صدیوں سے دنیا مانتی چلی آئی ہے ـ غلط ہے ـ ان کے نانا نے ان کو بتایا تھا ـ اور قرآن مجید نے ایک چھوٹی سی سورت میں اس کا ذکر کیا تھا ـ کہ اصل کامیابی کیا ہے ـ

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم ـ والعصر ـ ان الانسان لفی خسر ـ الاالذین امنو و عملو الصلحت و تو اصو ا بالحق و تواصو بالصّبر ـ زمانہ شاھد ہے ـ آثار قدیمہ پکار پکار کر کہہ رھے ہیں ـ تاریخ گواھی دے رھی ہے کہ ساری نسل انسانی گھاٹے میں ہے (بس وہ لوگ کامیاب ہیں) جو ایمان لائے ، یقین کی دولت

سے مالا مال ہوئے ـ عمل صالح بجا لائے اور ایک دوسرے کو حق اور صبر کی وصیت اور تلقین کرتے رہے ـ حضرت امام حسین علیہ السلام سے پہلے دنیا مال و دولت ، حکومت و سلطنت کو کامیابی سمجھتی تھی ـ ایران کا کسری اس کے نزدیک کامیاب انسان تھا ـ کیونکہ وہ یونان سے لے کر سندھ تک کے علاقوں پر حکومت کرتا تھا ـ جواھر نگار اور سنہری رو پہلی تخت اسکی نشست گاہ تھی اور ھیرے اور لعل سے جڑا ھوا تاج اس کا سر چومتا تھا ـ

سکندر اعظم کا میاب انسان تھا ـ کیونکہ اس کی فوجوں نے کبھی ناکامی کا منہ ھی نہ دیکھا تھا ـ وہ مغرب سے مشرق کی طرف بڑھا اور فتح و ظفر اس کے قدم چومتی گئی ـ مگر امام حسین علیہ السّلام نے دنیا کو بتا دیا ـ کہ کامیابی خزانوں ، فوجوں اور فتوحات کی کثرت کا نام نہیں ھے ـ کامیابی اس انسان کو حاصل ھوتی ھے ـ جو ایمان کی دولت سے مالا مال ھو جائے ـ یقین کے خزانے کا مالک بن جائے ـ جس کے اندر اچھے کام کرنے کی صلاحیت پیدا ھو جائے جو ایسے خوش قسمت اور خوش نصیب ساتھی پیدا کر سکے ـ جو حق پر جمے رھیں ـ اور صبر و استقامت کو ھاتھ سے نہ دیں ـ اگر یہ بات کسی کو نصیب ھو جائے تو وہ رھتی دنیا تک فاتح رھے گا ـ دنیا میں ھمیشہ اسی کے نام کا سکہ چلے گا ـ اور چھوٹے بڑے سب قیامت تک اسی کا کلمہ پڑھیں گے ـ یہ ساری دنیا ایک دو راھے پر کھڑی ھے ـ ایک راستہ بظاھر دلکش اور نظر فریب ھے ـ اس میں قدم قدم پر اونچے محلات اور آسمانوں سے باتیں کرنے والی عمارتیں نظر آتی ھیں ـ ھرے بھرے باغ ھیں ـ جن کے اندر رنگ برنگ کے پھول دکھائی دیتے ھیں چشمے جاری ھیں ـ فوارے چھوٹ رھے ھیں ـ خوش منظر اور خوش خرام لوگ چلتے پھرتے نظر آتے ھیں ـ اس راستے کی ابتداء ان تمام دل خوش کن مناظر سے ھوتی ھے ـ مگر انجام میں لق و دق میدان اور سنسان بیابان ھے ـ دوسرا راستہ بے پناہ مصائب و آلام سے شروع ھوتا ھے ـ قدم قدم پر آزمائشیں ھیں ـ ابتلا ھیں ـ کہیں نوجوان بیٹے کی قربانی دینی پڑتی ھے ـ کہیں برابر کے بھائی

کو خاک و خون میں تڑپتا ہوا دیکھنا پڑتا ہے۔ گھر بار لٹانا اور دھن دولت کو نثار کر دینا تو اس راہ میں آئے دن کا کام ہے۔ بیشک آغاز ہوش ربا اور حوصلہ شکن ہے۔ مگر انجام ابدی راحت ہے اور دائمی آرام سے ملا ہوا ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے یہ آخری پر خطر مگر نیک انجام راستہ اختیار کیا اور نتائج نے بتا دیا۔ کہ بظاہر ناکام ہونے والا حسینؑ ہی کامیاب ثابت ہوا ہے۔ بیشک امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے۔ ان کے ساتھی ایک ایک کر کے میدان میں کام آئے۔ ان کے خیام لوٹ لئے گئے۔ ان کی لاشیں گھوڑوں کے ٹاپوں نے پامال کر دیں۔ مگر آج اس پچاس ہزار انسانوں کے مجمع سے پوچھو کہ فتح کس کی ہوئی؟ یزید کی یا حسینؑ کی۔ تو سب "حسینؑ" ہی کا نام لیں گے۔

آپ دو دن سے "آل ابراہیم" کا نام سن رہے ہیں۔ دنیا کی یہ تاریخی نسل مخصوص خصوصیتوں کی حامل تھی۔ اللہ تعالے فرماتا ہے۔

ان اللہ اصطفے آدم و نوحا و آل ابراہیم و آل عمران علی العالمین۔ (بیشک اللہ نے آدم، نوح آل ابراہیم اور آل عمران کو سارے عالم میں سے منتخب کر لیا تھا)

قدرت کا ازل سے یہی دستور ہے کے بعض افراد کو اہم فرائض کے لئے چن لیتی ہے۔ یورپ کے ارباب و دانش کا خیال ہے۔ کہ صبح ازل مادے کے ذرے فضا میں چکر لگا رہے تھے۔ یہ ذرّے ایک دوسرے سے دست و گریبان ہوئے۔ ٹکرائے، متصادم ہوئے۔ اور اس باہمی تصادم کے بعد ان ذروں نے بہت سی نئی شکلیں اختیار کر لیں۔ کسی نے گلاب کا جامہ پہن لیا۔ کوئی ببول کا کانٹا بن گیا۔ کسی نے کوئلہ کی شکل اختیار کر لی کوئی الماس کا ٹکڑا بن گیا۔ اصل ان سب کی ایک ہے۔ مگر قدرت نے جدا جدا فرائض ان کے متعلق کر دیئے ہیں۔ حضرت آدم کی اولاد میں حضرت ابراہیم کی نسل کو بھی منتخب فرما

کر امانت و قیادت کا فرض سپرد کیا اور شہادت کا منصب انکا انجام ٹھرایا - تاریخ عالم پر نظر ڈالئے اور دیکھئے - ابراھیم علیہ السّلام اور نسل ابراھیم علیہ السّلام نے کس خوبی کے ساتھ اس فرض کو ادا کیا ھے کفر کی وہ تیرہ و تاریک رات جب سارے عالم میں شرک ھی شرک پھیلا ہوا تھا - اور نمرود ٹھاٹھ سے خدائی کا دعوی کر رہا تھا - اس وقت حضرت ابراھیم ھی تو تھے - جنھوں نے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں توحید کی مشعل روشن کی اور ستارہ پرستی اور انسان پرستی کے اس ماحول میں نعرہ تکبیر بلند کیا -

جب فرعون کو یہ جرات ہوئی - کہ وہ "انا ربکم الاعلے" کہہ کر پورے ملک کو اپنا بندہ بنائے اور بنی اسرائیل تک سے (جو رب العالمین کے پرانے ماننے والے تھے) اپنی پرستش کا مطالبہ کرے تو ابراھیمی گھرانے کا فرزند موسٰیؑ ھی تھا - جس نے مزاحمت کی - اور بنی اسرائیل کو مصر کے کفر کدہ سے نکال کر فلسطین کی سر زمین پر لے آیا - "پیلا ڈس" نے جب بیت المقدس کے یہودیوں کا ساتھ دے کر دعوت حق کو روکنا چاھا - حضرت عیسے علیہ السّلام اپنی جان کی بازی لگانے کے لئے کھڑے ہو گئے اسی طرح یزید نے جب انسان کے بنیادی حقوق پر ھاتھ ڈالنا شروع کیا - اور اسلام کے امن آفرین اصول کی بجائے کفر کے اخلاق سوز امن شکن آئین کا احیاء کرنا چاھا تو قدرت نے امام حسین علیہ السّلام کو سامنے لا کھڑا کیا -

وہ منظر نگاھوں کے سامنے لایئے - جب حسین علیہ السلام کا لٹا ہوا قافلہ حاکم شام کے دربار میں کھڑا تھا - اور وہ امام زین العابدین علیہ السلام کو قتل کی دھمکی دے رہا تھا - اور امام عالی مقام پوری بے پرواھی کے ساتھ کہہ رہے تھے - القتل لنا عادۃ و کرامتنا شھادۃ - (ہم کو قتل سے کیا ڈراتا ھے - ھم ابراھیم و اسمعیل علیہ السلام کی یادگار ھیں - قتل ہونے کی ھمکو عادت ھے اور شہادت ھماری کرامت ھے) حضرت ابراھیم علیہ السلام کو جب امامت کے منصب پر فائز کیا ھے تو آپ نے

اللّٰہ سے کہا ۔

قال و من ذریتی ۔ قال لا ینال عهدی الظالمین (یہ منصب میری ذریت کو بھی ملے گا ؟ (اللّٰہ نے فرمایا) میرا عہدہ ظالموں کو نہیں پہنچے گا) ۔ حضرت ابراهیم کی دعا قبول ہوئی ۔ اور ان کی نسل میں همیشہ ایسے افراد ہوتے رہے ۔ جنہوں نے ظلم و استبداد کا مقابلہ کیا ۔

امام حسین علیہ السلام بھی انہی بلند انسانوں میں تھے ۔ جنہوں نے انسانوں کو ظالم یزید کے استبداد سے بچانے کے لئے احتجاج کیا اور جنگ و صلح کے لئے چند درخشاں اصول دنیا کے سامنے رکھے ۔

(۱) خونریزی کو حتی الامکان ٹالنا چاہیے ۔

(۲) گفت و شنید اور باهمی سمجھوتے سے کام حل سکے تو بہتر ہے ۔

(۳) لڑائی میں پہل نہیں کرنی چاہیئے ۔

ہمارا ملک اب آزاد ہے ۔ ہمارے نمائندے بین الاقوامی کانفرنسوں میں شرکت کرتے ہیں ۔ ہمارا یو ، این ، او۔ عظیم اقوام متحدہ کا رکن ہے ۔ وقت آ گیا ہے کہ هم اب اس چراغ کو زیرداماں نہ رکھیں ۔ بلکہ اس کی روشنی سے دنیا بھر میں اجالا کر دیں اور مجلس اقوام میں یہ قرار داد پیش کریں ۔ کہ کوئی قوم جنگ میں پہل نہ کرے ۔ ورنہ وہ صلح مسلک اقوام کی فہرست سے خارج ہو جائے گی ۔ جس دن اس قرار داد پر عمل ہونے لگے گا ۔ دنیا سے جنگ کا خاتمہ ہو جائے گا ۔ تقریروں اور تحریروں کا دور ختم ہوا ۔ اب تدبیروں کا زمانہ ہے ۔ آپ حسینیت کو بین الاقوامی مسائل حل کرنے کے لئے استعمال کیجئے تا کہ دنیا تجربے کر کے حسینی اصول کی برتری کی قائل ہو جائے ۔ یو، این ، او کے اندر روسی اور امریکی دو بلاک ہیں اور دونوں ایک دوسرے پر غالب آنے کی جدوجہد میں مصروف ہیں ۔ آپ حسینی تعلیم کے ذریعہ سے ان

دونوں کو "خدمت خلق" کی طرف مائل کر دیجئے اور وہ طاقت جو تخریبی جدوجہد اور ہلاکت آفرین کوشش میں صرف ہو رہی ہے۔ اس کا رخ تعمیری کاموں کی طرف موڑ دیجئے —— یورپ امریکہ اور روس کے بہترین دماغ ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم کی صنعت میں لگے ہوئے ہیں۔ مگر امام حسین علیہ السلام سے روز عاشور جب زغفر جن نے آ کر درخواست کی۔ کہ ہم کو اجازت دیجئے۔ کہ ہم آپکے مخالفوں کو آنًا فانًا فنا کر دیں۔ تو آپ نے صاف صاف فرما دیا۔ کہ میں اپنے نانا کی امت پر ایسی طاقتوں کو مسلط نہیں کرنا چاہتا۔ جن کا توڑ ان کے پاس نہ ہو۔ جن سے مقابلے کی ان میں طاقت نہ ہو۔ اس طرح حسین علیہ السلام ایک جنگی قانون کی بنیاد رکھ رہے تھے۔ کہ لڑتے وقت وہی ہتھیار استعمال کئے جائیں۔ جن کا توڑ مد مقابل کے پاس موجود ہو۔ امام حسین علیہ السلام کے اس جنگی قانون کو اقوام متحدہ کی انجمن میں پیش کیجئے اور پاس کرا کے عالم امن و امان قائم رکھنے کی مہم کو کامیاب بنائیے۔

آپ سنتے چلے آئے ہیں۔ کہ امام حسین علیہ السلام حضرت ابراھیم علیہ السلام کی نسل سے تھے۔ اور حضرت ابراھیم —— کی نسل آہستہ آہستہ ارتقا کی منزلوں سے گزرتی آئی ہے۔ جس طرح گنا دو چار دن میں اتنا میٹھا نہیں ہو گیا۔ آڑو اور انار کو خوشگوار و شیرین بننے کے لئے بہت سی منزلوں سے گزرنا پڑا ہے گھوڑا ہمیشہ ہی سے اس قدر قد آور اور تیز نہیں تھا۔ اسی طرح حضرت انسان نے بھی آہستہ آہستہ ارتقائی منزلیں طے کی ہیں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

کارآمد افراد اور بزرگ انسان برسات کی گھاس کیطرح ایک رات میں نہیں اگ کھڑے ہوتے فطرت ہزاروں سال تیاریاں کرتی ہے۔ ہوشیار مالی کی طرح جو اچھے پودے پیدا کرنے کے

لئے زمین کا انتخاب کرتا ہے - اپنے تخم تلاش کرتا ہے - شیریں پانی سے سینچتا ہے - اور مناسب ہوا میں پودے کو پروان چڑھنے کا موقع دیتا ہے - فطرت بھی جب اولوالعزم انسانوں کو وجود میں لانے کا تہیہ کرتی ہے - تو صدیوں پہلے سے ماں اور باپ کا انتخاب کر کے اس روح اعظم کو ارتقاء کی منزلوں سے گزرتی ہے -

اور اگر کسی مرحلہ پر آ کر منتخب افراد نہیں ملتے - تو بظاہر قانون رائج میں تبدیلی پیدا کر دیتی ہے - اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا ایسا منتخب روزگار بے باپ کے پیدا ہو جاتا ہے -

آپ کہہ سکتے ہیں - کہ بے باپ کے پیدا ہونا ایک بڑا کمال ہے ؟ یہ کمال حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو حاصل ہوا - اور امام حسین علیہ السّلام اس سے محروم رہے - نہیں ایسا نہیں ہے - حضرت عیسیٰؑ ایک ایمر جنسی قانون کی پیداوار تھے - اصل قانون فطرت یہی ہے - کہ انسان کامل بننے کے لئے بچہ کو ماں اورباپ دونوں کا ورثہ دار ہونا پڑتا ہے - علم حیاتیات کے جاننے والے واقف ہیں کہ کسی فرد کو وہ چیزیں بناتی یا بگاڑتی ہیں ایک تو وارث اور دوسرے ماحول - توارث ماں اور باپ دونوں کی طرف سے حاصل ہوتا ہے اور ماحول میں بھی ماں اور باپ دونوں برابر کے شریک ہیں - اگر ان میں سے ایک بھی اپنا حصہ بچے کو نہ دے تو شخصیت کی تکمیل نہیں ہوتی - انجیل کے آئینہ میں ذرا حضرت عیسیٰؑ علیہ السّلام کی شخصیت کا تجزیہ کیجئے - حضرت عیسیٰؑ بار بار آسمانی باپ کو پکارتے ہیں - جو ایک رخسار پر طمانچہ لگائے - اس کے سامنے دوسرا رخسار آگے بڑھانے کے لئے آمادہ ہوں جو ایک میل بیگار میں لے جائے - اس کے ساتھ دو میل جانے کو آمادہ ہوں - آپ کی پوری زندگی کا جائیزہ لیجئے اسکے اندر ماں کی مامتا تو نظر آتی ہے - باپ کا جلال نہیں ملتا - لیکن حضرت امام حسین علیہ السّلام انسانیت کا مظہرِ اتم ہیں شجاعت کا اعلی نمونہ ہیں وہ حضرت

فاطمہ علیہ السلام کے ذریعہ سے رب العالمین کے ورثہ دار ہیں ۔ اور حضرت علی علیہ السلام کے ذریعہ سے فاتحہ خیبر و حنین کی مصلحانہ اور مدبرانہ شجاعت کے وارث ہیں ۔

دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ امام حسین علیہ السلام فطرت کی صالح طاقتوں اور ترقی پذیر قوتوں کے وارث تھے ۔ انکی رگوں میں آدم ، نوح ابراھیم اور اسماعیل علیہ السلام کا خون دوڑ رہا تھا ۔ اور یزید کائنات کی رجعت پسند قوتوں کا وارث اور نمرود ، فرعون اور ھامان کا جانشین تھا ۔ یوں کربلا کے میدان میں دریائے فرات کے کنارے خیرو شر ، استبداد و حریت ، غلامی اور آزادی میں ایک فیصلہ کن مقابلہ ہو رہا تھا ۔ زیارت عاشورہ میں جب ھم امام حسین علیہ السلام کو السلام علیک یا وارث آدم صفی اللّٰہ ، السلام علیک یا وارث نوح نجی اللّٰہ ۔ کہہ کر مخاطب کرتے ھیں ۔ تو اس کے معنی یہ نہیں ہوتے ۔ کہ وہ آدم علیہ السّلام کے عمامے اور ابراھیم علیہ السّلام کے کرتے کے وارث تھے ۔ (ممکن ھے یہ بھی ھو) مگر حقیقی مفہوم اس کا یہ ھے ۔ کہ وہ ان تمام اخلاق،عادات اور کمالات کے وارث تھے ۔ جو اُن بزرگوں نے اپنے اندر پیدا کئے تھے ۔ فطرت نے ھزاروں سال کے ھیر پھیر کے بعد نسل انسانی کو جن ارتقائی منزلوں سے گزارا تھا ۔ اس کا نچوڑ محمد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم تھے ۔ اور امام حسین علیہ السلام ان تمام ورثوں کو لے کر کربلا کے تاریخی میدان میں تشریف لائے تھے ۔

اب یہ ھویدا ھو گیا ۔ کہ فرات کے کنارے حسین و یزید کی نہیں بلکہ حسینیت اور یزیدیت کی جنگ تھی ۔ حسینیت کفر کے گھنگھور گھٹا کو ھٹا کر اسلام و ایمان کا اجالا پھیلانا چاھتی تھی ۔ ظلم و استبداد کا خاتمہ کر کے امن و امان کا بول بالا کرنے کی فکر میں تھی ۔ شاھانہ لوٹ کھسوٹ اور خون ریزی کو مٹا کر انسان کے بنیادی حقوق حاصل کرنا چاھتی تھی ۔ اور یزیدیت اپنے آباؤ اجداد کی کفر سامانیوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر تلی ھوئی تھی ۔ وہ سامراجی نظام اور قھرمانی آئین

و قوانین کو ملک میں رائج کرنا چاہتی تھی ـ خیرو شر اور حق و باطل کی یہ رزم آرائی خاندانی لڑائی نہ تھی ـ

آج صبح کے اجلاس میں مولانا صبغت اللہ شہید انصاری صاحب نے فرمایا تھا ـ کہ یزید کے عہد میں زنا عام تھا ـ کھلم کھلا جُوا ہوتا تھا ـ شراب نوشی پھر رائج ہو چکی تھی ـ اسلام نے جن برائیوں کو مٹایا تھا ـ وہ سب ایک ایک کر کے پھر چور دروازے کے اندر داخل ہو گئی تھیں ـ پاکستان کے زندہ دل مسلمانو۔ آپ نے سنا کہ یزیدیت نام تھا ـ اخلاقی برائیوں ، معاشرتی خرابیوں اور معاشی سیہ کاریوں کا اور حسینیت ان تمام برائیوں کے مٹانے کے لئے کمر بستہ ہوئی تھی ـ

تم کہتے ہو کہ ہم یزیدیت سے نالاں ہیں اور حسینیت کا فروغ چاہتے ہیں ـ پاکستان کے ہر طبقہ پر نگاہ ڈال کر بتاؤ ـ کہ کیا یہاں زنا ختم ہو گیا ہے ـ شراب نوشی بند ہوگئی ـ لوگ جُوا نہیں کھیلتے ـ اگر یہ برائیاں جاری ہیں اور علانیہ جاری ہیں ـ تو تم یقین مانو کہ یزیدیت اس ملک میں زندہ اورتابندہ ہے اور اس کے مٹانے کےلئے حسینیت کا پیغام بار بار سنایا جانا چاہیے ـ آزاد ملک کے آزاد باشندو ـ یہ ہے وہ ضرورت جس کے لئے امام حسین علیہ السّلام کا ذکر خیر مسلسل و پیہم کیا جاتا ہے اور عصرِ قدیم اور عہد جدید کے بے باک سرفروش اور جان باز قائدوں میں صرف حسین علیہ السّلام ہی ہے ـ جو شیطانی طاقتوں سے ٹکر لینے کا طریقہ ہم کو سکھا سکتا ہے جو امارت ، وزارت ، سفارت کے لالچ سے منہ موڑ کر اصلاح امت کے لئے سربکف ہو کر میدان میں آ گیا ـ جس نے اولاد ، اصحاب اور اعزا کی قربانی قبول کر لی ـ مگر رجعت پسند طاقتوں کے سامنے سر جھکانا قبول نہیں کیا ـ حسین علیہ السلام سے پہلے روئی ـ گھی اور سرسوں کے تیل کی طرح ظلم کا بھی گریڈیشن (GRADATION) کیا جاتا تھا ـ وہ ظلم جو فقیرو مسکین کرتے تھے ـ برا سمجھا جاتا تھا ـ وہ ظلم جو دولت مند ، امیر

اور بادشاہ کرتے تھے ـ اسکی تعریف کی جاتی تھی ـ آج بھی ایسا ہی ہے ـ اگر کوئی غریب چمار دیسی شراب کا ایک ادّھا پی کر انار کلی بازار کی نالی میں لوٹنے لگے ـ تو جو ادھر سے گزرے گا ـ اس کو ٹھوکر مارتا جائے گا ـ اگر کوئی بڑا آدمی شمپین کی پوری بوتل حلق سے نیچے اتار کر آپکی محفل میں آ جائے ـ تو آپ اس کو صدر میں جگہ دیں گے ـ

لیکن امام حسین علیہ السلام نے اپنے عہد کے سب سے بڑے بادشاہ کے ظلم و ستم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر کے بتا دیا کہ ظلم ظلم ہے ـ خواہ وہ کسی چھوٹے آدمی سے سرزد ہو یا اسکا بانی کوئی بڑا آدمی ہو ـ

نسل آدم کو حسینؑ سے پہلے یہ جرات نہ تھی ـ شاید انکے بعد بھی بہت کم لوگ یہ دل گردہ پیدا کر سکیں ـ ہم آج تک رات کے اندھیرے میں چھپ کر چوری کرنے والوں کو چور کہتے ہیں ـ اور دن دھاڑے طبل و علم لے کر لوٹ مار کرنے والوں کا نام تاریخ میں فاتح اعظم لکھا جاتا ہے ـ کیا یہ دنیا کی ستم ظریفی نہیں ہے ـ ٹکے کی ہنڈیا چرانے والوں کا تھانہ میں ہسٹری شیٹ کھولا جاتا ہے ـ اور ملکوں کی دولت لوٹنے والے تاریخ کے اوراق کی زینت بنتے ہیں ـ یہ تاریخ جو ہمارے اسکولوں اور کالجوں میں پڑھائی جاتی ہے ـ کیا ہے ؟ ان بے باک شاطروں اور ڈاکوؤں کا اعمالنامہ ہے ـ جو دنیا کی آنکھوں میں خاک ڈال کر قتل و غارت اور لوٹ مار کرنے کے باوجود "خلد اللہ ملکہ" بنے رہے ـ

امام حسین علیہ السلام نے ظلم کے چہرے سے نقاب الٹ دی اور اعلان کر دیا ـ کہ ظلم جہاں ہو ـ اور جس لباس میں ہو قابل نفرت ہے ـ زہر مٹی کے پیالے میں ہو ، تو اور طلائی جام میں ہو ، تو بہر حال مہلک ہے ـ

میکیاویلی اٹلی ہی کا نہیں ساری دنیا کا سیاسی رہنما ہے ـ ارباب سیاست نے شعوری اور لاشعوری طور پر ہر عہد اور

ہر ملک میں اسکی پیروی کی ہے - وہ حکومت اور مملکت کے مفاد کو اخلاق و آئین کی کسوٹی بتاتا ہے - جو کام بادشاہ کرے حق ہے - جو کام مملکت کے لئے مضر ہو - وہ غلط ہے - امام حسین علیہ السلام نے جان دے کر یہ بتایا کہ مملکت اور حکومت کے اوپر ایک دوسری طاقت ہے - اور وہ اللہ جل جلالہ کی ہے - حق و صداقت اور اخلاق و فضائل کا سر چشمہ وہی ہے -

والعصر-ان الانسان لفی خسر - الالذین امنو و عملو الصلحت و تو ا صوا بالحق و تواصو بالصبر -

زمانہ شاھد ہے - زمانہ کی تاریخ گواہ ہے - آثار قدیمہ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں - کہ سکندر ہو یا دارا ، ہنی بال ہو یا فرعون یعنی سارے کے سارے بنی آدم خسارے میں رہے - سوائے ان کے جو ایمان لائے - اور عمل صالح بجا لائے - حق پر قائم رہے اور ایسی جماعت بنانے میں کامیاب ہوئے جو ایک دوسرے کو حق پر قائم رہنے اور صبرو استقامت کی تلقین کرتی رہی -

پیر اجمیر حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ رحمۃ نے انہی کے حق میں فرمایا ہے -

شاہ است حسین بادشاہ است حسین
دین است حسین دین پناہ است حسین
سرداد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

ہمارے موذن دن میں پانچ وقت لا الہ الا اللہ کا نعرہ بلند کرتے ہیں - ہم ہر وقت اللہ اکبر کہتے ہیں - مگر اسکا مطلب کتنے لوگ سمجھتے ہوں گے - مغلیہ بادشاہ جلال الدین اکبر کا درباری ابو الفضل خط کی پیشانی پر اللہ اکبر لکھتا تھا - دین الہی کے پیرو اذان میں "اللہ اکبر" سنکر اکبر کو خوش کرنے کے لئے "جل جلالہ" کہتے تھے -

آج بھی لوگ بے سمجھے بوجھے اللہ اکبر کہتے ہیں - اگر سمجھ کر کہیں تو ان کے دل و دماغ پر اللہ کی برتری کا نقش جم جائے - امام حسین علیہ السلام جو اللہ کو سمجھ کر اکبر کہتے تھے - یزید کے سامنے نہیں جھک سکتے تھے - حضرت معین الدین چشتی کے بقول انہوں نے سر دے دیا - مگر یزید کی بیعت نہ کی - اس طرح وہ عملاً لا الہ الا اللہ کی بنیاد رکھ گئے - یعنی انسان جب اللہ کو ساری طاقت کا سر چشمہ اور ہر قسم کی قوت کا مرکز مان لے تو پھر اس کے علاوہ کسی اور کے سامنے کیسے جھک سکتا ہے -

ہمارا حال یہ ہے - کہ پانچ وقت نماز میں "ایاک نستعین" کہتے ہیں - یعنی اے خدا - ہم صرف تیری بندگی کرتے ہیں اور صرف تجھ سے ہی مدد کے خواہاں ہیں - اور پٹواری سے لیکر گورنر تک ہر چھوٹے بڑے حاکم کے در پر پیشانی رگڑتے ہیں - یہاں بہت سارے مسلمان جمع ہیں - وہ کہتے ہیں کہ ہم مشرک نہیں ہیں - وحدہ لا شریک کی پرستش کرتے ہیں - ہم شکتی کے دیوتا اور لکشمی دیوی کے پجاری نہیں ہیں میں کہا کرتا ہوں - خدا سے ڈرو علانیہ جھوٹ نہ بولو - تم سب شکتی کے دیوتا کو آج بھی ڈنڈوت کرتے ہو - جسکے ہاتھ میں ڈنڈا ہو- جس کے بازوؤں میں طاقت ہو - اس کی غلامی کا طوق اب تک تمہارے گلے میں ہے - یہ مانتا ہوں - کہ اب تم لکشمی دیوی کے اس مندر میں نہیں جاتے - جس کی اندھیری کوٹھڑی کو گھی کے چراغ روشن کرتے ہیں - مگر یہ امپریل بنک اور لائڈز بنک کیا ہیں - یہ بیسویں صدی کی لکشمی دیوی کے فیشن ایبل مندر ہیں - ذرا ان مندروں میں جا کر پجاریوں کی عقیدت کا تماشا دیکھو اور پھر مجھے بتاؤ کہ مسجدوں میں زیادہ رونق ہے - یا لکشمی دیوی کے مندروں میں؟ــــ امام حسین علیہ السلام نے لا الہ کی عملی تفسیر کی - الا اللہ کا نقش زمین کربلا پر لکھا - اور دنیا کو بتایا کہ ماسوا سے منہ موڑ کر خدا کے سامنے یوں سر جھکاتے ہیں - جب قومیں

نشہ قوت سے سرشار ہو کر تسخیر ممالک کے لئے آگے بڑھتی ہیں تو انکے دلوں میں قسادت اور شقادت پیدا ہو جاتی ہے ۔ اور وہ درندگی کو شجاعت سمجھنے لگتی ہیں ۔ امام حسین علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کا ذکر شہادت انسانی قلوب میں رقت اور نرمی پیدا کرتا ہے ۔ اور سپاہیوں کو وہ حدود بتاتا ہے ۔ جن کے اندر رہ کر لڑائی حق کی راہ میں جہاد ہے اور جس سے ہٹ کر لڑائی محض تیغ زنی ہو کر رہ جاتی ہے ۔ کربلا والوں کا ذکر نوجوانوں کو بزدل اور بہادروں کو کم ہمت نہیں بناتا بلکہ وہ ہر عمر اور ہر صنف کے انسانوں کو ان کا فرض یاد دلاتا ہے ۔

کیا ہم شبیہہ پیغمبرؐ علی اکبر کا بہادرانہ کارنامہ کسی نوجوان کو بزدل بنا سکتا ہے ؟ کیا عون و محمد کی سرفروشی اور علی اصغرؑ کی شہادت کسی قوم کے بچوں کو کم ہمت بنا سکتی ہے ؟ جس قوم کی تاریخ عباس علمدار جیسے دلاور اور قاسم ابن حسن جیسے جانبازوں سے بھری پڑی ہو ۔ وہ دنیا میں کم ہمت نہیں کہلائی جا سکتی ۔

پاکستان ایک ملت نوخیز ہے ۔ ابھی یہاں بہادری کی صالح روایات پیدا کرنے کی ضرورت ہے ۔ نپولین ، ہٹلر مسولینی یا انہی جیسے دوسرے فوجی جرنیل ملت اسلامیہ کے لئے مثالیہ (آئیڈیل) نہیں بن سکتے ۔ ان کے سامنے ان لوگوں کا نمونہ رکھنا ہے ۔ جو جادہ حق پر جمے رہے ۔ صبر و استقامت کو اپنا شعار بنائے رہے ۔ جنہوں نے ایمان اور عمل صالح کی دولت کو سینے سے لگائے رکھا (آمنو و عملو الصلحت وتوا صو بالحق و تواصو بالصبر) ۔

پاکستان کے نوجوانو ۔ انسان عجیب چیز ہے اس کا دل و دماغ لاہور کے چڑیا گھر کی طرح ہے ۔ اس میں گائے ، بیل اور بھیڑ کے فضائل بھی ہیں ۔ اور شیر اور چیتے کی سی عادتیں بھی موجود ہیں ۔ مصلح اخلاق اور معمار قوم کا کام

یہ ہے کہ وہ ان اخلاق میں اعتدال پیدا کرے نہ گائے اور بھیڑ کے خصائل کا غلبہ ہو کہ قوم بزدل بن جائے ۔ نہ شیر اور نہ چیتے کی عادتین غالب آئیں ۔ کہ جو سامنے آئے اس کی تکابوٹی کر ڈالے ۔ مذاہب عالم کی تعلیم جو بگڑی ہوئی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے ۔ یا تم گوتم بدھ ، عیسیٰؑ اور مہابیر کی طرح قوموں کو اھمسا کا سبق دے کر شاطر قوموں کے لئے لقمہ تر بناتی ہے یا یہودی نسل کے قانون سازوں کی طرح ان کو دوسری قوموں کا شکار کرنے پر اکساتی ہے ۔ بیشک ان مذھبوں کی اصل تعلیم میں اعتدال ہو گا ۔ مگر ہمارے سامنے جو چیز ہے ۔ اس سے یہی اثر پیدا ہوتا ہے ۔ اس ھنگامہ افراط و تفریط میں اسلام جادہ اعتدال پر قائم رہنے کی تعلیم دیتا ہے ۔ اور امام حسین علیہ السّلام نے کربلا میں ہم کو بتایا ہے ۔ کہ باطل کے سامنے سرجھکا دینا حق کے ساتھ غداری کرنا ہو ۔ دشمن کے سامنے ھتھیار ڈال دینا اس کو ظلم میں مدد دینا ہے ۔ مگر اندھا دھند تلوار چلانا اور گنہگار اور بیگناہ میں تمیز نہ کرنا درندگی ہے ۔ انسان کا منصب بہت بلند ہے "لا اکراہ فی الدین" دین و مذھب جبر و جور سے نہیں پھیلا کرتے ۔ نوع انسان پر کوئی عقیدہ تلوار کے زور سے نہیں منڈھا جا سکتا اور اگر کوئی طاقت بنی آدم کو اس کے بنیادی حق سے محروم کرنا چاہے ۔ تو ہم کو ہر ممکن قربانی کر کے اپنے اس حق کی حفاظت چاھیئے ۔

آزاد ملک کے آزاد شہریو ۔ نشہ اقتدار بہت برُا ہوتا ہے ۔ کم ظرف لوگ اختیار اور اقتدار پا کر بہک جاتے ہیں ۔ مبارک ہیں وہ ہستیاں جو اقتدار حاصل کرنے کے بعد آئین کو ہاتھ سے نہ دیں ۔ صفین کی جنگ میں حاکم شام نے حضرت علیؑ کی فوجوں کے لئے دریا کا گھاٹ بند کر دیا تھا ۔ وہ پیاس سے ہلاک ہو رہے تھے ۔ لیکن جب لڑ بھڑ کر علی علیہ السلام نے گھاٹ پر قبضہ کر لیا تو انہوں نے شامی لشکر کو عام اجازت دے دی ۔ کہ آؤ پانی کی مشکیں بھر کر لے جاؤ ۔

یہ بنی ہاشم کا اخلاق تھا ۔ نبیؐ کے گھرانے کا اخلاق تھا۔ مگر کربلا میں کوفیوں نے پھر پرانی رسم دھرائی ۔ اور تین شب و روز آل محمؐد پر پانی بند کر رکھا ۔ تاریخ کے آئینہ میں صاف نظر آ رہا ہے ۔ کہ امام حسین علیہ السّلام انسانیت نواز آئیڈیالوجی کے حامی تھے ۔ اور یزید انسانیت سوز مسلک کا پابند تھا ۔ اور کربلا کے میدان میں دراصل یہ دونوں نظریہ حیات ایک دوسرے سے ٹکرائے ۔

وہ لوگ جو انسان کے بنیادی حقوق کے حامی ہیں ۔ انکو چاہیئے ۔ کہ اس بیسویں صدی میں امام حسین علیہ السّلام کے بلند نظریات کی تعلیم ، تبلیغ اور اشاعت کے لئے ایک بین الاقوامی ادارہ بنائیں ۔ اور ساری دنیا کو اس محسنِ انسانیت کے پیغام سے روشناس کروائیں ۔

عزیزو ۔ یہ تین دن کی کانفرنس آج ختم ہو جائے گی ۔ لیکن امام حسین علیہ السّلام نے کربلا کے چٹیل میدان میں نسل انسانی کو جو بھولا ہوا سبق یاد دلایا تھا ۔ اس کا اعادہ کرنے کے لئے ایک مستقل ادارہ کی ضرورت کا آپکو احساس ہونا چاہیئے مغرب نے مادیات میں بڑی ترقی کی ہے ۔ لیکن روحانی اور اخلاقی میدان میں وہ مشرق سے بہت پیچھے تھے ۔ اب وہ آپ کو مادی امداد دے رہا ہے ۔ آپ اسکی اخلاقی اور روحانی دستگیری کے لئے حسینیؑ تعلیم کا ایک بین الاقوامی ادارہ بنائیے تا کہ ایٹم بم اور ھائیڈروجن بم کے اس ھلاکت آفرین دور تاریکی میں آپ حسینئیت کی شمع جلا کر اُجالا کر سکیں ۔

اس بین الاقوامی اسٹیج پر کھڑے ہو کر میں دنیا کی ساری قوموں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ امام حسین علیہ السّلام کی سیرت کا مطالعہ کریں ۔ ان کی امن آفرین تعلیم کو دنیا میں پھیلائیں ۔ تا کہ قومی ، نسلی ، ملکی منافرت کم ہو اور آدم کی اولاد سے مل جل کر ترقی کے میدان میں آگے بڑھے ۔ ہر ملک اور ہر شہر میں حسینؑ اور تعلیم حسینؑ کو سمجھنے کے لئے

اور سمجھانے کے لئے جلسے ہونے چاہیئ - اور انکی سیرت کے ترجمے ہر زبان میں شائع ہونے چاہیئ - — امام حسین علیہ السلام نے آخر وقت میں تمنا کی تھی - کہ جب شیریں پانی پیا کرو تو میری پیاس کو ضرور یاد کر لینا - یہ حسینؑ کی یادگار کس قدر آسان اور سہل ہے - دنیا کے رہنے والو جب پانی کا گھونٹ پیو - تو اس پیاسے شہید کو ضرور یاد کر لینا - جس نے انسان کے بنیادی حقوق کی خاطر اپنا سب کچھ لٹا کر آخر میں اپنی جان بھی راہ خدا میں نذر کر دی تھی -

جب تک نسل آدمؑ میں کوئی فرد باقی ہے - پیاس لگتی رہے گی - اور پانی پیا جائے گا - اور پانی کا ہر گھونٹ اگر کربلا کے پیاسے شہید کی یاد تازہ کر سکے - تو رہتی دنیا تک حسینؑ کا نام اور کام نوع انسانی کی رہنمائی کر سکے گا - والسّلام

حسینؑیت زندہ باد   یزیدیت مردہ باد

-:———————:-

خطبہ صدارت

(مولانا سید کلب حسین صاحب مجتہد العصر امام جمعہ لکھنؤ)

ارکان و حاضرین مجلس

آپ نے مجھے اس متبرک جلسے کی صدارت کی عزت بخشی ـ اس نعمت کا شکریہ ادا کرنے سے قاصر ہوں ـ باوجود ضعیف العمری آپنے یہ فریضہ میرے سپرد فرمایا ـ اور وہ بھی ایسے عظیم الشان جلسے کی صدارت جو اپنی نوعیت کا خاص جلسہ ہے ـ

پاکستان بننے سے پہلے بھی کچھ جلسے یو ، پی کی انجمن اثنا عشری کیا کرتی تھی ـ میں صدارت کے فرائض انجام دیا کرتا تھا ـ لیکن آج آپ دیکھتے ہیں ـ کہ وہ زمانہ ختم ہو چکا ـ آج ایسی منزل آگئی ـ کہ قوائے جسمانی جواب دیرہے ہیں ـ جوانی کا زمانہ گزر چکا اور پیری کا زمانہ آ گیا ـ قوتِ بصارت میں کمی ہو گئی ـ حافظہ نے کام کرنا کم کر دیا پس اس عظیم الشان اجتماع میں جبکہ اعلی مقررین اور واعظین اپنی تمام حسن بندش ، حسنِ کلام اور دلآویز بیان کے ساتھ اپنی تقاریر پیش کر چکے ـ کوسا موضوع ہے ـ جو میں آپ کے سامنے رکھوں ـ اور پھر جبکہ شام قریب ہے اور آفتاب ڈوب رہا ہے قوت تو مجھ میں ہے نہیں ـ کہ آفتاب کو پلٹا سکوں ـ ذکر تو وہی ہے ـ لیکن زبان میں تاثیر نہیں ـ اس لئے پیش شدہ مضامین کا اقتباس آپ کے سامنے پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں ـ

آپ نے سیاست امام حسین علیہ السلام کا بیان سنا ـ آپ کس مقصد کے لئے کربلا ئے معلے تشریف لے گئے ؟ صرف دین اسلام کو بچانے خیروشر کو ممتاز کرنے کے لئے آپ نے یہ جنگ لڑی ـ اور آج کی دنیا جن مذہبی اصولوں کی محتاج ہے ان کو سکھانے کے لئے اور جن مسائل سے دوچار ہے ـ ان کا علاج اور حل بتانے کے لئے آپ نے اس جنگ کربلا میں حصہ لیا ـ

اس سلسلہ میں ایک بات آپکے ذہن نشین کرانا ضروری سمجھتا

هوں ـ کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی یہ جانفشانی اوربیمثل قربانی گونا گوں مصائب برداشت کرنا ، عزم و استقلال کو کسی مقام پر ترک نہ فرمانا ، یہ سب کچھ جس غرض و مقصد کی بناء پر ہوا وہ کیا تھا؟ ـ

اگر کہوں کے غرض دنیوی سیاست یا جاہ وریاست کا حصول تھا ـ یا کوئی اور دنیوی غرض تھی ـ تو بالکل غلط ہے ـ میرا عقیدہ یہ ہے ـ کہ آپکو بھی یہی عقیدہ رکھنا چاہیے ـ کہ حصرت امام حسین علیہ السلام نے جو کچھ بھی کیا وہ صرف دین اسلام کے بچاؤ یعنی نانا کی تعلیمات کو قائم رکھنے کے لئے کیا ـ ان کا لائحہ عمل یہ تھا ـ کہ دین خدا جسکو رسولِ خداؐ نے ہم تا پہنچایا ہے ـ اس کو قائم رکھا جائے ـ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ جو امام یا نبی آیا اس کا لائحہ عمل خدا کی طرف سے معین تھا ـ مگر اس لائحہ عمل کو اختیار کرنے میں یہ حضرات مجبور نہ تھے ـ یہی ان حضرات کی تعریف تھی ـ کہ بااختیار ہونے کے بعد مشیت الٰہی سے ایک قدم جدا نہ ہوتے تھے ـ دشمن اعتراض کرتے ہیں ـ کہ امام حسین علیہ السلام نے مکہ کیوں چھوڑا ، مدینہ سے کیوں علیحدہ ہوئے ، کسی ایسی وادی کی طرف کیوں نہ چلے گئے جہاں محفوظ لشکر کی پناہ آپکو دعوت دے رہی تھی ـ آپ نے مشیروں کا کہنا کیوں نہ مانا اور جب آپ سے دریائے فرات کے کنارے خیمے اٹھا دینے کے لئے کہا گیا ـ تو بلاچوں و چرا محفوظ اور مامون مقام کو چھوڑ کر خیمے کیوں اٹھوا دیئے ؟نیز چھ ماہ کا شیر خوار بچہ اور عورتیں میدان کربلا میں کس لئے ساتھ لے کر گھر سے نکلے؟

ان سب سوالات کا جواب آپکو یہی ملے گا ـ کہ یہ سب کچھ قدرت نے معین کر رکھا تھا ـ اور قدرت کے ہر کام میں حکمت مخفی ہوتی ہے اور صحیح بات یہ ہے ـ کہ حق کی راہ پر گامزن ہونا حضرت امام حسین علیہ السلام کے سپرد کر دیا گیا تھا اور بروئے فرمان قرآن "وماتشاون الاان یشاءُ اللہّٰ" مولی

کی مرضی پر چلنا آپکا اختیاری لائحہ عمل تھا ـ یقیناً خدا کی طرف سے رسول اللہ حضرت علی علیہ السلّام اور حضرت امام حسن علیہ السلّام کے ذمہ بھی کچھ فرائض مقرر ہوئے تھے ـ اور ہر ایک نے با حسن وجوہ سر انجام دیا ـ لیکن امام حسین علیہ السلّام نے جس شان کے ساتھ اپنا فریضہ ادا کیا ـ وہ سب سے نرالا تھا ـ

حضرت امام حسن علیہ السّلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام دونوں کے طریقے بظاہر جدا جدا تھے ـ اسکے بعد حقیقت میں دونوں ایک ھی سلسلہ کی مختلف کڑیاں تھیں ـ دونوں کے متعلق ارشاد نبویؐ ہو چکا تھا ـ کہ حضرت امام حسن علیہ السلّام اور حضرت امام حسین علیہ السلّام جنت کے نوجوانوں کے سردار ھیں ـ ان میں سے ایک نے صلح کر کے دکھا دیا ـ کہ وہ جنت کے سردار ھیں ـ اور دوسرے نے خدا کی راہ میں جہاد کر کے یہ ثابت کر دیا ـ کہ وہ بھی جنت کے سردار ھیں ـ کہا جاتا ھے ـ کہ امام حسین علیہ السلّام نے اپنے بھائی امام حسن علیہ السلّام کا سر طرز عمل کیوں نہ اختیار کیا ؟ یہ اس لئے اور صرف اس لئے کہ انکو علم تھا ـ کہ بھائی حسنؑ کی صلح میری شہادت کی تمہید ھے ـ

برادرانِ اھل سنت کو یہ تسلیم ھے ـ کہ خلیفہ ثالث بھی مظلوم شہید تھے ـ لیکن کیا سبب ھے ـ کہ انکی شہادت سے اثر لینا کیا آج تک کسی ھندو یا عیسائی یا کسی اور غیر مسلم نے کسی خاص عظمت کے ساتھ بیان تک نہیں کیا ؟ حضرت علی علیہ السلّام کی شہادت یقیناً مذھب ھی کے واسطے تھی ـ اور شہادت کا بلند ترین درجہ رکھتی تھی ـ مگر اھل اسلام کے علاوہ کسی عیسائی وغیرہ نے بھی کہیں ذکر نہیں کہا ـ کہ حضرت علی علیہ السّلام کی شہادت کسی فائدہ کے لئے ہوئی ھے ـ

اھل سنت کی نگاھوں میں خلیفہ ثالث بھی شہید ہوئے ـ اور حضرت علی علیہ السلّام بھی یقیناً شہید اعظم تھے ـ لیکن غیر مسلم ان کی شہادت کا تذکرہ کیوں نہیں کرتے ؟ اس کا سبب صرف یہ ھے ـ کہ انکی شہادت سلطنت کے تخت پر متمکن ہونے کے

بعد تھی ـ اور غیر مذہب کے لوگ اس کا محض بادشاہت کی جنگ سمجھے ـ لیکن امام حسن علیہ السلام سمجھتے تھے ـ کہ اگر میں سلطنت کو ترک نہ کروں گا اور تخت سلطنت پر متمکن رہوں گا ـ تو میرے بھائی حسین علیہ السلام کی شہادت بھی محض دینوی قربانی سمجھی جائیگی ـ اس واسطے حضرت امام حسن علیہ السلام نے صلح کی ـ اور حضرت امام حسین علیہ السلام نے ایسے وقت جنگ کی جبکہ آپ سلطنت وغیرہ کے دھندوں سے بالکل علیحہ تھے تا کہ ہر خولشین اور غیر کے نزدیک آپکی شہادت محض دینی قرار پائے اور کوئی یہ نہ کہہ سکے ـ کہ سلطنت کے لئے لڑائی لڑی ـ میں سچ کہتا ہوں ـ کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے وہ کچھ کیا ـ جو کروڑوں انسانوں میں کا ایک شخص بھی اس سیرت و کردار کا مظاہرہ نہ کر سکا ـ

جو لوگ حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات کے قائل ہیں ـ ان کی زبان پر حضرت عیسی علیہ السّلام کی شہادت کا تذکرہ آتا ہے ـ علی علیہ السّلام کی شہادت بھی ہر زبان پر ہے ـ امام حسن علیہ السّلام کی شہادت سب ہی بیان کرتے ہیں ـ مگر کہا جا سکتا ہے کہ کروڑ دو کروڑ انسانوں میں اگر ایک شخص ایسے زبردست کردار کا حامل ہو گیا ـ تو ہر شخص کے واسطے اسکی سیرت نمونہ عمل نہیں ہو سکتی ـ ان کی شہادت انفرادی شہادت تھی اور ارب دو ارب انسانوں میں ایک انفردی شہادت نمونہ عمل نہیں بن سکتی ـ اس لئے امام حسین علیہ السّلام نے صرف اپنی انفرادی شہادت پر اکتفا نہیں کی ـ بلکہ مختلف قوموں سے مختلف حیثیتوں کے لوگ ساتھ لئے ان میں غریب بھی تھے امیر بھی ـ حبشی بھی تھے عجمی بھی ـ جوان بھی تھے بوڑھے بھی اور بچے بھی اور عورتیں بھی تھیں اور ان سب کو ساتھ لا کر یہ ثابت کر دیا ـ کہ میرے لائحہ عمل پر چلنے والے یہ ۷۲ تن ہیں اگر انسان میرے کردار کو انسانیت سے بلند جان کر ادا نہیں کر سکتا ـ تو میرے ان ساتھیوں کو اپنے لئے نمونہ عمل بنا لے جو نہ امام تھے نہ معصوم ـ بلکہ بعض تو عرب بھی نہ تھے

بنی ہاشم کی اولاد بھی نہ تھی - آپ کے ساتھ قریبی رشتہ دار بھی ہیں - بھتیجے ہیں ، بہن ہے ، بیٹے ہیں ، برابر کا بھائی ہے - آپ کے صحابی وہی ہیں - جن کو نگاہ انتخاب حسینؑ نے چن لیا - اور انتخاب میں بھی کمال تھا - آپ جناب اُم سلمہ کو جو آپ کی نانی تھیں - اپنے ہمراہ نہ لائے - جناب زینبؑ کو لائے - اپنی والدہ ام البنینؑ کو نہیں لائے - ام کلثومؑ کو لائے - اپنے بھائی محمد حنفیہ کو نہیں لائے - بھائی عباسؑ کو لائے - عبداللہ ابن جعفر کو نہیں لائے - قاسمؑ کو ہمراہ لائے - اور آپ قدم قدم پر ان سب کو راز شہادت سمجھاتے آئے-

شب عاشور آپؑ نے شمع گل کر کے فرمایا کہ جسے جانا ہو چلا جائے - یہ تمہارا پیچھا نہ کریں گے - بلکہ یہ دشمن تو میرے خون کے پیاسے ہیں - لیکن دوسری طرف یہ عمل ہو رہا تھا - کہ جو اصحاب آپ کے ساتھ نہ تھے - اور آپ انکو ساتھ لے جانا چاہتے تھے - تو انکو خط بھیج کر بلایا - اپنے حبیبؓ ابن مظاہر کو جو آپکے بچپن کے ساتھی تھے - انکو خط لکھا کہ فوراً میری نصرت کے لئے چلے آؤ - زبیر بن قینؓ جو ہر منزل پر الگ الگ رہتے تھے - ان کو جناب علی اکبرؑ کے ذریعہ بلا کر ساتھ لیا - زبیر نے سارا مال و متاع اللہ کی راہ میں دیا - اور اپنی بیوی کو طلاق دی بیوی پوچھتی ہے کیا وجہ ہے ؟ تو جواب دیتے ہیں کہ امامؑ کی نصرت کے لئے جا رہا ہوں - اب واپس آنے کی امید نہیں ہے - لہذا میں تجھے آزاد کرتا ہوں اور طلاق دیتا ہوں - بیوی دریافت کرتی ہے کہ امامؑ کے ساتھ عورتیں نہیں ہیں - جواب ملتا ہے - سب ہمراہ ہیں تو اس خاتون نے کہا - کہ میں بھی تمہارے ساتھ چلتی ہوں - اور میں بھی ان بی بیوں کی کنیزی میں حاضر ہو جاؤں گی - جو حال ان کا ہو گا - میرا بھی وہی حال ہو گا - تم امامؑ کی خدمت میں رہنا اور میں ان بی بیوں کی خدمت میں رہونگی -

یہ تھے اصحاب حسینؑ - اس طرح انکو چن کر لائے تھے آپ تا کہ ان کے نقش قدم پر تمام انسانیت چل سکے - حضرت امام

حسینؑ علیہ السّلام اور آپ کے اصحاب کل بنی نوع انسان کے لئے نمونہ عمل تھے ۔

ان میں سے ہر ایک کی یہ خواھش تھی ۔ کہ یا قتل ھو جائے اور یا تمام لشکر اشقیا کو ختم کر دے اور وہ سبقت لے جانا چاھتے تھے ۔ ایک دوسرے سے کہ ہم پہلے میدان جہاد میں شہید ھوں ۔ حضرت امام حسین علیہ السّلام نے ان کے اس جوش کو دیکھ کر کہا تھا ۔ کہ میں اپنے اصحاب سے بڑھ کر کسی کو نہیں پاتا ۔ ایسے ساتھی نہ میرے نانا کو ملے اور نہ میرے والد بزرگوار حضرت علی علیہ السّلام کو ملے ۔ اور نہ ھی بھائی حسن کو میسّر آئے ۔ آپ کے فرزند علی اکبرؑ صبح کی آذان دیتے ھیں اصحاب نے با جماعت نماز پڑھی ۔ مناجات کے لئے ھاتھ بلند ھوئے ۔ دعائیں مانگیں ۔ تحمل و صبر کی ۔ شہادت کی ۔ اور راہ خدا میں ثباتِ قدم کی ۔ مگر کسی زبان پر فتح اور کامیابی کی دعا نہ تھی ۔ اصحاب امام حسین علیہ السلام نے اپنے سینے پر تیروں کو روکا ۔

کم از کم دس ھزار فوج کے مقابلہ میں یہ چند اصحاب مقابلہ کرنے نکلے ۔ ان میں کچھ ستر سر ، اسی ، سی برس کے بڈھے تھے ۔ کچھ دس دس گیارہ گیارہ برس کے بچے تھے ۔ ان میں شیر خوار بچہ بھی ھے ۔ جو گھوارہ میں ھاتھ پاؤں مارتا ھے اور کچھ جوان بھی ھیں ۔ ایسا معلوم ھوتا تھا ۔ کہ وہ نیزوں کی لچک کو محبت کے اشارے سمجھ رھے ھیں ۔

آئیے اور سمجھیۓ ۔ اگر ہم کردار حسینؑ کی اقتداء اور پیروی نہیں کر سکتے تو ان کے ساتھیوں کی اقتداء کریں ۔ یہ لوگ امام کے لئے مرتے وقت تک اپنی زبان پر اُف نہ لائے ۔ بلکہ خوشی تھی ۔ کہ راہِ خدا میں جلد ھی شہید ھوں گے ۔ عبد الرحمن بریر ھمدانی سے مزاح کرتے ھیں ۔ کہ عبد الرحمن یہ مزاح کا وقت نہیں ھے ۔ عبد الرحمن کہتے ھیں ۔ کہ میں نے مزاح نہیں کیا ۔ مگر اس سے بڑھ کر مزاح کا وقت اور کیا

ہو گا ۔ کہ جنت کو سامنے دیکھ رہا ہوں ۔ پھر کیسے مرنیکی آرزو نہ کروں اور خوشی کیوں نہ مناؤں ـــــ حسینؑ بن علیؑ آخری فاتح عالم کی شان دیکھو کہ جب آواز استغاثہ بلند کرتے ہیں ۔ تو آپکی اس آواز کو سنکر جن اور فرشتے اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں آپ انکو واپس کر دیتے ہیں ۔ فرماتے ہیں ۔ کہ میں نانا کی امت کو ہلاک کرانا نہیں چاہتا ۔ کیونکہ وہ تم کو نہیں دیکھ سکتے ۔ اسطرح سب کی مدد قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں ۔ مگر رُخ کرتے ہیں ۔ مقتل کی طرف اور اپنے انصار میں سے ایک ایک کا نام لے کر پکارتے ہیں ایسے معلوم ہوا ۔ کہ آپ صرف اتمام حجت کر رہے تھے ۔ یا مطلب یہ تھا ۔ کہ کیا کوئی ہے ۔ جو میری حسینیت کو قبول کر کے میری امداد کرے ۔ کیا کوئی ہے جو میری حسینیت کے پیغام کو دنیا میں پھیلا دے ۔ اعتراض ہے ۔ کہ آپ بچوں اور عورتوں کو کیوں ساتھ لائے ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کمال درجہ کے دانشمند اور عقلمند رہنما تھے ۔ آپ نے صرف جوان مردوں کو ہمراہ نہ لیا ۔ بلکہ بچوں اور عورتوں کو بھی ساتھ لیا ۔ تا کہ شہادت کے بعد دشمن کے سلوک کی شاھد بن جائیں ۔ اگر امام اپنے اہل و عیال کو ساتھ نہ لیتے ۔ تو کیا دشمن شہیدانِ کربلا کا حال دنیا کے سامنے پیش کرتا ۔ کیا دشمن اقرار کرتا ۔ کہ انہوں نے پیغمبرؐ اسلام کے نواسے کو کس ظلم و ستم سے قتل کیا ۔ اور اس کے اہل بیتؑ پر کس طرح ظلم ڈھایا ۔ خیمے جلا دیئے اس پر کیا بچوں تک کو قتل کیا ۔ یہ صرف اس لئے کہ اسرائے اہلبیتؑ تھے ۔ کہ جہاں پہنچ گئے ۔ مظالم بنی امیہ سے دنیا کو آگاہ کر دیا ۔ ان ظالموں کی بے ایمانی ، بے دینی فسق و فجور دنیا پر ظاہر کر دی ۔ اگر اہلبیتؑ امام حسینؑ نہ ہوتے تو کون دنیا کو بتاتا ۔ کہ تین دن کی بھوک پیاس میں حسینی بہادر کیونکر لڑے ؟ کون بیان کرتا ۔ کہ حسینؑ کا ۱۸ برس کا جوان فرزند علیؑ اکبر تین دن کی پیاس کے باوجود ایسے لڑے کہ دس ہزار کے لشکر میں میمنہ کو میسرہ سے اور میسرہ کو میمنہ

سے پلٹ کر رکھ دیا ہے اور فرمایا کہ اگر پانی کا ایک گھونٹ مل جاتا تو دشمن کو پتہ لگ جاتا ۔۔ کہ بنی ہاشم کس شان سے جوہر دکھا سکتے ہیں ۔"

پس معلوم ہوا ۔ کہ اہل بیتؑ جہاں غم کے کارنامے دکھاتے ہیں ۔ وہاں انکی شجاعت کا ... کارنامہ بھی قابلِ فخر ہے ۔ یہ اعتراض کرنا کہ حسین علیہ السلام کے آنسو کیوں بہہ رہے تھے؟ یہ کمزوری کی دلیل تھی ۔ بالکل غلط اعتراض ہے ۔

حضرت امام حسینؑ روئے بھی ، صبر بھی کیا ۔ دادِ شجاعت بھی دی ۔ عزم و استقلال کا مظاہرہ بھی کیا ۔ لیکن ہر بات کا موقعہ ہوتا ہے ۔ دونوں منزلیں الگ الگ تھیں ۔ آپ نے دونوں کو طے کیا ۔ دنیا انصاف سے بتائے ۔ اگر کوئی اپنے جوان بیٹے کو ذبح ہوتے دیکھے تو کیا ہنسے گا؟ اگر آپ ہنسیں گے ۔ تو دنیا آپکو کیا کہے گی؟ ۔ رونا ہر مقام پر عیب نہیں ہوتا ۔ ہر عمل کے لئے وقت اور محل ہوتا ہے آپ کسی مظلوم کو تلوار تلے پا کر قہقہہ لگائیں ۔ تو یہ انسانیت سے بعید ہے ۔ امام حسینؑ بھی اصحاب کی شہادت پر روئے ۔ عون کی لاش کو اٹھا کر روئے ۔ اہلبیتؑ کی مصیبت دیکھ کے روئے ۔ یعنی یہی نرم دلی کی دلیل اور انسانیت کا مقتضیٰ ہے ۔ البتہ جب اپنی ذات پر سختیاں شروع ہوئیں ۔ زخم پر زخم پڑنے لگے ۔ پیاس کی شدت اور بے حد شدت ہوئی ۔ لیکن چہرہ مبارک چمکتا تھا ۔ امام نے دشمن پر دو حملے کئے ۔ اور دشمن کو تتر بتر کر دیا ۔ تا آنکہ دشمن نے امان کی آواز بلند کی ۔ اور غیب سے آواز آئی " اے حسینؑ بس بہت بہادری دکھا چکے ہو ۔ ہم تمہارے منتظر ہیں ۔ ملائکہ کی صفیں استقبال کو تیار ہین ، جلد آؤ " جہاں تک مشیت ایزدی کا تقاضا تھا ۔ وہ شجاعت دکھائی ۔ کہ اس سے پہلے بہادری کی مثال دیتے وقت علیؑ کا نام لیا جاتا تھا ۔ لیکن آج سے یعنی شہادت امام حسینؑ کے بعد حضرت علیؑ کی مثال شجاعت بھول کر لوگ شجاعت حسینؑ کی مثال دیتے ہیں

رہا بچوں اور عورتوں کا ساتھ لانا تو وہ اس سبب کی بناء پر تھا ۔ کہ واقعات شہادت صحیح طور پر محفوظ رہیں ۔ اور دنیا کے سامنے وہ تعلیم ، وہ اصول وہ قواعد ظاہر ہوں ۔

چنانچہ یہ حضرت زینبؑ اور حضرت امامؑ زین العابدین علیہ السلام ہیں جن کے ذریعے شہادتِ امام کے صحیح حالات دنیا تک پہنچے۔

دشمن جس وقت اہلبیتؑ کی عورتوں کو گرفتار کر کے شام لیجایا جا رہا تھا تو شہر سیبور آیا عمر بن سعد نے اپنی فوج کیلئے رسد کیلئے درخواست کی ان شہر والوں میں سے ایک نصرانی کہہ بیٹھا۔ کہ سیبور والو۔ تم جانتے ہو۔ یہ کون لوگ ہیں؟ کس کو قتل کیا اور کس کو اسیر کر کے لا رہے ہیں۔ اور کن شہیدوں کے سروں کو نیزوں پر بلند کیا ہے۔ جن سے تلاوتِ قرآن پاک کی آواز آ رہی ہے۔ اور جن کے چہرے منور اور نورانی ہیں۔ یہ کس کے حرم ہیں۔ سیبور والوں نے جواب دیا۔ کہ ہمکو نہیں معلوم۔ نصرانی بولا کہ اسوقت میں کوفہ میں تھا جب یہ قیدی آئے تھے۔ یہ تمہارے رسولؐ کے نواسہ کا سرمبارک ہے جنکو میدان کربلا میں شہید کیا گیا اور اب انکے حرم کو گرفتار کر کے شام لے جا رہا ہے تا کہ انہیں دربار میں پیش کیا جائے یہ سنکر سیبور والے بگڑ گئے اور تلواریں لیکر عمر سعد کے لشکر پر حملہ کیا۔ بہت سے قتل ہوئے اور باقی مغلوب ہوئے۔ یہی صورت کئی منزلوں پر پیش آئی۔ کوفہ اور شام کے درباروں میں پیش آئی۔ اگر اہلبیتؑ حسینؑ نہ ہوتے۔ تو آج دنیا کو اتنا ہی معلوم ہوتا جتنا خود یزیدی لشکر بتا دیتا۔ مگر صحیح واقعات دنیا کے سامنے نہ ہوتے۔ یہ صرف اہل بیتؑ حسینؑ کا فیض تھا۔ کہ آج ہم کو حسینی کارناموں کے صحیح حالات معلوم ہو سکے۔ تو یوں کیوں نہ عرض کروں۔ کہ شہادت مردانِ اہل بیتؑ کا کام تھا۔ اور شہادت کے حالات تمام عالم تک پہنچا کے اثرِ شہادت کو پائدار کرنا اہل بیت حسینؑ کا کام تھا۔

وقت ختم ہے۔ اور میں وہ سب کچھ بیان نہ کر سکا جو بیان کرنا چاہتا تھا۔ یہ ہیں وہ اصول حسینیتؑ جن پر عمل پیرا ہونا آج ہمارا کام ہے اور اس حسینیت کی تبلیغ کرنا ہمارا فرض ہے۔ خدائے تعالیٰ ہم کو توفیق عطا فرمائے۔ کہ ہم اسکے نقش قدم پر چل سکیں۔

:-———:———-:

یــــادِ حسین علیہ السّلام

(جناب مولانا جمال میاں صاحب فرنگی محل لکھنؤ)

صدر والا قدر و معزز سامعین

میں چاہتا تھا ۔ کہ کسی آیت کی تلاوت سے اپنا بیان شروع کروں ۔ لیکن سابق مقرر کی تقریر نے یہ آرزو بھلا دی ۔ جو کچھ میں کہنا چاہتا تھا ۔ وہ مجھ سے پہلے پنڈت گوپی ناتھ صاحب بیان کر گئے ۔

یہ سہ روزہ جلسے جو بین الاقوامی اجتماعات ہیں ۔ حضرت امام حسین علیہ السّلام کی یاد میں منعقد ہوئے ہیں اور اپنی مثال آپ ہیں ۔ نیز انکی کامیابی کی دلیل یہ ہے کہ ہر نشست طلوع آفتاب سے شروع ہوئی اور تسلسل کے ساتھ شب تک جاری رہی ۔ لیکن ہر اجلاس میں لوگ اس سکون کے ساتھ شریک رہے ۔ گویا کسی کو تکان ہی نہیں ہوئی بیشک یہ ان جلسوں کی کامیابی کی زبردست دلیل ہے ۔

مادی یا سیاسی تحریکیں اور روحانی قدروں میں یہی تو فرق ہوتا ہے ۔ کہ مادی طاقتیں یا سیاسی تحریکیں وقتی طور پر اثر انداز ہوتی ہیں ۔ پھر وہ بدل جاتی ہیں ۔ لیکن د... یا روح کی روشنی ... وہ زبردست اور ابدی قوت ہے جو زمانہ کے انقلابات کے باوجود برابر اثر کرتی رہتی ہے ۔

اس سے بھی اعلی بات یہ ہے کہ اس عظیم اور کامیاب اجتماع میں جن علماء و مقررین نے شمولیت فرمائی ۔ ان کی باکمال خطابت اور مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کے باوجود ذکر امام کے ذوق کی پیاس اسی طرح باقی ہے ۔

دریا میں ہونے کے باوجود تیراک تشنہ ہے

اب تک جتنی تقریریں حضرت امام حسین علیہ السّلام کی یاد میں ہوئیں ۔ وہ آنحضرتؑ کی خدمت میں خراج عقیدت کے طور پر پیش کی جا سکتی ہیں ۔

ہاں جب مومنین کی آنکھیں حضورؐ کے جمال جہاں آراء دیکھنے سے محروم ہو گئیں ۔ تو کچھ فانوس باقی رہ گئے ۔ جو نور رسالتؐ کے جلوؤں سے معمور تھے ۔ یعنی امام حسن علیہ السّلام اور امام حسین علیہ السّلام کی ضیاباریوں سے اس سراج منیر کی روشنی برقرار تھی ۔

مولانا حسرت موہانی فرما گئے ہیں ۔

گل ریاضِ ولایت حسینؑ ابن علیؑ
امام برحق اہل رضا سلام علیک
فروغ نیّر حسن شہادت کبریٰ!
جبیں پہ تیری نمایاں ہوا سلام علیک

حضرات ۔ ہر یادگاری جلسے کے سلسلہ میں یہ تو بار بار کہا جاتا ہے ۔ کہ ہم حضرت امام حسین علیہ السّلام کے ذکرِ خیر کو تازہ کرتے ہیں ۔ مگر میں عرض کروں گا ۔ کہ یہ عنوان کچھ زیادہ مناسب نہیں ۔ ہمارے اس قسم کے ہر اجتماع کا مقصد یہ ہونا چاہیئے ۔ کہ آپ کا نام نامی روشن ہو ۔ آپکے حالات سننے اور سنانے کو صرف عبادت ہی نہ تصور کر لیا جائے ۔ بلکہ اس تذکرے سے ہمارے اطوار و عادات میں انقلاب پیدا کرنے کا جذبہ بھی منظور نظر ہو ۔ ہاں ۔ ذکر حضرت کا ہو گا ۔ دل ہمارے منور ہوں گے ۔ بگڑی بن جائے گی اور بے شک ہمارے گناہ بھی معاف ہو جائیں گے ۔

ایک واقعہ مجھے یاد آتا ہے ۔ کہ شب شہادت کبریٰ سے پہلے امام نے مشہور صحابی سعدبن وقاص کے بیٹے کو طلب فرمایا ۔ پوچھا کون سی شے ہے ۔ جو تجھے جہنم کی طرف لے جا رہی ہے ۔ اور تو بے ساختہ جا رہا ہے ؟

کہا "رے کی گورنری"

فرمایا یمن چلے جاؤ ۔ وہاں حکومت ملے گی ۔ کافی مال و اسباب حاصل ہو گا ۔ اور اتنا کہ رے کی گورنری کے

مقابلہ میں ہو گا"

کہا"یہ سب کچھ مل جائے گا - لیکن جو مزہ دینوی حکام کے پہلو بہ پہلو بیٹھنے میں ملتا ہے - وہ کہاں سے ملے گا"-

فرمایا پھر اس مال و دولت اور حکومت کے نشہ سے فریب نہ کھانا" یہ سب اشیاء وقتی ہیں - ہم کو ان کے بدلے آخرت میں جزا نصیب ہو گی - اس دن کی تیاری ضروری ہے جو آنے والا ہے"

حاضرین اوراق تاریخ الٹ کر دیکھئے - اس شہر میں کتنے بادشاہ گزرے کتنے صوبیدار آئے - لیکن ان کا نام و نشان باقی نہیں - جو بادشاہوں کے دربار صبح و شام لگے رہتے تھے - اور رونق بہار دکھاتی تھی آج انکی شان کا کسی کو پتہ نہیں آپ دیکھیں گے کہ نور جہاں کا مزار بھی ہے - اور جہانگیر کا مقبرہ بھی یہ دونوں نشان لائق عبرت ہیں - یہ دنیاوی جاہ و اقتدار کے مالک تھے - آج انکی قبروں پر کوئی چراغ جلانے بھی نہیں جاتا -

ہاں دینی اور روحانی روشنی کے مالک آج بھی اپنے مزار پر شاہی درباروں سے زیادہ رونق رکھتے ہیں - جائیے داتا گنج بخش کے مزار پر صبح سے شام تک چہل پہل ، خلق خدا کا ہجوم کسی وقت کم نہیں ہوتا - بلکہ رات آنے پر دن سے زیادہ رونق بڑھ جاتی ہے - یہ شان اور رونق انھوں نے کہاں سے پائی - یہ سب حسین کا عطیہ ہے - کون حسین ؟ جسنے ایک دوپہر میں اپنے لہلہاتے ہوئے چمن کو خدا کے حوالے کر دیا -

صوفیائے کرام نے انکے اسوۂ حسنہ پر چل کر سبق حاصل کیا - یہ دنیا کے طول و عرض میں پھیل گئے - انکے کرشمے ہمارے سامنے ہیں - اجمیر چلے جاؤ - جہاں سے لوگ فیض پا

کر آتے ہیں ۔ خواجہ معین الدین اجمیری نے حضرت داتا گنج بخش سے جو فیض پایا ۔ وہ زبان زدِ عام و خاص ہے ۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نورِ خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را راہنما

لیکن یہ سلطان الہند ولی کامل حضرت امامِ حسین علیہ السّلام کا مقام اس شان سے ظاہر کرتے ہیں ۔ کہ پیرایہ بیان آج تک آپ اپنا جواب ہے فرماتے ہیں ۔

شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ
دین است حسینؑ ، دین پناہ است حسینؑ

سرداد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؑ

یہ ہے دلیل اس امر کی امام حسین علیہ السلام نے جوآواز بلند کی تھی وہ کس قدر بلند تھی اور کتنی کامیاب رہی ۔ تقسیم ہند کے بعد بھی آج شان اجمیر یقین دلاتی ہے کہ باقی رہنے والی چیزیں دو ہیں ۔

(۱) روحانیت (۲) تصوف ۔ اور یہ دونوں سبق حضرت امام حسینِ علیہ السلام کی درسگاہ سے فقراء نے سیکھے ہیں ۔

آج اس تقریب کی کامیابی آپکے خلوص کا نتیجہ ہے ۔ میں دعا کرتا ہوں کہ وہ آرام گاہ جہاں حضرت امام حسین علیہ السلام ہیں ۔ اسکی زمین بوسی کی سعادت ہم کو حاصل ہو ۔ جن حضرات نے یہ محنت کی ہے وہ قبول ہو ۔

–:– ——————— –:–

اسلام کی عملی تعلیم کا کامل ترین نمونہ حسینؑ نے پیش کیا

(مولوی محمد لقاء علی صاحب حیدری)

اعوذباللّٰہ من الشیطان الرجیم ـ بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم الحمد لا ھلہ والصلوۃ علی اھلھا ـ امابعد ـ

خداوند عالم اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ھے

الذین امنو و ھاجرو او جاھدو فی سبیل اللّٰہ باموالھم اعظم دراجۃ غنداللّٰہ واولئک ھم الفائزوں ـ (التوبہ ۲۰)

حاصل ترجمہ اس آیہ وافی ھدایہ کا یہ ھے ـ کو جو لوگ ایمان لائے ـ اور ھجرت کی اور اللّٰہ کی راہ میں اپنے جان ومال سے جہاد کیا ـ دربار رسالت جناب رب العزت میں ان کا مرتبہ بہت بلند ھے اور وھی کامیاب اور فائزالمرام ھیں ـ

یہ آیت محکم ھے اس میں چوں و چرا کی گنجائش نہیں ھے ـ صاف اعلان ھے کہ مومن مہاجر ، مجاھد جو جان و مال کی قربانی سے راہ خدا میں دریغ نہ کرے ـ سب سے بلند مرتبہ کا مالک ھو گا ـ "الفائزون" کی تشریح دوسرے موقعہ پریوں کی گئی ھے ـ

لایستوی اصحاب النار واصحاب الجنۃ ـ اصحاب الجنۃ ھم الفائزون (الحشر)

یعنی جہنم والے اور جنت والے مساوی نہیں ھو سکتے ـ جنگ والے فائز اور کامران ھیں ـ ان دونوں آیتوں سے بہ آسانی سمجھ میں آ سکتا ھے ـ کہ خداوند عالم کے نزدیک جنگ والے بہت بڑے درجہ کے مالک ھوں گے ـ اور حضور سرور عالم صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ھے اور ام المومنین حضرت عائشہ روایت فرماتی ھیں ـ دیگر اکابر صحابہ کا نام بھی راویانِ حدیث میں ھے ـ حضرت شاہ عبدالعزیز دھلوی رحمۃ اللّٰہ علیہ نے سرالشہادتین میں اسکو درج فرمایا ھے ـ اور حاشیہ پر اس حدیث کو صحیح اور متواتر تسلیم کیا ھے ـ" الحسن والحسن

سید الشباب اهل الجنة" یعنی حضرت حسنین علیهما السلام جوانان اهل جنت کے سردار هیں ۔ "شاہ صاحب نے مختلف راویوں کے بیان کے ساتھ لکھا ھے کہ حضرات حسنینؑ کے پدر بزرگوار ان دونوں سے بہتر یا افضل هیں ۔ اب مطلب بالکل واضح ھو گیا دربار جناب احدیت میں بہت بلند مرتبہ کے مالک ،مومنین مہاجرین ، مجاهدین فی سبیل اللہ ھوں گے ۔ اور ان سب کے سردار حضرات حسنینؑ ھونگے ۔ آج کا جلسہ اسی بزرگ ھستی سے تعلق رکھتا ھے ۔

در یگانہ دریائے ممج البحرین
بخون طپیدہ کرب و بلا امام حسینؑ

مشاهیر پرستی اقوام عالم کا همیشہ سے شعار رہا ھے اور تمام زندہ قومیں اپنے هیروز کی سالانہ یادگار مناتی هیں ۔ میں بلا تکلف یہ کہنے کو تیار ھوں گے مشاهیر عالم کا دائرہ اثر محدود ھے ۔ ایک قوم کا هیرو دوسری قوم واسطے قابل تقلید اور قابل مثال نہیں ۔ حضرت عیسیٰؑ ۔ شری کرشن جی ۔ مہاتما گوتم بدھ اور دوسرے بزرگوں کی یادگار انکو ماننے والے مناتے هیں لیکن ایک قوم کے هیرو یادگار دوسری قوم کے افراد نہیں مناتے ۔ مشاهیر عالم میں صرف ایک حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی ذات ایسی ھے ۔ جنکی یادگار اقوام عالم کے افراد بلا امتیاز نسل و قوم و ملت مناتے هیں ۔ یہ صرف اس لئے کہ دیگر مشاهیر کے برخلاف حضرت سید الشہداء عالم انسانیت کے لئے نمونہ کاملہ تھے ۔

مشاهیر کی یادگار منانے کا فلسفہ مغرب کے شاعر (Long Fellow) نے اس طرح بیان کیا ھے ۔

Lives of great men all remind us, we can make our lives sublime, and departing leave behind us, footpherints on the saud of time.

مشاهیر کی زندگیاں همارے لئے مشعل راہ کا کام دیتی

ہیں ۔ اور ہم اپنی زندگیوں کو بہتر بنا سکتے ہیں ۔ اور جب ہم اس دنیا کے ریتلے میدان سے گزر جائیں گے ۔ تو آنے والوں کے واسطے اپنے قدم کے نشان چھوڑ جائیں گے ۔ جن کو دیکھ کر بے ساختہ آنے والے کی زبان پر جاری ہو گا ۔

ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے
کہے دیتی ہے شوخی نقشِ پا کی

ہمارے اس جلسہ کے ڈائس پر جناب جوش ملیح آبادی کے مشہور دو مصرعے آویزاں ہیں ۔

انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسینؑ

عرصہ ہوا جب میں نے یہ رباعی جس کے دو مصرعے اس وقت نظر آ رہے ہیں ۔ سنی تھی ۔ اور فوراً میں نے ایک رباعی اس مضمون کی کہی تھی ۔

اللہ کے محبوب کے پیارے ہیں حسینؑ
اور فاطمہؑ کے راج دلارے ہیں حسینؑ
دنیا نے ابھی خواب سے کروٹ لی ہے
ہر قوم پکار اٹھی ہمارے ہیں حسینؑ

آج کا جلسہ میرے اس بیان کا گواہ ہے ۔ چوتھے مصرعے کو میں اپنا موضوع تقریر قرار دے کر اپنے دعوے کی تائید میں ہر مکتب خیال کے نامی گرامی شخص کو پیش کروں گا ۔

دیوان بہادر ہر بلاس ساردا فرماتے ہیں ۔

"Heroism exalts life. The noble deeds of heroic men and women live for ever. Imam Husainwas one of the foremost heroes produced by Islam."

ہیرو ازم سے معیار زندگی بلند ہوتا ہے ۔ ہیرو مرد اور عورتوں کے کارنامے ہمیشہ باقی رہتے ہیں ۔ حضرت امام حسینؑ ان مشاہیر کے گل سر سبد ہیں جو اسلام نے پیش کئے ۔

سارڈا صاحب نے اسلام کے دائیرہ کو محدود کرنے کی کوشش کی ہے ۔ لیکن ہم بدلائل ثابت کریں گے کہ اسلام کسی خاص قوم یا جماعت کے مذہب کا نام نہیں ہے ۔ یہ خدا وند عالم کا پسندیدہ مذہب ہے ۔ اس کا سلسلہ ابتداء افرینش سے ہے اور انقراض عالم تک رہے گا ۔ اس لئے ہم ببانگ دھل کہنے کو آمادہ ہیں کہ ابتدائے عالم سے اب تک جتنے مشاہیر پردہ عالم پر ظاہر ہوئے ۔ ان میں حضرت سید الشہداء اپنی گونا گوں خصوصیات کی بناء پر فرید اور وحید ہیں ۔ اس بات کی تائید میں میں برصغیر ہند کے ماہر تاریخ اور پٹنہ یونیورسٹی کے صدر شعبہ تاریخ پروفیسر بی ۔ بی موزمدار ایم اے پیش کرتا ہوں ۔ موصوف فرماتے ہیں ۔

The golden deeds of Imam Hussain(A.S.)have transcended the narrow bounds of national or sectarian annals, and have become the subject matter of universal history by his unique and unparralleld deeds of self-sacrifice for the cause of truth, he has become one of those few religious teachers of the world who continue from age to age to guide and inspire all those brave spirits who dare to risk every thing in life for the cause of righteousness.

حضرت امام حسین علیہ السلام کے زریں کارناموں نے تاریخ کے قومی ، مذہبی یا فرقہ وارانہ تنگ حدود کو ختم کر دیا اور تاریخ عالم کا جزو لانیفک بن گئے ۔ اپنی عدیم المثال قربانی سے جو راہ حق و صداقت میں پیش کی تھی ۔ وہ جناب تمام عالم کے ان چند رھنماؤں میں ایک ہیں ۔ جن کے سوانح حیات ان بہادروں کے واسطے مشعل ہدایت ہیں ۔ جو راہ حق و صداقت میں کسی قسم کی بھی قربانی سے دریغ نہیں کرتے ۔

اس کے بعد موصوف نے ایک ایسی بات لکھی ہے جو پرستار حق کے سوا دوسرے شخص کے قلم سے نکلنا دشوار ہے فرماتے ہیں ۔

The life of Imam Hussain(A.S.) adds an additional proof to the universality of Islam and shows that the causes for which the Imam lived and died gloriously are worthy of striving after in every age & every country.

حضرت امام حسین علیہ السلام کی زندگی اسلام کے عالمگیر مذہب ہونے کا ایک مزید ثبوت ہے ۔ کیونکہ جن اسباب کے واسطے آپ زندہ رہے ۔ اور جن کے واسطے آپ نے شاندار موت قبول کی وہ اس قابل ہیں کہ ہر زمانہ اور ہر ملک کے لوگ اس کی تقلید کریں اور اپنی زندگیاں کامیاب بنائیں ۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمہ نے کیا خوب فرمایا تھا ۔

شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ
دیں است حسینؑ دین پناہ است حسینؑ
سر داد نداد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؑ

اور اسی مطلب کو مفکرِ اعظم پاکستان اپنے الفاظ میں یوں ادا کرتا ہے

نقشِ الا اللہ بر صحرا نوشت
سطر عنوانِ نجاتِ ما نوشت

اب تک کوتاہ نظر حضرات یہ سمجھتے تھے ۔ کہ یہ دونوں بزرگ جناب سید الشہداء کے عقیدت مند اور ان کے جدِّ امجد کے کلمہ گو تھے ۔ اور اسی بناء پر ایسے خیالات کا اظہار کیا ۔ اس لئے ضرورت ہے کہ میں ان دونوں بزرگوں کے بیان کی تائید میں مغرب کے ایک نامی فلاسفر کو پیش کروں ۔ جو غالباً ابھی بقید حیات ہیں اور یہ کہنے کی جرات کروں کہ مرا دعوی

"ہر قوم پکار اٹھی ہمارے ہیں حسینؑ "

بالکل صحیح ہے ۔ جن کا نام ہے ۔ (PROFESSOR H.W. MORNCO)
یہ برلن کے مایہ ناز فرزند ہیں ۔ آپ فرماتے ہیں ۔

Every great soul is born with a high mission. His life consists in fulfilling that purpose. Jesus christ as a man on earth taught us that the kingdom of God was within us and consists of love and purity of heart.

Socretas was when aquaffing the cup of hemlock, advised that wisdom was to be sought above allthings as priestly possession, Mohammad(Peace be upon him) preached Islam or obedience unto God. Hussain(A.S.) adhered to the principles of truth, firm and unshaken to the end, prefering even death to dishonour. Such souls never die and Imam (A.S.) still occupies, a high place among the leaders of mankind, a source of inspiration to all muslims and an example to all those of other faiths, for he was fearless in character, fearless in devotions and true to the ideals, he faithfully exposed.

ہر بزرگ شخصیت ایک اعلے مقصد کو اپنے ساتھ لے کر دنیا میں ظاہر ہوتی ہے ۔ اور اس مقصد کے حصول کے لئے اپنی ساری زندگی صرف کرتی ہے ۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے بحیثیت ایک انسان کے تعلیم دی ۔ کہ سلطنت الہیہ ہمارے اندر ہے ۔ اور اس کے اجزاء محبت اور صفائے قلب ہیں ۔ سقراط نے جبکہ وہ زہر ہلا ہل کا جام پی رہا تھا ۔ نصیحت کی کہ تمام چیزوں سے زیادہ

عقل کی قدر کی جائے ۔ حضرت محمد مصطفیٰؐ نے اسلام یعنی اطاعتِ خدا کی تبلیغ کی ۔ حضرت امام حسین علیہ السلام اصول صداقت پر کاربند رہے ۔ اور وقت تک انکے قدم میں لغزش پیدا نہ ہوئی ۔ اور وہ ثابت قدم رہے ۔ انہوں نے ذلت کی زندگی پر عزت کی موت کو ترجیح دی ۔ ایسی روحیں کبھی فنا نہیں ہوتیں ۔ اور حضرت حسینؑ آج بھی رہنمایان عالم کی صف میں بلند مقام کے مالک ہیں ۔ مسلمانانِ عالم کے واسطے وہ ایک روحانی پیغمبر ہیں ۔ اور دوسرے مذہب والوں کے لئے وہ ایک نمونہ ہدایت ہیں ۔ کیونکہ وہ باعتبار کردار ، بے خوف اطاعت باری تعالے اور توجہ ذاتِ واجب الوجود کے سلسلہ میں تمام عالم سے بے پروا اور اپنے نصب العین کے حصول کے لئے صداقت اور خلوص کے پابند تھے ۔

اس عیسائی بے تعصب شخص نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم کی جیتی جاگتا تصویر جناب سید الشہداء کو تسلیم کیا ہے اور اقوام عالم کو ان جناب کے نقش قدم پر چلنے کی طرف اشارہ کیا ہے ۔ خاتمہ بیان پر میں ایک اور زبردست شخصیت کو اپنے دعوؤں کی تائید میں پیش کروں گا ۔ جس سے ثابت ہو گا ۔ کہ تیرہ سو سال کی کدو کاوش کے باوجود مخالفین اہلبیتؑ رسالت مآبؐ ان اثرات کو زائل نہ کر سکے ۔ جو ان بزرگ ہستیوں نے اپنے کردار سے قلوب اقوامِ عالم پر چھوڑے ہیں ۔ آج بھی بنی اُمیہ کے ہوا خواہ حقیقت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ اور جناب سید الشہداء کے زریں کارناموں کو ہلکا ثابت کرنے کی سعی لا حاصل کرتے ہیں ۔ لیکن حق کا ہمیشہ بول بالا رہا ہے اس کو باطل دبا نہیں سکتا ۔

جس بیان کو پیش کرنے کا میں نے وعدہ کیا ہے ۔ اس سے قبل چاھتا ہوں ۔ کہ ہندوستان کی اکثریت کے رہنما گاندھی جی کی عقیدت بھی اس گلِ بوستانِ محمدیؐ کے ساتھ پیش کروں ۔

۱۹۳۰ء میں جبکہ گاندھی جی چھ سال کے واسطے یرودا جیل نظر بند کئے گئے تھے - انہوں نے یکم اگست ۱۹۳۰ء کو ایک وعظ فرمایا - جو اسی دن "ینگ انڈیا" میں شائع ہوا - اور اسکی نقل اسی تاریخ میں بمبئی ڈیلی میل میں بھی شائع ہوئی ہے - اس کے ایک حصّہ کو اس وقت پیش کرتا ہوں - اس مقالہ کی سرخی تھی "خدا اور صداقت" - فرماتے ہیں -

"Adoration of Truth demands devoters life Instances like those of Harish Chandra prahlad Ram Chandra, Imam Hussan and Hussain and the Christion saints must be pendered upon and truth meditated over by all men, women and children. O! The joy of it. To me it is a real chintamant"

حق و صداقت کی پرستش کا تقاضا ہے - کہ پرستار حق و صداقت اپنا سب کچھ تن ، من دھن راہ حق میں قربان کر دے - حضرات ہریشچندر ، پرہلاد ، رامچندر و امامان حسنؑ حسینؑ اور عیسائی راہبوں کی مثالیں قابلِ تقلید ہیں - ان کو آنکھوں کے سامنے رکھ کر اپنی زندگی کو ہر انسان سنوارے اور حق و صداقت کے نمونہ پر دنیا کے تمام مرد ، عورت اور بچے غور کریں - پھر اس کی حقیقی خوشی سمجھ میں آئیگی - مجھے تو یہ تصوّر در اصل تسلیِ روح کا باعث ہے

گاندھی جی کے نقطہ نظر سے پرستاران حق کا فریضہ ہے کہ راہِ حق میں اپنا جان و مال قربان کر دے - سوائے جناب سید الشہداءؑ کے گاندھی جی کی پیش کردہ فہرست میں مکمل قربانی پیش کرنے والا کوئی دوسرا نظر نہیں آتا - جناب سید الشہداءؑ حضرت رسالت مآبؐ کا کامل عملی نمونہ تھے - اور ان کی پیروی ہر مزہب و قوم کے انسان کو کامیابی سے دوچار کرا سکتی ہے - اب میں ہندوستان کے اس مایہ ناز فرزند کا بیان پیش کرتا ہوں - جو اس وقت بقید

حیات ہے اور معزز عہدے پر بھارت میں فائز ہے میرے دوست جناب امن صاحب میرے بیان کی تصدیق کریں گے - چند سال ہوئے موصوف نے بعض سیاسی مصالح کی بناء پر قلمدان وزارت سے دست برداری کی تھی - ان کا نام نامی سی ، ایس رنگا آئر ہے - میں بلا خوف اختلاف کہہ سکتا ہوں - کہ اس قسم کے ہندو ان نام کے ملسمانوں سے بدر جہا بہتر ہیں - جو اپنے آپکو کلمہ گو کہتے ہوئے جگر گوشۂ رسول الثقلینؐ کے ساتھ اظہار عقیدت کو خلاف شان سمجھتے ہیں اور کربلا کے واقعہ کو ایک معمولی واقعہ بتا کر اپنے تعصب کا اظہار کرتے ہیں وہ صرف حقائق ہی سے انکار نہیں کرتے بلکہ اسلام کے ساتھ بدترین مخالفت کا اظہار کرتے ہیں - سنئے اور اس سچے عاشق حسین علیہ السلام کی عقیدتمندی کی داد دیجئے - فرماتے ہیں -

"Hussain(A.S.) was a Prophet of the soul at Karbala he paid goodbye to an unseemingly, insincere Yazid ridden world. This world was not his spiritual home. He wanted to find one in this world, but that he was denied. So he found his eternal home in the ever green memory of mankind. No wander Karbala has become a sacred spot, even as Hussain(A.S.) has become a sacred thought"

"حسین علیہ السلام ایک روحانی پیغمبر تھے - کربلا میں انہوں نے دغا باز ، بیوفا یزیدی دنیا کو ہمیشہ کے واسطے ٹھوکر مار دی یہ دنیا انکی روحانی قیام گاہ نہ تھی - وہ چاہتے تھے - کہ اس دنیا میں ایک روحانی قیام گاہ بنائیں لوگوں نے انکو نہ بنانے دی اس لئے انہوں نے اپنا ابدی جائے قرار انسانیت کے سدا بہار قوتِ حافظہ کو بنا لیا - اسمیں شبہ نہیں - کہ کربلا ویسا ہی متبرک مقام بن گئی جیسا کہ حسینؑ ایک متبرک خیال بن گئے"

Soldier Bazar

ان چند حوالوں سے یقیناً میرا دعویٰ ثابت ہو گیا ۔ " ہر قوم پکار اٹھی ہمارے ہیں حسینؑ ۔ لیکن صرف بیانات کو سننے اور مقالات کو پڑھنے سے کچھ نہیں ہوتا ۔ جب تک ہم عمل نہ کریں ۔ آؤ آج ہم سب ملکر عہد کریں ۔ کہ امامؑ عالیمقام کی مبارک زندگی کے کسی ایک حصّہ پر عمل کر کے اپنی زندگی کو کامیاب بنائیں گے ۔ کربلا کا خونین منظر جس وقت بھی آنکھوں کے سامنے آ جائے دل بے چین ہو جاتا ہے ۔

کار لائل نے حضرت امامؑ عالیمقام کی تنہائی کا منظر ایسے دلگداز طریقہ سے لکھا ہے کہ پتھر کا دل بھی موم ہو جائے ۔ وہ لکھتا ہے ۔

"The noble Hussain(A.S.)was standing on the battle field of Karbala like a palm tree. The surrounding trees were lying cut down by the swords of the enemies.

عالی نسب والا حسینؑ کربلا کے میدان میں اس طرح یکہ و تنہا کھڑا تھا ۔ جیسے کسی کھجور کے باغ میں ایک درخت باقی رہ جائے ۔ دشمنوں کی تلواروں سے گردوپیش کے سب درخت قطع کئے ہوئے پڑے تھے ۔ امام عالیمقام زخموں سے چور تھے ۔ دل پر عزیزوں کے داغ تھے ۔ خیموں سے فریاد کی آوازیں آتی تھیں ۔ جسم سے اس قدر خون نکل چکا تھا ۔ کہ پیہم غش آ رہے تھے ۔ لیکن واہ رے حق و صداقت کے مجسمے صرف یہ ثابت کرنے کے لئے کہ ہم جنگ کرنے نہیں آئے خالق کائنات نے ہم کو بیحد طاقت عطا فرمائی ہے ۔ اور ہم اپنے پہلو میں وہ صبر آزما دل رکھتے ہیں ۔ جو کسی واقعہ سے متاثر نہیں ہوتا ۔ ہم مجبور ہو کر قتل نہیں ہو رہے ہیں ۔ اگر چاہیں تو اپنی خدا داد طاقت سے طبقات الارض کو الٹ دیں ۔ امام حسین علیہ السّلام نے پیہم تین حملے کئے آستین الٹی ، کفار کی صفیں الٹیں ۔ دشمنوں نے امان طلب کی رسولؐ کے نواسے نے تلوار نیام میں رکھ لی خیمہ

کا رخ کیا ۔ اور خیمہ پر پہنچ کر بہنوں ، بیبیوں اوردوسری بیواؤں کو سلام کیا اندر تشریف لے گئے ۔ سب کو تلقین صبر فرمائی ۔ دنیا کی بے ثباتی کا تذکرہ کیا ۔ سب بیبیوں کو تسلی دی ۔ اتنے میں ایک سیاہ فام عورت آگے بڑھی ۔ اس کے سیاہ رخساروں پر آنسووں کی قطار جاری تھی ۔ اس نے کہا ۔ "میرے شاہزادے کیا تو مرنے کو جارہا ہے ۔ مجھ سے جب میری بی بی دریافت کریں گی ۔ کہ تو نے حسین علیہ السلام کو کیوں جانے دیا ۔ تو کیا جواب دوں گی ۔ مجھے امید تھی کہ جب میں اس دنیا سے کوچ کروں گی ۔ تو تیرے ہاتھوں سے سپرد خاک ہوں گا ۔ اور میرا سیاہ چہرہ روشن ہو جائے گا ۔ میں کن آنکھوں سے دیکھوں کہ تو مرنے جا رہا ہے "۔ آپ سمجھے یہ سیاہ فام عورت کون تھی ۔ یہ امام حسین علیہ السلام کی والدہ کی کنیز فضہ تھیں ۔ جس نے امام کو گود میں کھلایا تھا ۔ امام عالی مقام اس طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ۔ (کار لائل نے لکھا ہے ۔

"Fizza! I remember you handled me ________
while my mother was grinding mills"

"فضہ رض مجھے یاد ہے ۔ جب میری ماں چکی پیسا کرتی تھیں تو تُو مجھے زانو پر بٹھا کر لوریاں دیتی تھی ۔ مجھے معاف کر کہ میں تیرے حق سے ادا نہ ہو سکا"

اللہ اللہ فرزند رسول ص کا اپنی والدہ کی کنیز کے ساتھ ایسے نازک وقت یہ برتاؤ ۔ کیا اس سے بہتر فرض شناسی کی مثال دنیا میں مل سکتی ہے ۔ آیئے ہم بھی عہد کریں کہ ہم فرض شناس انسان بن کر رہیں گے ۔

-:- ______________ -:-

NAJAFI BOOK LIBRARY
Managed by Masoomeen Welfare Trust (R)
Shop No. 11, M.L. Heights,
Kaleej Baig Road, Pakistan

NAJAFI BOOK LIBRARY
MASOOMEEN WELFARE TRUST (R)
Shop No 11, M.L. Heights, Mirza Kaleej Baig Road, Soldier Bazar Karachi.

مطبوعات امامیہ پبلیکیشنز

آیت اللّٰہ خمینی قم سے قم تک	۳۵/-
توضیح المسائل	۳۰/-
معراج المومن	۵/-
ارشاد القلوب	۱۵/-
دینِ حق عقل کی روشنی میں	۵/-
لقمان حکیم	۱/-
کردار کی روشنی	۱/-
دستور اسلامی جمہوریہ ایران	۱۲/-
انقلاب اسلامی ایران معرکہ مشہد	۱۸/-
بہارِ انقلاب	۲۰/-
اقوالِ رہبر	۱۵/-
حقوق اور اسلام	۶/-
الاثنا عشریہ	۵/-
معدن الجواہر	۶/-
جہادِ اکبر	۲/-
نظامِ زندگی	۱۵/-
چہلِ حدیث	۱۲/-
توضیح المسائل (پاکٹ سائز)	۱۵/-
تاریخ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام	۳۰/-
سرو چمن	۲۰/-
جانِ سخن	۱۰/-
خمس (پمفلٹ)	۱/-
تعلیم دین	۱۲/-

نجفی کیسٹ لائبریری
(شعبۂ کتب)
بیت السجاد - مقابل نشتر پارک
سولجر بازار — کراچی

919

امامیہ پبلیکیشنز کی فخریہ پیشکش

[illegible] اور ذاکرین اہلبیت [illegible]

[illegible] اسلامی و دینی موضوعات پر

مثلاً تفسیر قرآن حکیم، فقہی مسائل، تلاوت قرآن حکیم

[illegible] درس نہج البلاغہ - اصول دین

مسائل حج - انقلاب اسلامی ایران - ایران، عراق جنگ

[illegible] (ویڈیو) اور ٹیپ ریکارڈ کی کیسٹیں تیار

[illegible]

مزید معلومات بذریعہ خط و کتابت حاصل کر سکتے ہیں۔

[illegible] - امامیہ پبلیکیشنز ۱۷/ا نور چیمبرز [illegible]
لاہور نمبر [illegible] پاکستان